مصنفہ

حضرت سید العلماء مولانا آقا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

امامیہ مشن لکھنؤ کی چھبیسویں نئی خدمت

مذہب و بہا حصہ دوم

حضرات اس کے پہلے پہلا حصہ اس رسالہ کا
شائع ہو چکا ہے جو افراد قوم میں بہت مقبول ہوا
اس دوسرے حصہ کا اعلان عرصہ سے ہوا ہے مگر اس کے
چھپنے میں بعض موانع کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہوا اس کے
پاس اتنے عرصہ میں کثیر التعداد خطوط بعد شکایت سے آئے
جنمیں تقاضا کیا گیا ہے۔ اس سے عام اشتیاق کا پتہ چلتا ہے۔
بہر حال اب یہ حصہ پیش کیا جاتا ہے اور امید ہے کہ دوسرے حصص بھی
اسکے عنقریب ہدیہ ناظرین ہونگے

خادم ملت
سید ابن حسین عفی عنہ
آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

جذبات کے متعلق کچھ انتقادی اعتراضات ہمارے پاس بھیجے تھے جنکا جواب دیدیا گیا اور وہ ممکن ہے کہ اس کے دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کا باعث ہو سکیں۔

یہ دوسرا حصہ مذہب بہائی کے براہ راست اصلی پیشوا یعنی حضرت بہاء اللہ سے تعلق رکھتا ہے جنہیں بہائی مذہب کے افراد حضرت باب سے بدرجہا افضل بلکہ اُن کے وجود کا اصلی مقصد اور اُن کی تحریک کا مفاد حقیقی خیال کرتے ہیں اور اپنے تئیں ہر حیثیت سے اُنہی کی طرف منسوب کرنے کو اپنا فخر سمجھتے ہیں اس لیے اُن کے حالات کے متعلق جو تبصرہ ہے وہ بھی نسبتًہ زیادہ اہمیت رکھتا اور توجہ مبذول کرنے کا مستحق ہے۔

اس حصہ میں بھی شروع سے آخر تک صرف تاریخی حیثیت مدنظر رہیگی اور اس سے مقصود خالی الذہن اور بیخبر افراد کو صرف حضرت بہاء کی شخصیت اور اُن کی تحریک کی اصلی صورت، اہمیت اور رفتار ترقی سے روشناس کرانا منظور ہوگا۔

مذہب کے بنیادی مسائل پر استدلال بحث، بابی بہائی مذہب کے دلائل، شواہد و قرائن اور اُن پر محققانہ نظر یہ کتاب کے آنیوالے دوسرے حصوں سے تعلق رکھتی ہے جس کے لئے خدا کی تائید کے طالب

اچھا اب ہم سلسلہ وار تاریخ بہائیت کے مختلف بابی ماخذون
کا پتہ دیتے ہین اور اُن مین جو انقلابات ہوئے ہین انھین اجمالاً
سپرد قلم کرتے ہین - اُن سے بہائی ماخذون کی وقعت و اہمیت
کا بھی ناظرین کو پورے طور سے اندازہ کرنا ممکن ہو جائیگا۔

(۱)

بابی مذہب کی قدیم اور معتبر تاریخ

کتاب نقطۃ الکاف

مؤلفہ

حاجی میرزا جانی کاشانی

حاجی میرزا جانی کاشانی اور اُن کے دو بھائی حاجی مرزا اسمٰعیل
ملقب بہ ذبیح اور حاجی میرزا احمد کاشانی اُن سابقون الاولون مین
سے ہین جنہون نے باب کے ابتدائی ہی دور مین علی محمد باب پر
ایمان قبول کیا اور جب ۱۲۶۳ھ مین مرزا علی محمد باب کو حاجی میرزا
آقاسی وزیر اعظم ایران کے حکم سے اصفہان سے "ماکو" کی طرف لیجایا
جارہا تھا اُسوقت حاجی میرزا جانی نے اور اُنکے بھائی حاجی میرزا

اُنھون نے مختلف کتابوں کا انگریزی زبان مین ترجمہ کیا اور اُنھین شائع کیا بہت سی کتابین اصلی زبان مین اپنے مقدمات و حواشی کے ساتھ طبع کین - بہت سے مضامین خود تاریخ بہائیت اور مذہب بہاء کی تحقیق کے متعلق تحریر کئے اور صاحبان ذوق کیلئے ایک اعلیٰ ذخیرہ مہیا کر دیا
مین جیسا کہ اشارۃً لکھ چکا ہون اُن کے اُن آراء و اقوال کو کوئی وزن نہین دیتا جو وہ مذہبی مسائل پر تبصرہ کے سلسلہ مین ظاہر کرتے ہین اس لیے کہ وہ ایک انسان تھے اور پھر کتنی بھی تلاش و تحمل کرین لیکن اسلامی مسائل سے پھر بھی ایک حد تک اجنبی - اُن کی نظر سے ایسے مسئلون مین چوک ہو جانا بہت ممکن ہے جیسا کہ ہوئی ہے - لیکن مین اُن کی صرف اُن کوششون کو بڑے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہون جو اُنھون نے واقعات کی تحقیق اور اُن کے اصل ماخذون کی تلاش مین کی ہین اور پھر انھین دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے -
درحقیقت بہائی تاریخ کے انقلابات اور اُن کا رستانیون کی جو اسی سلسلہ مین کی گئی ہین پردہ دری بھی اُنھی کی تحقیقات کے ہاتھ سے ہوئی ہے ورنہ ہمارے ذرائع تحقیق اتنے وسیع کہان اور ہمارے لئے اتنے اسباب فراہم کہان جو ہم ان اندرونی بناوٹون اور باطنی کارگذاریون کی تہ تک پہونچ سکتے -

ہمارے خیال مین مسٹر براؤن نے جو وجہ تحریر کی ہے وہ کوئی ندرت نہین رکھتی ہے بلکہ خود مصنف کی بیان کردہ پہلی وجہ کا مطلب یہی ہے۔

پہلی وجہ اُنھون نے یہ لکھی ہے نہ کہ مین اپنے تئین قابل ذکر سمجھتا تھا اور اپنا نام گمنام ہونے مین مضمر سمجھتا تھا ؟ اس کے معنی یہ ہین کہ مینے نقطۃ الکاف کی لفظ سے خود اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یونہی کہ جیسے ارض طاء سے مراد طہران ہوتا ہے ارض صاد سے اصفہان وغیرہ۔

اُسی طرح کاف سے کاشان اور وہان کا نقطہ یعنی ایک بے نام و نمود چیز مصنف یا اُسکی کتاب جس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ بے شک دوسری وجہ عرفانی ہے اور وہ اہل عقل کے عقول سے بیگانہ ہے۔

یہ کتاب ۱۲۶۸ھ تک تمام ہو گئی تھی۔ اس سال ذی القعدہ کے مہینہ کے قریب ناصر الدین شاہ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور اُس مین بڑے بڑے بابی افراد گرفتار ہوئے۔

ان مین سے حاجی میرزا جانی بھی تھے۔ ۲۰ ذی القعدہ کو ۲۸ آدمیون کے ساتھ وہ طہران مین قتل کئے گئے۔

اسوقت تک بابی مذہب مین یہ نفر قہ جس نے اسکا ازلی اور

وہ اپنے اُس بسوط مقدمہ مین جو اس کتاب کے قبل درج ہے
صفحہ ۵ پر تحریر کرتے ہین۔

"اما در خصوص وجہ تسمیہ کتاب باسم غریب "نقطۃ الکاف" رجوع
کنید بصفحہ ۵ از نسخۂ حاضر ہر چند از آنجا ہم گویا چندان مطلب منقحی بدست
نیاید دلی شکی نیست کہ علاوہ بر محامل عرفانیہ مذکورہ در صفحہ ۵ از لفظ
"کاف" اشارہ بکاشان موطن مصنف نیز ملحوظ ہست بعادت
بابیہ کہ بلاد و اراضی را ببعضی از حروف مقطوعہ از اسماء آنہا مرموز می
نمودہ اند چون ارض فا (فارس) و ارض صاد (اصفہان)۔

"کتاب کا نام عجیب و غریب "نقطۃ الکاف" جو رکھا گیا ہے
اسکی وجہ تسمیہ کے لیے رجوع کرو صفحہ ۵ کی طرف خود اسی کتاب کے
اگرچہ ایک حد تک وہان سے بھی کوئی سلجھا ہوا مطلب دستیاب
نہین ہوتا لیکن اس مین شک نہین ہے کہ علاوہ اُن عرفانی وجوہ
کے جو صفحہ ۵ پر مذکور ہین کاف کی لفظ سے اشارہ "کاشان"
کی طرف بھی جو مصنف کا وطن ہے ملحوظ ہے اور یہ بابی جماعت کی
عادت ہے کہ وہ مختلف شہرون اور سرزمینون کی طرف اُن کے اصلی نام
کے بعض مفرد حرفون کے ساتھ اشارہ کرتے ہین جیسے کہ زمین فا
یعنی فارس، سرزمین صاد یعنے اصفہان وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب کو بہائی جماعت اپنے لئے انتہائی خطرناک سمجھے ہوئے ہے اور اس کتاب سے مخصوص نہیں بلکہ صدر اول کے تمام آثار و الواح، حضرت علی محمد باب کی تمام کتابیں، اُنکے تمام تحریرات و مکتوبات بہائی جماعت نے اس طرح گمنام بنائے ہیں کہ گویا اُن کا وجود ہی نہ تھا۔

بھلا ایک پیشوائے مذہب جس کے تعلیمات پر کسی مذہب کی بنیاد قائم ہوئی ہو اور جس کو وہ جماعت اپنا روحانی پیشرو تسلیم کئے اول سمجھتے ہوں اُس کے آثار قلمی اس طرح نیست و نابود ہو جائیں۔

آج کتاب البیان کہاں ہے؟ تفسیر سورۂ کوثر کہاں ہے؟ تفسیر احسن القصص کہاں ہے؟ ہوگی مگر اتفاق سے کسی قدیم کتبخانہ کے گوشہ میں۔ کسی دنیا کے کتب فروش کے یہاں لیکن بہائی دار الاشاعت میں کہاں ہے؟ بہائی مذہب کے تبلیغی کتب میں، اُن کا وجود کیوں نہیں ہے؟

نہیں ہے اور کہیں نہیں ہے اسلئے کہ یہ تمام کتابیں اُس زمانہ کی تمام تحریریں بہائی مذہب کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، حضرت بہاء اللہ کی شخصیت، مذہبی حیثیت کو حباب بلکہ سراب اور بالکل بے آب و تاب بنا دیتی ہیں۔ پھر بھلا کیونکر ممکن ہے کہ بہائی جماعت

بہائی جماعت میں منقسم کر دیا پیدا نہیں ہوا تھا اور تمام مذہب باب کے افراد ایک نقطہ پر مجتمع تھے - اس لئے حاجی میرزا جانی کی تاریخ ان واقعات کے سمجھنے اور معلوم کرنے میں انتہائی مستند حیثیت رکھتی ہے جو بہاء اللہ اور مرزا یحیی صبح ازل کے ابتدائی واقعات سے تعلق رکھتے ہوں اس لئے کہ تعصب، تنگ نظری، جانبداری اور خواہ مخواہ کی حمایت کا پہلو اسوقت سے پیدا ہوتا ہے جب کہ اختلاف شروع ہوا اور جماعت دو فرقوں میں منقسم ہو گئی، اس وقت سے ازلی جماعت کے بیانات بہاء اللہ کے خلاف اور بہائی جماعت کے بیانات صبح ازل کے خلاف یقیناً ذاتی تعصب اطرفداری کا نتیجہ خیال کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ایک ایسا مصنف جو اس دور کے قبل تاریخ لکھنے بیٹھا ہو جس نے ازل اور بہاء میں کوئی اختلاف محسوس بھی نہ کیا ہو اور اس لئے وہ دونوں کی تعریف کرتا ہو۔ دونوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہو وہ اگر اس زمانہ کے کچھ ایسے واقعات تحریر کر دے جو بعد والے زمانہ میں اختلاف کے دور میں کسی ایک فریق کے مطابق نتیجہ بخشتے ہوں اور دوسرے کے خلاف تو وہ یقیناً ایک مستند قابل وثوق اور معتبر دستاویز سمجھے جانیکے قابل ہیں اور صحیح تسلیم کئے جانے کے لائق۔

اس مین اُنھون نے ایک بہت بڑا حصہ بابی مذہب کے متعلق تحریر کیا ہے۔
اُسکی تکمیل کے لیے بعض اُس مذہب سے متعلقہ کتابون کی سخت
ضرورت تھی جس کے لیئے اُنھون نے تلاش اور جستجو کے ساتھ ان کتابون
کو جمع کرنا شروع کیا۔

۱۸۸۲ء مین وزیر موصوف کے انتقال کے بعد اُن کی کتابین پیرس
مین بطور نیلام کے فروخت کی گئین

چودہ ۱۴ کتابین بابی مذہب سے متعلق تھین جن میں سے برٹش میوزیم
لندن نے خریدکین اور باقی کتابین کتبخانۂ ملی پیرس کے ہاتھ آئین۔

ان پانچ کتابون مین دو نسخے کتاب "نقطۃ الکاف" کے بھی تھے
ایک نسخہ کامل جو ۲۹۹ صفحات پر تمام ہوتا تھا اور ہر صفحہ مین ۱۵ سطرین
بخط نسخ۔

دوسرے مین پہلا نہائی حصہ کتاب کا جو ۱۲۷۹ھ کا لکھا ہوا تھا اور خط
نستعلیق مین تحریر تھا۔

ایڈورڈ براؤن جو دار الفنون کیمبرج مین فارسی زبان کے پروفیسر
تھے اُنھین اس قسم کے تاریخی اسناد کے شایع کرنے کا ایک خاص
شغف بلکہ عشق تھا انھون نے اس کتاب کی بڑی کوشش کے ساتھ
خود اپنے لیئے نقل حاصل کی اور ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء مین اپنے اہتمام

اپنے ہاتھ سے اُن کتب کی اشاعت کرے یا اُن کی اشاعت گوارا کر سکے کوششیں ہوئی ہیں اور روپیہ صرف کیا گیا ہے اور تدبیریں کی گئی ہیں کہ یہ کتابیں نیست و نابود ہوں اور جہاں تک ہو سکا ہے ان کتابوں کے نسخوں کو خرید کر جلا دیا گیا ہے اور دریا برد کرایا گیا ہے۔

پھر حاجی مرزا جانی کی کتاب "نقطۃ الکاف" اس مصیبت سے کب محفوظ رہ سکتی تھی۔

اُس کو بھی معدوم کرنے کی فکر کی گئی اور اُسکے نسخوں کو نایاب بنانے کی تدبیر ہوئی لیکن جس چیز کو خدا باقی رکھنا چاہے اور پھیلانا چاہے اُس کو دنیا کی طاقت فنا نہیں کر سکتی۔

کومٹ دی گوبنیو Comte de Gobineau حکومت فرانس کے وزیر مختار کی حیثیت سے طہران میں مقیم تھے اتفاق سے اُس زمانہ میں "بابی مذہب" تازہ تازہ ظاہر ہوا تھا اور ابھی وہ تفرقہ جو ازلی و بہائی صورت سے بعد میں ہوا رونما نہیں ہوا تھا۔ موصوف کو اس جدید مذہب کے حالات کے ساتھ دلچسپی پیدا ہوئی۔ خاص طور سے اس لئے کہ وہ ایک کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے جس کا نام ہے "مذاہب و فلسفہ در ایشیائے متوسط" The Religions and the Philosophies in Asia Central

"تاریخ جدید" رکھا گیا ہے کہ یہ بہ نسبت اُس قدیم تاریخ کے جو اس سے پہلے تصنیف ہوئی تھی جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔

میرزا ابوالفضل گلپایگانی جو مذہب بہا بیت کے بڑے مبلغ، عالم اور ایک طرح سے مؤسس کہے جانے کے قابل ہیں اور بہائی اصحاب کے درمیان ابوالفضائل مشہور ہیں اُنھوں نے اپنی تصنیف "رسالہ اسکندریہ" میں بھی اس تاریخ کی تصدیق کی ہے۔

"رسالۂ اسکندریہ" کی شان نزول یہ ہے کہ عشق آباد میں روسی توپخانہ کے افسر اعلیٰ مسیو الکساندر تومانسکی نے موصوف سے ایک ایسا رسالہ لکھنے کی فرمائش کی تھی جس میں بہائی مذہب کے حالات مختصر طور سے مذکور ہوں آپ نے وعدہ فرمایا۔ جب آپ یہاں سے سمرقند تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے یہ رسالہ تحریر کیا۔

اتفاق سے اسکے قبل پروفیسر براؤن بھی آپ سے ایسی ہی خواہش کر چکے تھے اور بعض سوالات آپ کے پاس بغرض جواب روانہ کر چکے تھے۔ آپ نے اس رسالہ کو لکھکر ایک طرف پروفیسر براؤن کی فرمائش کو پورا کیا اور دوسری جانب مسیو الکساندر کی لیکن چونکہ ثانی الذکر فرمائش قریبی زمانہ سے تعلق رکھتی تھی اس لئے آپ نے کتاب کے نام میں اس کا لحاظ کیا اور چونکہ اسکندر (علامہ مرزا ابوالفضل کی نگاہ میں)

خاص سے اس کتاب کو لیڈن (ہالینڈ) کے مطبع بریل مین طبع کرایا اور کتاب کے اول و آخر مین دو طویل الذیل اور مبسوط مقدمے ایک فارسی زبان مین جو ۵۲ صفحون پر مشتمل ہے اور کتاب کے پہلے ہے اور دوسرا انگریزی مین جو ۵۰ صفحون کا ہے اور کتاب کے آخر مین ہے کتاب کے ساتھ ملحق کیئے۔ اصل کتاب ۳۰۲ صفحون پر مشتمل ہے۔ پروفیسر براؤن نے خاص کوشش کے ساتھ دونون اصل قلمی نسخون کی مطابقت سے تصحیح کی ہے۔ جہان دونو نسخون مین اختلاف ہے اسکو پائین صفحہ کے حاشیہ مین درج کردیا ہے۔ کامل نسخہ کی طرف اشارہ کا کی لفظ سے اور ناقص کی طرف اشارہ نا کی لفظ سے ہے،

بہائی حضرات یقیناً اگر کسی غیر واقف کار شخص سے گفتگو آئے تو یہی ظاہر کرینگے کہ حاجی میرزا جانی کاشانی کوئی شخص ہی نہین تھے یا اُنہون نے کوئی تاریخ نقطۃ الکاف لکھی نہین تھی لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ خود بہائی تصنیفات مین اس کتاب کا حوالہ اور اس کی تصدیق موجود ہے۔

کتاب "تاریخ جدید" مین جو بہائی مذہب کی تالیف ہے اور جس کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ عنقریب آئیگا۔ متعدد مقامات پر اس کتاب کا حوالہ موجود ہے اور اسی لحاظ سے اس کتاب کا نام

روضۃ الصفا نقل نما۔"

اگر آپ کو کتاب "نقطۃ الکاف" کے مندرجہ واقعات میں کچھ بھی شبہہ ہوتا تو کبھی یہ مشورہ نہ دیتے کہ ہم اس کتاب سے واقعات کو نقل کر دو اور تاریخین ناسخ التواریخ و ملحقات روضۃ الصفا سے درج کر دو۔

جس طرح آپ نے ناسخ التواریخ وغیرہ کے واقعات کو اس بنا پر غیر معتبر سمجھا کہ "سپہر و ہدایت از رعایت خلق و ضلالت آنچہ در حوادث این ظہور نوشتہ اند یکبارہ تہمت صرف و کذب محض است"

اُسی طرح آپ "نقطۃ الکاف" سے متعلق بھی اپنے اختلاف کا اظہار ضرور کر دیتے۔

اسکے برخلاف آپ نے رسالہ کو ختم کرتے ہوئے پھر دوبارہ حاجی میرزا جانی اور اُن کی کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جناب حاجی مرزا جانی	حاجی مرزا جانی کاشانی کاشان
کاشانی از تجار معروف کاشان بود	کے مشہور تاجروں میں سے تھے
و در اول ظہور امر مبارک نقطۂ	امر مبارک کے ظہور کے شروع ہی
اولی را تصدیق نمود و با جناب	میں حضرت باب پر ایمان لائے
ذبیح کہ در لوح رئیس مذکور و	اور جناب ذبیح کے ساتھ جو لوح
مشرف باسم انیس است اخوت	رئیس میں مذکور اور "انیس" کے

"الکساندر" کے ساتھ ترتیب المخرج تھا اسلئے آپ نے اُس کا نام "رسالہ اسکندریہ" رکھا۔ مسیو الکساندر نے اُس کے خاص اجزاء ایک روسی ماہوار رسالہ "زپسکی" جلد ۸ صفحہ ۱۳۱ - ۱۴۲ میں شائع کر دیئے۔

اس رسالہ میں تاریخ "نقطۃ الکاف" کا تذکرہ حسب ذیل الفاظ میں ہے "تاریخی از مرحوم حاجی میرزا جانی کاشانی کہ از شہدای طہران واز خوبان آن زمان بودہ است در دست احباب ہست لکن او مردی تاجر بودہ است واز تاریخ نویسی ربطی نداشتہ وتاریخ سنین وشہور را نہ نوشتہ نہایت چون مردی با دیانت بودہ است نقل وقایع را چنانکہ دیدہ وشنیدہ است براستی مرقوم داشتہ"

اس عبارت میں حاجی میرزا جانی کے صرف انداز تصنیف پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اُنہوں نے واقعات کے دن تاریخ مہینہ سنہ کا پتہ نہیں دیا لیکن واقعات کے نقل کرنے میں اُن کی دیانت و امانت کا اعتراف موجود ہے اور لکھا ہے کہ تمام واقعات اُنہوں نے صحیح طور سے اپنے معلومات کے مطابق درج کئے ہیں۔

اسی کامل اعتماد کا نتیجہ تھا کہ آپ نے مصنف تاریخ جدید کو بوقت تصنیف یہ مشورہ دیا تھا کہ "این کتاب را بدست آرد وقایع را ازان وتاریخ سنین وشہور را از کتاب ناسخ التواریخ وملحقات

بدست آرد چه از سمرقند تا طهران
بسی دور است و روزگار بہ
اہل بہا بے اندازہ عبوس
و غیور است

کا نسخہ مجھے بحالت موجودہ دستیاب
نہیں ہو سکتا کیونکہ سمرقند سے طہران
تک بڑا فاصلہ ہے اور زمانہ اہل
بہا سے مخالف ہے۔

اس عبارت کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ کتاب طہران میں موجود ہے اور وہان جانے پر دستیاب ہو سکتی ہے۔

اب بہائی حضرات یہ فرماتے ہین کہ حاجی میرزا جانی کی تاریخ کا وجود تو تھا مگر وہ یہ نہین ہے جو پروفیسر براؤن نے طبع کی ہے۔

براؤن کو ازلی جماعت نے رشوت دیدی تھی جس کی وجہ سے انہون نے کتاب مین حضرت بہاء اللہ کے خلاف باتین درج کر دی ہین اور خلق خدا کی گمراہی کا سبب ہوئے ہین۔

براؤن سب سے پہلے یورپین تھے جنہون نے حضرت بہاء اللہ سے ملاقات کی ہے لیکن افسوس کہ انہون نے اس سعادت و فخر سے فائدہ نہین اٹھایا۔ انوار بہاء اللہی کی بارش کا نتیجہ الٹا ہوا وہ حضرت بہاء اللہ کے دشمن ہو گئے۔ یہ وہ چیز ہے جس کو حضرت بہاء اللہ کے خلیفہ و جانشین غصن اللہ الاعظم حضرت عبد البہاء یعنی عباس آفندی نے اپنے سفر یورپ مین اپنے معتقدین سے

داشت و در وقتی که نقطهٔ اولی
جل اسمه الاعلی را با مر محمد شاه
از اصفهان بطهران می بردند
در کاشان سه شب آن حضرت
را در بیت خود ضیافت نمود
و پس از چندی از کاشان
بطهران آمد و در حضرت عبدالعظیم
متوقف شد و آن تاریخ را
در آن قریه نوشت و در فتنهٔ
سال ۱۲۶۸ هجری او هم گرفتار
شد و در سجن با حضرت بهاءالله
در یک محل جالس و بیک سلسلهٔ
حدید مقید گشت و پس از
یومی چند در این فتنه بی گناه
تباه شد و برتبهٔ شهادت
فائز گشت - اما نسخهٔ تاریخ
او را امروز نامه نگار نمی تواند

خطاب کے ساتھ مشرف ہیں رشتہ
اخوت رکھتے تھے جب حضرت
باب کو محمد شاہ کے حکم سے اصفہان
سے طہران کی طرف لیجایا جارہا تھا تو
انہوں نے تین دن تک ان حضرت
کو اپنے گھر میں مہمان رکھا - کچھ عرصہ
کے بعد یہ کاشان سے طہران چلے
آئے اور شاہزادہ عبدالعظیم کے
آستانہ پر قیام پذیر ہوئے اور اس
تاریخ کو اسی قصبہ میں لکھا ہے -
سنہ ۱۲۶۸ھ کے ہنگامہ میں یہ بھی گرفتار
ہوئے اور قیدخانہ میں حضرت بہاءاللہ
کے ساتھ ایک ہی جگہ پر تھے اور
ایک ہی لوہے کی زنجیر میں قید تھے
چند روز کے بعد اس ہنگامہ میں
بیجرم و خطا تباہ ہوئے اور شہادت
کے رتبہ پر فائز ہوئے - لیکن یہ تاریخ

تو کوئی چیز ہی نہین ہے - قیامت حضرت بہاء اللہ کے ظہور کا نام تھا وہ آ چکی -

بہرحال اس امر کا جواب ظاہر ہے - براؤن کو عداوت تھی؟ اُنہوں نے تاریخ "نقطۃ الکاف" غلط چھاپ دی؟ تحریف و تبدیل کردی؟

اچھا آپ سے اب تک صحیح ترتیب کردی ہوتی اُن تحریفات کا پتہ دیدیا ہوتا - جہان جہان اُنہوں نے تراش و خراش کی تھی اُسکی گرفت کی ہوتی -

اور براؤن نے عداوت کے لحاظ سے چھاپے مین تبدیلیان کرین تو پیرس کا کتبخانہ تو کہین نہین گیا - وہان سے کتابین بھی غائب نہیں ہوگئین براؤن بیچارے نے تو اصل نسخون کا پتہ دیدیا ہے - اُن کو نکلوایئے حضرت ولی امراللہ شوقی آفندی (بہائی مذہب کے امام زمانہ) نے تو سیر و تفریح کے سلسلہ مین مہینون جا جا کر پیرس مین قیام فرمایا ہے - اصل نسخون کو نکلوا کر براؤن کی غلط بیانیون کا پردہ چاک کیجیے اور حقیقت امر کو واضح کردیجیے

مرزا عباس حسین آوارہ جو بہائی تاریخ "کواکب دریہ" کے مصنف ہیں (انکا تذکرہ اسکے بعد تفصیل سے آئیگا) وہ اپنی کتاب "کشف الحیل" میں

خاص طور پر فرمایا

ملاحظہ ہو کتاب بدائع الآثار یعنی سفرنامہ عبد البہاء مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۹۱۴ء

جلد ۱ صفحہ ۲۵۹

بمناسبتی ذکر مستر براون را فرمودند که "من باو نوشتم تو اول کسی بودی از معلمین و مؤلفین اروپا که بساحت اقدس مشرف شدی این امتیاز را از دست مده ولی او نفهمید وقت خسران او معلوم خواهد شد که در انگلستان انوار هدایت پاشند اشراق نماید۔

کچھ مناسبت سے آپ نے مسٹر براون کا ذکر فرمایا کہ "مین نے اسکو لکھا کہ تو سب سے پہلا شخص تھا معلمین اور مصنفین یورپ مین جو آستانۂ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس امتیاز کو ہاتھ سے نہ جانے دے لیکن وہ میری بات کو نہ سمجھا۔ اسکو اپنی زیاں کاری معلوم ہوگی جب انگلستان مین بہائی تعلیم کے انوار انتہائی چمک کے ساتھ نمایاں ہونگے۔

آج مسٹر براون گوشۂ قبر مین پہونچ چکے اور حضرت عبد البہاء بھی آغوش لحد مین آرام کر رہے ہین لیکن مسٹر براون کو اس پیشین گوئی اور اپنی خجالت و شرمساری اور پشیمانی کا منتظر رہنا چاہیئے اسی دنیا مین۔ آخرت مین نہین کیونکہ مذہب بہائی کے نقطۂ نظر سے آخرت

نقطۃ الکاف ایک معتبر، مستند اور قابل تسلیم مقبول کتاب سمجھی جائیگی اور بہائی جماعت کے خلاف اسکے تحریرات کو پیش کیا جانا بالکل صحیح حق بجانب اور اصول الصافت و عدالت کے مطابق ہوگا۔

(۳)

کتاب تاریخ جدید

مصنفہ

مرزا حسین ہمدانی

یہ کتاب تاریخ نقطۃ الکاف کے بعد پورے طور سے بابی جماعت کے ازلی و بہائی فرقوں پر تقسیم ہوجانے پر تصنیف ہوئی ہے اور اس میں تاریخ نقطۃ الکاف کے واقعات کو بالکل توڑ مروڑ کر اور غلط طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی نسبت حضرت علامہ مرزا ابوالفضل گلپایگانی کے قلم سے جو اس کتاب کی تصنیفات میں ایک حد تک شریک اور بعض اقوال کی بنا پر اُسکے مصنف سمجھے جاتے تھے ملاحظہ ہو اور اس سے اندازہ کیجئے کہ اس کتاب کی وقعت ۔ اہمیت کس حد تک ہے

تحریر کرتے ہیں۔ (جلد ا صـ ۱۹۱)

کتاب نقطۃ الکاف را اخیرا
در طہران در نزد دکتر سعید خان
کردستانی دیدم و آن کتاب
خطی ہست کہ یک سال قبل از قتل حاجی
میرزا جانی نوشتہ شدہ و دو روز
بمقابلہ آن پرداختہ عینا با آنچہ
براون طبع کردہ موافق یافتم

کتاب نقطۃ الکاف کو میں نے طہران میں
ڈاکٹر سعید خان کردستانی کے پاس
دیکھا۔ وہ قلمی نسخہ ہے جو حاجی میرزا
جانی کے قتل ہونے سے ایک سال پہلے
لکھا گیا ہے میں نے دو روز تک مقابلہ
کیا اور اس کتاب کو حرف بحرف اس
مطبوعہ نسخہ سے جو براؤن نے طبع
کیا ہے موافق پایا۔

لیجئے یہ شہادت بھی موجود ہے۔ نسخہ کا پتہ بھی حاضر ہے۔

اس سب کے علاوہ بہائی جماعت کے سادہ لوح افراد کا ذکر نہیں غیر جانبدار، بے طرف خالی الذہن اشخاص پروفیسر براؤن کی شخصیت، اُنکی ذمہ دارانہ حیثیت کو دیکھیں اور اس رکیک خیال کو کہ اُنہوں نے روپیہ لیکر کتاب میں اپنی طرف سے تبدیلیاں کر دیں اور ایک غلط کتاب مرزا جانی کی طرف منسوب کرکے شایع کر دی کسی طرح حق و راستی کی بارگاہ میں الزام قابل قبول نہیں ہے اور جب تک اسکی کوئی سند پیش نہ ہو حاجی میرزا جانی کی کتاب

سیاحت نمود و در راجعت بہند بعد	شاہی جلوس کے ساتھ ان ممالک کی
در اسلامبول متوقف شد و پس	سیر کرتے تھے اور واپسی مین چند روز
از عودت بایران در ہفتم سال	تک استامبول مین قیام پذیر رہے تھے
۱۲۹۱ ہجری کہ جناب آقا جمال	ایران مین واپسی کے بعد سنہ ۱۲۹۱ ہجری کے
بروجردی پس از مناظرہ با علمای	ہنگامہ مین جب آقا جمال بروجردی
طہران گرفتار سجن حضرت	علمائے طہران کے ساتھ مناظرہ کرنے
سلطان گشت وی نیز از	کے بعد بادشاہ کے حکم سے قید کئے گئے
جملہ محبوسان بود و بعد از	تو یہ مرزا حسین بھی جیلخانہ جانے والے
استخلاص از سجن طہران در	افراد مین تھے طہران کی قید سے
دفتر خانہ مانکجی زردشتی مشہور	آزاد ہونے کے بعد وہ مانکجی زردشتی[1]
بکتابت و تحریر مشغول گشت	کے دفتر مین محرری کے کام مین مشغول
و مانکجی او را بسیار محترم میداشت	ہوگئے اور مانکجی انکی بہت عزت کرتا
چہ اگر او باسم بابی معروف نبودی	تھا اس لئے کہ جب تک وہ بابی مذہب

---

[1] مانکجی زردشتی کا پورا نام جیسا کہ مسٹر براؤن نے لکھا ہے مانکجی پور لیمجی ہوشنگ ہاتریاری کیانی ملقب بدرویش فانی تھا۔ وہ ہندوستان کے زردشتیوں کے نمایندہ کی حیثیت سے طہران مین مقیم اور انکے علما و فضلا مین سے محسوب تھے سنہ ۱۳[illegible]ھ کے حدود مین انتقال کیا ۔

سمجھی جا سکتی ہے ؟ -

اُسی رسالۂ اسکندریہ مین جس کے بعض اقتباسات اسکے قبل
درج ہو چکے ہین تحریر ہوتا ہے -

کاتب و مصنف تاریخ
جدید مرحوم میرزا حسین ہمدانی
است و او جوانی بود از منسوبین
رضا خان پسر محمد خان ترکمان
که از شهدای قلعه شیخ طبرسی
مذکور و نامش در تاریخ جدید
مسطور است ، مورخ مذکور
در آغاز بسبب خط و ربطی که
در صنعت انشاء و مراسلات
داشت منشی یکے از رجال
دولت ایران بود و در سفر
اوّل که حضرت ناصرالدین شاه
بفرنگستان مسافرت نمود و از نیز
بهمراهی موکب شاهی آن ممالک را

کاتب اور مصنف تاریخ جدید
کے مرزا حسین ہمدانی مرحوم ہین وہ ایک
نوعمر شخص رضا خان پسر محمد خان کے
خاندان سے تھے - یہ رضا خان قلعۂ
شیخ طبرسی کے شہید ہونیوالون مین
سے تھے اور انکا نام تاریخ جدید مین
تحریر ہے -

مرزا حسین موصوف شروع مین
چونکہ خوش نویس تھے اور ایک حد تک
انشا پردازی مین مہارت رکھتے تھے
اس لئے ایران کے بعض ارکان دولت
کے یہان بحیثیت منشی کے مقرر ہو گئے
تھے - پہلے سفر مین جب ناصرالدین شاہ
یورپ گئے ہین تو مرزا حسین بھی

کتاب فرازستان را بزبان پارسی
خالص در سلطنت قدیم ایران
از مه آباد تا انقراض ساسانیان
پرداخت و در حقیقت آن
کتاب را انبانی از اوهام
و افسانهای شاهنامه و چهار
چمن و دساتیر ساخت، و اما
میرزا حسین نزد نامه نگار آمده
و خواهشمند معاونت شد
و گفت که چون هنوز تاریخی
مبسوط و درست در وقایع
این ظهور نوشته نشده است
ضبط و ثبت وقایع آن
کما ینبغی کاری بس دشوار
است زیرا که سپهر و هدایت
از غایت تملق و ضلالت آنچه
در حوادث این ظهور نوشته‌اند

حالات تحریر کئے۔ مختصر یہ ہے کہ
محمد اسمٰعیل خان نے کتاب فرازستان
خالص پارسی زبان میں ایران کی
قدیم سلطنت کے حالات مہ
آباد سے لیکر ساسانیوں کے ختم ہونے
تک تحریر کی اور حقیقت یہ وہ ایک
مجموعہ ہے اُن توہمات اور دوراز
کار افسانوں کا جو شاہنامہ اور
چہار چمن اور دساتیر میں مندرج
ہیں۔ مرزا حسین جو تھے وہ میرے
(مرزا ابو الفضل گلپایگانی کے)
پاس آئے اور اعانت کی خواہش
کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ابھی تک
کوئی مفصل اور ٹھیک تاریخ اس ظہور کے
حالات میں تحریر نہیں ہوئی ہے اسلئے ان
واقعات کا ضبط تحریر میں لانا بہت دشوار
ہے کیونکہ سپہر اور کاشانی مصنف

هرگز سرداران کارد و نیاوردی
از اتفاقات منشی او و محمد اسمٰعیل
خان زند که در پارسی نگاری
و دبیری سرمند بود بصبا قت
مهمان بانکجی بودند بانکجی از این
دو خواهش نمود که هر یک کتابی
تصنیف نمایند زیراکه او در
جمع کتب سعی بلیغ داشت و هر
که را قادر بر انشاء تحریر می یافت
بتالیف کتابی وانشاء دفتری
میگماشت لذا در شب مذکور
از محمد اسمٰعیل خان خواهش
نمود که او تاریخ پادشاهان
عجم را نگارد و از میرزا حسین
منشی خواست که وی تاریخ
حالات بابیه را تصنیف نماید
خلاصة القول محمد اسمٰعیل خان

ہونے کے ساتھ مشہور ہوا اس
عہدہ پر مقرر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک
شب اتفاق سے مرزا حسین اور محمد
اسمٰعیل خان زند جو فارسی انشاپردازی
میں بہت مہارت رکھتے تھے مانکجی کے
یہاں کھانے کے لیے مدعو تھے مانکجی
نے ان دونوں آدمیوں سے خواہش
کی کہ ہر ایک ان میں سے ایک کتاب
تصنیف کرے کیونکہ مانکجی کو کتابوں
کا بڑا شوق تھا اور جس کسی شخص
کو وہ انشا پردازی اور تحریر پر
قادر دیکھتا تھا ایک کتاب کی تصنیف
کی فرمائش کر دیتا تھا۔ اسی لحاظ
سے اس نے محمد اسمٰعیل خاں سے
خواہش کی کہ وہ بادشاہان ایران
کی تاریخ قلمبند کریں اور مرزا حسین
سے استدعا کی کہ وہ بابی فرقہ کے

لیکا خود همه جا با دوستان همراه
وازوقایع نیک خبیر و آگاه
است قرارت کن دراین
وقت تاریخ را تصحیح نما تا این
کتاب نحو است خدائی کِبا بخوبی
انجام باید و مقبول طبع دانشمندان
جهان گردد وی خواهش نمود
که نامه نگار فاتحه آنرا بنگارد
وراه نگارش را براو گشاده
دارد این عبد بخواهش وی دو صفحه
از آغاز آن کتاب را نگاشته
وفاتحه آنرا تشبیب مواعظ
وتحریف براحتها وموشح داشته
واو را در نظر بود که آن
کتاب را در دو دفتر ترتیب
نماید دفتر اول در وقایع
ظهور لقطه اولی و دفتر ثانی

و[illegible] روضة الصفا سے نقل کرو اور
مسودہ لکھنے کے بعد ایک ایک
جزو جناب حاجی سید جواد کربلائی
کو جنکا نام اس کتاب میں کئی جگہ
موجود ہے اور جو ابتدائے ظہور باب سے
اسوقت تک کہ جب حضرت بہاء اللہ
عکا میں وارد ہوئے ہیں تو ہر جگہ
ساتھ ساتھ موجود اور واقعات
سے پورے طور سے مطلع اور باخبر ہیں
سناتے جاؤ اور اس باریک نظری
کے ساتھ تاریخ کی صحت کا لحاظ
کرو کہ یہ کتاب خدا کی مرضی سے تکمیل
[illegible] ہو اور باخبر افراد کی نگاہ
میں مقبول ہو سکے۔ انہوں نے
خواہش کی کہ میں اس کتاب کا دیباچہ
لکھدوں اور تحریر کا راستہ اُسکے
لئے صاف کر دوں۔ میں نے اُنکی خواہش سے

یکباره تهمت صرف وکذب محض
است وآنچه از رواة شنیده میشود
هم چندان مختلف ومنافی است
است که آن طائفه مسموع
نیست جواب گفتم که تاریخ از
مرحوم حاجی میرزا جانی کاشانی
که از شهدای طهران وازخوبان
آن اهل بود دردست احباب است
... این کتاب را بدست آرد
وقایع را از آن وتاریخ سنین و
شهور را از کتاب ناسخ التواریخ
واوقات روضة الصفا نقل نما
وپس از ضبط درمسوده هرچند وقتی
رانزد جناب حاجی سید جواد
کربلائی که ناشر دین اوائل
بکار بوده شده وازآغاز ظهور نقطه
اولی تا دوره حضرت بهاء الله

ناسخ التواریخ اور ہدایت رضاخان کی جدید
کا ضمیمہ مفتاح باب الابواب نے تہا انکے
تو مسائل اور گمراہی کی وجہ سے جو کچھ حالات
اس مذہب کے لکھے ہیں وہ سراسر
غلط بیانی اور افترا پردازی پر مشتمل ہیں
اور جو کچھ حالات لوگوں سے زبانی سنے
جاتے ہیں وہ اس درجہ اختلاف رکھتے
ہیں کہ انکو واقعات سے مطابق کرنا
بہت دشوار ہے میں نے جواب میں
کہا کہ ایک تاریخ حاجی میرزا جانی کاشانی
کی جو طہران کے شہید اور اس زمانہ کے اچھے
لوگوں میں سے تھے بہائی جماعت کے
پاس موجود ہے (اس مقام کی عبارت
تاریخ نقطة الکاف کے حالات میں
درج ہو چکی ہے) اس کتاب کو حاصل
کر کے واقعات کو اس کتاب سے اور
تاریخ وماہ وسال کو ناسخ التواریخ

از مسوده بیاض میبرد و چون
مانکجی را در خط و لسان فارسی
خطی و علمی نبود اکثر کتب و
رسائلش که باو منسوب است عبارات آنش
غیر مرتبط و گسیخته و زشت و
زیبا باهم آمیخته است
و با این عیب کتاب تاریخ
جدید را از پس کتاب بے علم و
نویسندگان بدخط هنگام
استنساخ بخیال خود در
ان تصرف نموده اند امروز
هر نسخهٔ آن را ببینید صور
مسوخه و هیاکل ممسوخه
بنظر میآید بحدی که نسخهٔ
صحیحه از آن نتوان یافت
مگر خط خود مورخ بدست
آید دگر نه اعتماد را

اور اس کا مسودہ مجھ کو سنا دیتا۔
منشی اپنے سلیقہ اور طبیعت سے بہت
اچھا مسودہ لکھ کر لاتا اور مانکجی کو سناتا
تھا۔ وہ اس میں کچھ الفاظ کا اضافہ۔ کچھ
الفاظ کی کمی۔ کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ
اس میں ترمیم کر دیتا تھا اور اس صورت
سے پھر وہ صاف کیا جاتا تھا۔ چونکہ مانکجی
کو فارسی زبان کے تحریر و تقریر میں کوئی
مہارت اور علم نہ تھا اسلئے اکثر کتابیں اور
رسالے جو مانکجی کی طرف منسوب ہیں انکی
عبارتیں نامربوط اور پریشان اور مختلف
انداز کی اچھی اور بری ملی ہوئی نظر آتی ہیں
اس عیب کے علاوہ کتاب تاریخ جدید میں
بے علم کاتبوں اور بدخط لکھنے والوں نے
نقل کرتے ہیں کئی بڑے تصرفات کئے ہیں
جس کی وجہ سے اس کتاب کا ہر نسخہ [illegible]
بالکل مسخ نظر آتا ہے اور کوئی ایسا بھی

در حوادث طلوع اقدس ابهی
اما پس از ختم دفتر اول اجل
مهلتش نداد و در سنه ۱۲۹۹ ه
در شهر رشت وفات یافت
لکن مانکجی نگذاشت که آن
تاریخ بدانگونه که نامه نگار
گفته بود انجام یابد بلکه مورخ
مذکور را وادار نمود که آنچه او
گوید بنگارد زیرا عادت
مانکجی این بود که مطلبی را
بمنشی می گفت بنویس و
مسوده آنرا برمن بخوان
و نخست منشی مسوده که
بسلیقه خود و قریحه درست
ترتیب داده بود برای وی
خواند و پس از انکار و تقلیل
عبارت و جرح و تعدیل مطلب

دو صفحے ابتدائے کتاب کے تحریر کر دیئے
اور شروع میں موعظہ و نصیحت اور
سعی و کوشش پر ترغیب و تحریص کے
مطالب درج کئے ان کا خیال تھا
کہ اس کتاب کے دو دفتر قرار دیں پہلا
دفتر نقطۂ اولی حضرت علی محمد باب کے
ظہور کے حالات میں اور دوسرا دفتر
حضرت بہاء اللہ کے ظہور مقدس کے
واقعات میں لیکن پہلے دفتر کے تمام
ہونے کے بعد موت نے انکو مہلت نہ دی
اور ۱۲۹۹ھ میں انہوں نے "رشت"
میں انتقال کیا لیکن افسوس ہے کہ
مانکجی نے اس تاریخ کو اس صورت میں
جو میں نے کہی بھی مکمل نہیں ہونے دیا
بلکہ مورخ مذکور سے کہا کہ جو کچھ میں کہوں
وہ لکھنا اور مانکجی کی عادت یہ تھی کہ وہ
کسی مطلب کو منشی سے کہتا تھا لکھو

خفا، ماندہ است۔ پوشیدہ اور تاریک ہو جاتی ہے۔

(مقدمہ کتاب نقطۃ الکاف صتا)

وہ تبدیلیاں جو تاریخ جدید میں کتاب نقطۃ الکاف کے مندرجات میں ضروری سمجھی گئی ہیں انھیں پروفیسر براؤن نے تو بڑی تشریح کے ساتھ لکھا ہے اور انہوں نے پورے طور سے مقابلہ کرنے کے بعد پوری فہرست ان تغیرات کی درج کی ہے لیکن اُنکا اجمالی خاکہ جس سے نوعیت اُن تغیرات کی سمجھ میں آ سکتی ہے حسب ذیل ہے۔

(۱) جن جن واقعات کے سلسلہ میں صبح ازل کا نام آیا ہے وہ بالکل حذف کر دیئے گئے ہیں اور تاریخ جدید میں کسی جگہ ازل کا نام آنے نہیں پایا ہے۔ سوائے ایک مقام کے جہاں بطور توہین کے ازل کا نام مذکور ہے اور وہ بھی کسی متعصب بہائی شخص نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے خود تاریخ جدید کے اکثر نسخوں میں مذکور نہیں ہے۔

(۲) جو فصل یا عبارت یا جملہ کسی نہ کسی حیثیت سے بہائیوں کے مشرب کے خلاف ہو سکتا تھا وہ حذف کر دیا گیا ہے یا بدلدیا گیا ہے۔ اسلئے کہ جیسا آئندہ کے اجزاء میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائیگا۔ بہائیت کے دور میں مذہب باب کے اصل مسلک سے زمین آسمان کا فرق ہو گیا تھا۔ علی محمد باب کے اقوال و تعلیمات میں

نشاید -

صحیح نسخہ اُسکا دستیاب نہین ہوتا مگر یہ کہ خود
مورخ کے ہاتھ کی کتاب دستیاب ہو بغیر اسکے
اعتماد کے قابل نہین ہے -

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف "تاریخ جدید" کی ہستی
مصنف "نقطۃ الکاف" کے مقابلہ مین کوئی وزن و حقیقت نہین
رکھتی - نیز یہ کہ اس کتاب کی تصنیف مین علامہ میرزا ابوالفضل
گلپایگانی نے جو شرائط قرار دیئے تھے اُن مین سے کسی پر عمل نہین
ہوا اور وہ مانکجی زردشتی کے قلم کی دستبرد سے بالکل مسخ ہو کر رہ گئی -
اس کتاب کو بھی انگریزی ترجمہ کرکے پروفیسر براؤن نے
سنہ ۱۳۱۰ھ مین اپنے مخصوص مقدمہ اور حواشی کے ساتھ طبع کرایا
ہے لیکن اس کتاب کی تاریخی اندھا دھند کا پروفیسر براؤن نے
جو ماتم کیا ہے اُسکو انہی کی لفظون مین ضرور سن لیجئے -

مولف "تاریخ جدید کتاب
حاجی میرزا جانی را بکلی نسخ بل مسخ کردہ
است و باندازۂ جرح و تعدیل و تحریفات
مغرضانہ درآن نمودہ کہ بکلی حقیقت تاریخ
دورۂ اولائی بابیہ در پردۂ

تاریخ جدید کے مصنف نے حاجی
میرزا جانی کی کتاب کو بالکل نسخ بلکہ
مسخ کر دیا ہے اور اس قدر کاٹ پیٹ
اور خود غرضانہ تصرف کئے ہین کہ
بالکل بابی مذہب کے ابتدائی تاریخ کی حقیقت

پائے۔ وہ وفاداری کو صروری بتلانے تھے اور اطاعت حکم سلطان کو عین ایمان۔ پہلے زمانہ کے لوگ ظاہری حیثیت سے مالک زمین بننا چاہتے تھے۔ وہ اپنے دشمنون کو نیست ونابود کرکے ایران کی سلطنت پر خود قبضہ کرنے اور دنیا پر اپنی سلطنت کا پھریرا اڑانے کے مدعی تھے۔ حضرت بہاء اللہ کے زمانہ مین وہ تمام خیال خواب تھے سلطنت سے مراد روحانی سلطنت اور بادشاہت باطنی یا دنیا ہوچکی تھی اس لئے نہ اب کوئی سلطنت کی خواہش تھی، نہ غلبہ کی ہوس

یہ تمام وہ اختلافات ہین جو بہائیت کے اصل سنگ بنیاد یعنی بابی مذہبیت کے ساتھ بہاء اللہ کے زمانہ کے مسلک کو ہوگئے تھے

اور پھر چونکہ سنگ بنیاد اس مذہب کی حقانیت کا اصل بابی مذہب ہے اسلئے اگر بابی تاریخ کے واقعات دور اول مین وہ چیزین نظر آجائین کہ جنسے موجودہ نقطۂ نظر اور مسلک و مشرب کے خلاف ظاہر ہوجاتا ہے تو موجودہ مذہب کی حقانیت قائم نہین رہ سکتی اس لئے ضرورت ہے کہ بابی مذہب کی ابتدائی تاریخ بھی جو لکھی جائے وہ اس طرح کہ بابیت کا ابتدائی دور بہائیت کے آخری دور کے سانچہ مین ڈھلجائے اس لئے واقعات کو بدلنے اور حقیقتون کو منقلب کرنے کی ضرورت ہے جس کے متعلق پروفیسر براؤن لکھتے ہین کہ

دو شعبے تھے ایک عرفان سے تعلق رکھتا تھا جس میں حکمت وعرفان کا پہلو نظر تھا (اگرچہ ہمارے نزدیک وہ حکمت وعرفان وہی ورد ازکار الفاظ ہیں جنھیں معانی سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن بہائی مذہب کے لیئے تو وہ بہرحال وحی آسمانی کا درجہ رکھتے ہیں) دوسرے اخلاقیات جو صرف معاشرت باہمی سے متعلق تھے۔ حضرت بہاء اللہ نے اپنے تعلیمات میں پہلا حصہ تقریبًا بالکل نظر انداز کردیا اور جہاں تک ممکن ہوا یہ کوشش کی کہ وہ جز بالکل کمزور بلکہ معدوم ہو جائے اور علی محمد باب کے اخلاقی تعلیمات کو تفصیل، تشریح و توضیح کے ساتھ پیش کیا۔ اسکے علاوہ بابیت کے دور میں سلطنت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا نفاق کی دلیل سمجھا جاتا، بغاوت کرنا اور سلطنت کے احکام سے سرتابی کرنا عین ایمان سمجھا جاتا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ شورشیں ہوئیں اور ہنگامے برپا ہوئے اور بابی افراد قید ہوئے جیلخانہ گئے اور طرح طرح کی سخت تکلیفوں کے ساتھ قتل کئے گئے۔ بہائی دور میں جہاد کی تمام آرزوئیں خاک میں مل چکنے کے بعد اب امن پسندی اور رواداری کے مظاہرہ کا زمانہ تھا۔ بہاء اللہ حکومت ایران کے ساتھ صلح و مدارات کے اظہار کی کوشش کرتے تھے اور حتی الامکان یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح مخالفت کا اظہار نہ ہونے

حضرت بہاء اللہ کی جانب سے انہیں عکا میں ہدیۃً دی گئی تھی انہوں نے بڑے آب و تاب سے انگریزی ترجمہ کے ساتھ سنہ ۱۸۹۱ء میں شائع کرائی۔ بہائی حضرات اس کتاب کو بڑے شد ومد کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ایک غیر جانبدار اور غیر متعلق شخص نے بہائیت کے متعلق ان خیالات کا اظہار اور ان واقعات کو تحریر کیا ہے جو یقیناً قابل قبول اور تعصب و جانبداری سے دور ہیں۔ لیکن اس کتاب کی اصلی حقیقت خود پروفیسر براؤن کی زبان سے سنئے اور تعجب کیجئے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ نقطۃ الکاف (صلا)

ابتدا از متن کتاب مقالۂ سیاح	سب سے پہلے میں نے اصلی کتاب
راکہ عباس آفندی پسر بزرگ	مقالۂ سیاح کو جو بہاء اللہ کے بڑے بیٹے
بہاء اللہ بقصد اعلاء کلمۂ بہاء اللہ	عباس آفندی نے بہائیت کی ترقی
و نشر افکار او و تخفیف درجۂ	اور اس کی نشر و اشاعت اور باب
باب و تقلیل اہمیت او در حدود	کے درجہ اور اس کی اہمیت کو کم کرنے
سنہ ۱۳۰۲ تالیف نمودہ و یک	کی غرض سے سنہ ۱۳۰۲ھ کے حدود میں
نسخۂ بسیار خوبی از آن کہ بخط	تصنیف کی تھی اور ایک بہت عمدہ
زین المقربین از کتّاب	قلمی نسخہ اس کا زین المقربین کے
خوش خط بہائی است	ہاتھ کا لکھا ہوا جو بڑے خوش نویس

ہیں اسنے عملی کہ مؤلف	یہی وہ فرض تھا جس کو مصنف
تاریخ جدید بعہدہ گرفت و بطور	تاریخ جدید نے اپنے ذمہ لیا اور بطور
دلخواہ بلکہ خیلی ہم ما فوق دلخواہ	دلخواہ بلکہ دلخواہ سے بھی بہت
از عہدہ بر آمد۔	زیادہ اس کو انجام دیدیا۔

یہ ہے کتاب تاریخ جدید جو بہائی مذہب کا پہلا تاریخی سرچشمہ ہے

(۳)

کتاب مقالۂ سیاح

یہ ایک گمنام، بے اسم و رسم، یورپین سیاح کی طرف منسوب ہے
دہشت و وحشت کی انتہا ہے کہ اُسنے کسی غیر معروف اسم و لقب کے
ساتھ بھی شایع نہین کیا گیا کہ کہین اُس نام کا شخص تحقیق سے نہ دستیاب
ہو یا اتفاق سے موجود ہو اور وہ انکار کردے کہ مینے اس قسم کی کتاب
نہین لکھی اس لیئے وہ صرف سیاح کے عنوان سے معنون ہے۔

پروفیسر براؤن کی یہ انصاف پسندی اور تحقیق پروری تھی کہ
اُنہون نے جس طرح بہائی مذہب کے مخالف کتابین طبع کرائی ہین
اُسی طرح خاص بہائی مذہب کی کتابون کی بھی نشر و اشاعت کے
سبب ہوئے ہین۔ چنانچہ یہ کتاب مقالۂ سیاح بھی جو خاص طور سے

یہ دیکھنے کے قابل ہے کہ عباس آفندی یعنی غصن اللہ الاعظم حضرت عبد البہاء ایسے ذمہ دار شخص کا اور وہ بھی حضرت بہاء اللہ کے زمانہ مین یہ طرز عمل کہ وہ خود کتاب تصنیف کرین لیکن ایک غیر متعلق سیاح کی طرف منسوب کردین تاکہ لوگ غلط فہمی مین مبتلا ہون اور کتاب کو ایک یورپین سیاح کا نتیجۂ قلم سمجھ کر اس پر ایمان لائین کس حد تک امانت ودیانت کے خلاف اور حقیقت پروری کے منافی ہے۔

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ بہائی حضرات کی طرف سے یہ کتاب تو اس جوش وخروش سے پیش کیجائے یہ کہکے کہ ایک غیر متعلق یورپین سیاح کے قلم کی لکھی ہوئی ہے لہذا ماننے کے قابل ہے حالانکہ نہ اس مصنف کا نام معلوم نہ نشان، نہ یہ کہ وہ کس درجہ اور پایہ کا شخص تھا اور پروفیسر براؤن ایسے غیر متعلق یورپین محقق کے بیانات کو یہ کہکر مسترد کردیا جائے کہ انہون نے مرزا یحیی صبح ازل اور انکے پیروؤن سے رشوت لے لی تھی کتنے افسوس کی بات ہے۔

بہرحال یہ مقالۂ سیاح کتاب پروفیسر براؤن کی طبع کردہ تو ہماری نظر سے گذری نہین ہے لیکن خود بہائی جماعت کی شایع کردہ ہمارے سامنے ہے اور ہم اس سے ضروری مطالب کے سمجھنے مین مدد حاصل کرینگے۔

در عکا بمن هدیه داده بودند عین این نسخه را چاپ عکس نمودم۔

بہائی کاتبوں میں سے ہیں مجھکو عکا میں بطور تحفہ دیا گیا تھا میں نے اصل نسخہ کو فوٹو کی صورت سے شایع کیا۔

دوسری شہادت خود بہائی مذہب کی تاریخ "در کواکب الدریہ فی مآثر البہائیہ" (جس کا ذکر آئندہ آئیگا) کے مصنف مرزا عبدالحسین آوارہ کی ہے جو اپنی کتاب "کشف الحیل" میں لکھتے ہیں (جلد ۱ صفحہ ۱۹۰)

مقالۂ سیاح کہ از قلم خود عباس آفندی است و با مهارتی که های تاریخی را پوشانیده است۔

مقالہ سیاح خود عباس آفندی کا نتیجۂ قلم ہے اور اس میں بڑی مہارت سے تاریخی کمزوریوں پر پردہ ڈالا گیا ہے۔

صفحہ ۱۹۲ تاریخ سیاح کہ تاریخ بیست سالۂ دورۂ باب است تا ابتدای زمزمۂ بهاء و آن هم چون بقلم عبدالبهاء است هرچند بهائیان اعتنا زیاد بآن دارند ولی بیطرفان می دانند که بکلی بی اعتبار است۔

تاریخ سیاح جو علی محمد باب کے ظہور سے بہاء اللہ کے ابتدائے زمانہ تک کے بیس سال کی تاریخ ہے وہ چونکہ عبدالبہاء کے قلم کی لکھی ہوئی ہے اس لئے بہائی حضرات کو اس پہ کتنا ہی بھروسا کیوں نہ ہو لیکن غیر جانبدار اشخاص سمجھ سکتے ہیں

عنوان ہستند و این عنوان آیت تقدیس در ملکوت رحمن"

ایک لوح میں تحریر ہے۔ "الٰہی الٰہی ان عبد الحسین قد نادی اهل المشرقین الخ" خداوندا گواہ رہنا کہ عبد الحسین نے تمام اہل مشرق و مغرب کو تیرا پیغام پہونچا دیا"

ایک لوح میں "یار باوفا" ایک جگہ "ایها الرجل الرشید" ایک جگہ "اے بندۂ ثابت جمال قدم" ایک جگہ "اے ناشر نفحات اللہ" ایک جگہ "رئیس و مرکز اوربا تبلیغ" ایک لوح میں یہ کہ۔ "آنچه از قریحۂ الہام سریحہ آنجناب صادر شده بود ملاحظہ گردید"

اس عظمت اور شخصیت کا نتیجہ تھا کہ آخر میں یورپ میں تبلیغ کیلئے انہی کو منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت ولی امر اللہ شوقی آفندی نے جو تحریر اپنے قلم سے لکھی ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

احبّاء اللہ و اماء الرحمن در	خدا کے دوستوں اور اللہ کی
انگلستان و فرانسه و آلمان	کنیزوں کے تمام جو انگلستان، فرانس
و ایطالیا و سویس علیہم بہاء اللہ	جرمن، اٹلی اور سویس میں ہیں۔
الابہی۔ برادران و خواہران	اے میرے محبوب بھائی اور بہنو حضرت
محبوب من در ایام حضرت	عبد البہاء کے ایام کے سلسلہ میں
عبد البہاء جناب عبد الحسین آواره	جناب عبد الحسین آواره عبودیت

کتاب کواکب دریہ فی مآثر البہائیہ

مصنفۂ

مرزا عبدالحسین آوارہ

یہ عبدالحسین آوارہ بہائی مذہب کے انتہائی سرگرم اور علامہ ابوالفضائل گلپایگانی کے بعد سب سے بڑے معتمد و معتبر نام آور وکلا۔ آور مبلغ تھے۔ حضرت عبدالبہاء عباس آفندی کو انکی امانت دیانت، استقلال و استقامت پر بڑا اعتماد، کامل وثوق و اطمینان تھا اور اُنہوں نے تقریباً پچاس لوحین ان کے نام تحریر فرمائیں جن مین اُنہین بڑے بڑے گرانقدر اور بیش قیمت القاب سے یاد کیا۔ ایک لوح مین تحریر کیا "اے آوارۂ عبدالبہاء سرگشتۂ کوہ و بیابانی و گم گشتۂ بادیہ و صحرا این چہ موہبتی است و این چہ منقبتی" الخ۔

اسی کے بعد سے وہ آوارہ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ ایک اور لوح مین اُنہین اپنا ہمنام کہا۔

"اے سمی عبدالبہاء تو عبدالحسینی و من عبدالبہاء این ہر دو یک

و آگاهی او بر جمیع صور و
عوالم این امر و علم وسیع
و اطلاع کامل او بر تاریخ
این امر و مصاحبت و مرافقت
وی با مومنین درجهٔ اولی
و اسبق یعنی پیشوایان و
شهدائے این امر یقین دارم
برائے هر یک از شماها دلربا
خواهد بود و موجب اطلاع
و آگاهی شما خواهد گشت
که بیشتر مانوس شوید باسرار
داخلی این امر و آگاه گردید
بر تحمل صدماتی که کسانی
در این امر عجیب کرده اند
امید است که مسافرت
و توقف ایشان در
ممالک شما موجب تائیدت

. . . .
. . . .
. . . ترقی دین حضرت بهاءالله
کے عمومی تعلیمات کو تمام جگہ اس تجربہ
اور واقفیت کی بنا پر جو آوارہ کو
حاصل ہے اور انکا باخبر ہونا اس
مذہب کی تمام صورتوں اور عالموں
کے اوپر اور اُن کا ہمنشین اور ہمدم
رہنا اول درجہ کے قدیم مومنین
پیشوایان مذہب اور اس راستہ
مین شہید ہونے والون کے ساتھ
مجھے یقین ہے کہ وہ تم مین سے ہر شخص
کے دل کو کھینچ لین گے اور تمہاری
واقفیت اور معلومات مین وسعت
کے باعث ہونگے کہ تم لوگون کو زیادہ
اس مذہب کے اندرونی امور پر
اطلاع ہو اور تمھین معلوم ہو کہ

باشعلهٔ بندگی وحرارت تعالیم
واحتراقی که مقصود ورحلت آن والی
محبوب ما در هر دلی برافروخته
است عازم اروپا است و
دیدن خواهد کرد مراکز بهائیه را
در آن اقلیم بزرگ برای اینکه
او بکمک بسیاری از احبّاء در آن
اقطار ندائی یا بهاء الابهی را
مرتفع سازد و آتش میل و محبت
شما را در امر الٰهی مشتعل گرداند
او مستعد است برای چنین خدمت
مهمّی و من اطمینان دارم که با
توفیق خدا و بمدد صمیمی قلبی
احبای عبدالبهاء او قدرت
خواهد یافت ترقی دادن تعالیم
عمومی بهاء الله را در همه جا. با تجربه
واطلاع بسیاری که آواره دارد

کے شعلہ اور تعلیمون کی گرمی اور
اُس سوزش کے ساتھ جو انتقال
نے ہمارے محبوب آقا (حضرت
عبدالبہاء) کے تمام دلون مین
بھڑکا دی ہے یورپ جانے کے عازم
ہین اور جاکر دیکھین گے تمام بہائی
مرکزون کو جو اُس بڑے اقلیم مین
ہین اس غرض سے کہ امداد سے بہت
سے دوستون کی اُن اطراف مین وہ
یا بہاء الابہی کی آواز کو بلند کرین اور
تمہاری رغبت اور محبت کی آگ
کو امر خدا کے بارہ مین مشتعل کرین
وہ آمادہ ہین اس بلند خدمت کے
بجالانے کے لیئے اور مین اطمینان
رکھتا ہون کہ وہ خدا کی توفیق اور
عبدالبہاء کے دوستون کی سچی امداد
سے قادر ہون گے اس بات پر کہ

لیکن اس کتاب کی تاریخی حیثیت کتنی کمزور ہو گئی ہے۔ اس کو ذیل کی سطروں میں ملاحظہ کیجئے۔

اتفاق کی بات ہے کہ یہ "آوارۂ عبد البہا۔ سمی عبد البہاء۔ یار باوفا۔ بندۂ ثابت جمال قدم۔ ناشر نفحات اللہ رئیس و مرکز امور تبلیغی" وغیرہ وغیرہ بقول حضرت عبد البہاء اور "واقف اسرار و رموز بہائیت۔ ہمدم و رفیق پیشوایان بہائی" (بقول حضرت شوقی) ایک مرتبہ مذہب بہائی سے کنارہ کش ہو کر مذہب اسلام میں داخل ہو گئے اور فقط اپنے قلبی ایمان کو بہاء اللہ سے نہیں ہٹایا بلکہ قلم لیکر جہاد میں مصروف ہو گئے اور وہی "واقفیت و اسرار رموز باطنی سبب ہوئی کہ راز حقیقت پر آنے کے بعد "رازہائے درون پردہ" طشت از بام ہو گئے تین جلدوں میں ایک کتاب "کشف الحیل" ایسی لکھدی جس نے بہائیت کی رگ جان کو بالکل قطع کر دیا۔

جب "آوارۂ عبد البہاء" تھے تو "آوارہ" کہلاتے تھے اسلام کے بعد انہوں نے "آیتی" لقب و تخلص اختیار کیا۔

اب یہ مرزا عبد الحسین آوارۂ سابق اور آیتی حال کواکب دریہ کے مصنف پہلے اور کشف الحیل کے مصنف بعد دیکھیں خود اپنی کتاب تاریخ "کواکب دریہ" کی نسبت کیا تحریر کرتے ہیں

تازہ شود برائے بیش رفت
امر در مغرب و مشرق
برانگیزد و دل گرمی و
دلچسپی و سعی را هم در
تاریخ و هم در سائر
مسائل رئیسه امر بہائی۔
(برادر و همکار
شما شوقی)

بہت سے لوگوں نے اس مذہب کی
اشاعت میں کیا تکلیفیں برداشت
کی ہیں اور انکا قیام اس ملک میں
خاص تقویت کا سبب ہوگا اس
مذہب کی اشاعت کیلئے مغرب کے ملک میں اور
دلچسپی پیدا کریگا اس مذہب کے تاریخی
اور مذہبی معلومات کے حاصل کرنے میں۔
تمہارا بھائی اور رفیق کار شوقی

اس خط میں خاص طور سے جناب مرزا عبدالحسین آوارہ کی وسعت معلومات، مذہب بہائی کے داخلی موزوں اسرار سے واقفیت اور سابق الایمان، درجۂ اولی کے پیشوایان مذہب کے ساتھ ہمنشینی و رفاقت کا اقرار کیا گیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آوارہ کو بہائی مذہب میں کتنا ممتاز درجہ حاصل تھا۔

بہائیت کی آخری اور مکمل تاریخ جو اب مذہب بہائی کا سرمایۂ ناز و گنجینۂ افتخار ہے انہی آوارہ کی تصنیف "کواکب الدریہ فی مآثر البہائیہ" ہے جس میں بابی مذہب کے ابتدائی دور سے لیکر بہائیت کے اس آخری زمانہ تک کے حالات تفصیل سے درج کیے ہیں۔

مضامین آن با مضامین مقالۂ
سیاح کہ اثر قلم خود عباس
آفندی است و یا مہارتی لکہ
ہای تاریخی را پوشانیدہ
است اختلاف پیدا نکند واز
طرفی با کتاب "نقطۃ الکاف"
حاجی میرزا جانی کاشانی کہ
پروفسور براون بطبع آن پرداختہ
موافقت نماید

بہائی مذہب کیلئے مفید ہی ثابت ہو اور
انکا اصرار یہ تھا کہ اس کتاب کے مضامین
مقالۂ سیاح کے مضامین کے ساتھ جو
خود عباس آفندی کا لکھا ہوا ہے اور
جس میں بڑی چالاکی سے تاریخی دھبوں
کو چھپایا گیا ہے مختلف ہو اور دوسری
جانب کتاب نقطۃ الکاف حاجی میرزا
جانی کاشانی کے جو پروفیسر براؤن نے
طبع کرائی ہے موافق ہونے پائے۔

صفحہ ۹۲ پر لکھا ہے۔

کتاب تاریخ بندہ سہ دفعہ
در تحت نفوذ حضرات بتحریفات
وجعلیات مبتلا شدہ واخیرا
کہ در مصر قرار شد طبع شود
باز ورثۂ عبد البہاء تصرفاتی
در آن بکار بردند و اینک
می گوئیم آن کتاب کہ بعدا

میری تاریخ کی کتاب تین مرتبہ
ان حضرات کے زیر اثر تحریفوں اور
جعلی باتوں کی مصیبت میں گرفتار
ہوئی اور آخر میں کہ جب مصر میں کتاب
کے شایع ہونے کی رائے قرار پائی تو
پھر وارثان عبد البہاء نے اس میں
کچھ تصرفات کئے اور اب میں اعلان

ہمین یہ تاریخ بہائیت کی کہانی خود اُس کے مصنّف کی زبانی
کشف الحیل جلد ۱ صفحہ ۱۹ مین نظر آتی ہے۔

در مراجعت ازاین سفر براثر	اس سفر سے واپسی مین رؤسائے
پیشنہاد روسائے مرکزی ومحافل	مرکزی اور مختلف شہرون کی محافل
بلاد بنگارش کتاب تاریخی	روحانی (انجمنون) کی قرارداد کے بموجب
مشغول شدم کہ درابتداء	تصنیف مین ایک کتاب تاریخ کے
بنام "آثار البہائیہ" موسوم	مصروف ہوا جس کا شروع شروع
داشتم وبطبع ژلاتینی قناعت	مین نے "آثار البہائیہ" نام رکھا تھا
کردم بعد بعضی تشویق برطبع و	اور ہاتھ کے چھاپہ سے چند نسخون کے
نشرآن کردند وچون خواستم	چھپنے پر اکتفا کی تھی پھر کچھ لوگون نے
طبع کنم عباس آفندی نسخہ آنرا	اس کی طباعت واشاعت کا شوق
طلبید ودستوراتی داد ناچار	دلایا اور جب مینے چاہا کہ اُسے طبع کرون
بسیاری ازآنرا تغییر دادم و	تو عباس آفندی (عبد البہاء) نے
آن تاریخ صورت تغییراتی	اُس کا نسخہ منگوایا اور کچھ خاص
بخود گرفت کہ برمنفعت	ہدایتین کین مجبوراً بہت سا حصہ
خودش تمام می شود	اُس کتاب کا مینے بدل دیا اور اُس کتاب
وازآن اصرار داشت کہ	مین ایسے الفاظ درج کیے گئے کہ جس طرح

به (کواکب الدریه) موسوم
شده در دو مجلد یکی از درجهٔ
اعتبار ساقط است و هرکس
دیگر هم تاریخ بنویسد بے
اساس است زیرا سرمایه‌اش
را از ان کتاب خواهد
گرفت چه غیر از این تاریخی
درمیان حضرات نیست

کرتا ہوں کہ وہ کتاب جو بعد میں
"کواکب دریہ" کے نام سے موسوم ہوئی
اور دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے بالکل
درجۂ اعتبار سے گری ہوئی ہے اور
جو شخص اس کے بعد تاریخ لکھے وہ
بھی بے بنیاد ہوگی کیونکہ وہ ماخذ
اپنا اسی کتاب کو قرار دیگا اس لیئے
کہ اس کے علاوہ بہائی حضرات
کے پاس کوئی کتاب تاریخ کی موجود ہی
نہیں ہے۔

دوسری جلد میں ص۴۳ پر بدشت کا قصہ لکھتے ہوئے
تحریر کیا ہے۔

(یہ مکمل عبارت ہم نے حصہ اول میں درج کی ہے۔ اس
موقع پر بقدر ضرورت نقل کیا جاتا ہے)۔

نگارنده در موقع تالیف
و تصنیف کتاب "کواکب
الدریه فی مآثر البهائیه"

میں "کتاب کواکب دریہ
فی مآثر البہائیہ" کی تصنیف کے
موقع پر اس درجہ بہائی جماعت میں

پروفیسر موصوف نے رسالہ پر تنقید بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو
مقدمہ ص ۳۴)

"کم مذہبی در تاریخ دیدہ شدہ کہ در عرض مدت ۶۹ سال اتباع
مذہب میرزا علی محمد باب اینقدر تغییر یافتہ و تبدیلات در آن
روی دادہ باشد" (ترجمہ) "کوئی مذہب تاریخ میں ایسا نہیں
گذرا ہے جس میں ۶۹ سال کی قلیل مدت میں میرزا علی محمد باب
کے مذہب کے اتنے تغیرات ظاہر ہوئے ہوں اور اتنی تبدیلیاں
کی گئی ہوں"

لیکن اس پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں ہے جس مذہب
کے افراد بلکہ پیشوا یا رہنما اپنی مذہبی دیانت و امانت کی
چیز نہ ہو اور مذہب کی بنیاد ہی سیاست پر ہو تو ایسے گروہ کے اور مذہب کی تاریخ
میں ایسے انقلابات ہونا اس کی فطرت کا تقاضا ہے اور ایسا ہونا
ناگزیر ہے۔

ایسے مذہب کی حقیقت کا پتہ چلانے کے لیے اسکے قدیم ترین
لٹریچر کو دیکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور بغیر اسکے اس کی اصلی
ابتدائی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا اور اسی لئے ہم تاریخ بابیت
کے لیے نقطۃ الکاف حاجی میرزا جانی کو بہترین ماخذ سمجھتے ہیں۔

ایسی کتاب جس کے متعلق خود اس کے مصنف نے اپنے بعد کی تصنیفات میں مذکورۂ بالا خیالات کا اظہار کیا ہو کس حد تک معتبر سمجھی جا سکتی ہے؟ اس کا فیصلہ ارباب نظر خود کر سکتے ہیں۔

بس ختم ہو گیا بہائی تاریخ کا ذخیرہ۔ آپ نے دیکھا کہ وہ کتنا تاریک سے تاریک تر ہوتا گیا ہے۔

علامہ براؤن نے اس پر اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے (مقدمہ نقطۃ الکاف صفحہ ۴۹)۔

یک مسئلہ ہست کہ من	ایک بات ہے جس کا مجھے یقین
در آن خصوصیت قطع دارم و	ہے اور وہ یہ ہے کہ جتنا بہائی مذہب
آن اینست کہ ہر چہ طریقۂ بہائی	زیادہ پھیلتا ہے اور مخصوص طور
بیشتر منتشر میگردد مخصوصاً در	سے ایران کے باہر اور پھر خصوصیت
خارج ایران در بلاد بعیدہ مانند اروپا	کے ساتھ یورپ اور امریکہ میں اُتنی
وامریکا بہمان اندازہ حقیقت تاریخ	ہی بابی مذہب کی حقیقت اور اس
بابیہ وماہیت مذہب این	جماعت کے مذہب کی ماہیت اپنے
طائفہ در ابتدائی ظہور آن	ظہور کی ابتدا میں زیادہ تاریک ہوتی
تاریک تر و مغشوش تر و مدلس	کھوئی اور زیادہ مشتبہ ہوتی
تر میگردد۔	جاتی ہے۔

کرے گا۔ کئی سو صفحہ کی کتاب ہے۔ کثیر التعداد مسائل پر مستقل طویل بیانات ہیں، علم المعاشرت کی بنا پر لکھا ہے کہ او بات ہیں آپس کی بات چیت میں ایسے پڑے خطیبانہ بیانات نہیں ہوا کرتے ہیں، پھر یہ بھی ظاہر نہیں کیا گیا ہے کہ خاتون موصوفہ اختصاد زنویسی کے فن کی ماہر تھیں اور انہوں نے اس طور پر ان بیانات کو تحریر کیا ہے۔

مصنف "کشف الحیل" جو بہائی تاریخ "کواکب دریہ" کے مصنف ہیں انکا تو بیان ہے کہ خاتون موصوفہ کو خبر بھی نہیں تھی اور ان کے عکّہ سے واپس ہونے سے عرصہ کے بعد یہ کتاب تصنیف ہوکر انکے پاس امریکہ بھیجی گئی کہ تم اپنے اہتمام سے اس کو شایع کرادو، بہرحال اس سے بحث نہیں یہ کتاب خاتون مذکورہ کلیفورڈ بارنی کے اہتمام سے مطبع بریل شہر لیدن (ہالینڈ) میں ۱۹۰۸ء میں شایع ہوئی ہے اور مذہب بہائی کے متعلق کافی معلومات کا ذخیرہ ہے۔

سفرنامہ عبدالبہاء

اس کا اصلی نام "بدائع الآثار فی سفر مولی الاخیار الی ممالک

اور وہ ہمارے پیش نظر ہے۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ کچھ ایسی کتابیں ہیں جو اپنے موضوع تالیف کے اعتبار سے تاریخی حیثیت نہیں رکھتی ہیں مگر ضمنی طور پر ان سے مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔ ان میں سے کچھ حسب ذیل کتابیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

النور الابہیٰ

فی

مفاوضات عبد البہاء

یہ کتاب حضرت عبد البہاء عباس آفندی خلیفہ و جانشین حضرت بہاء اللہ کے محررات یا ملفوظات ہیں۔ ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ امریکہ کی ایک معزز خاتون کلیفورڈ بارنی نے ایک عرصہ تک "عکہ" میں رہ کر حضرت عبد البہاء سے دوپہر اور شام کے کھانے کے موقع پر جو ملفوظات اور تقریریں سنی ہیں وہ انہوں نے روز کی روز قلمبند کر لی تھیں اور یہ اُن کا مجموعہ ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے غیر متعلق انسان کبھی اس بیان کی تصدیق نہیں

رکھیں اور کسی جذبہ کے ماتحت اس کا مطالعہ نہ فرمائیں۔

حضرت بہاء اللہ مرزا حسین علی نوری مازندرانی

شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے، بہائی اعتقاد کے مطابق سلسلۂ انبیاء کے مقصود اصلی، خداوند عالم کے ظہور اعظم، نزول مسیح، رب الافواج کی آمد، لقاء اللہ، حشر و نشر و قیامت سب کے مصداق حقیقی، حضرت نقطۂ اعلیٰ مبشر اعظم (مرزا علی محمد باب) جل ذکرہ کی کتاب "البیان" کے "من یظہرہ اللہ" جن کے آنے کی نوید اور بشارت دینے کے لیے علی محمد باب وہی حیثیت رکھتے تھے جو یوحنا اصطباغ دہندہ حضرت یسوع مسیح روح اللہ کے لیے۔

خاندان ملک ایران۔ شہر مازندران کے ملحقات میں ایک قصبہ ہے "نور" اس قصبہ کے رہنے والوں میں ایک شخص تھے مرزا عباس مشہور بہ مرزا بزرگ جو طہران میں سرکاری ملازم تھے۔ بہائی مصنفین کا اظہار ہے کہ وہ حکومت طہران میں وزیر کا درجہ رکھتے تھے۔

ملاحظہ ہو "النور الابہی" صفحہ ۲ حضرت عبدالبہاء مرزا عباس آفندی

اور دیا بالعزۃ والاقتدار" ہے۔ یہ حضرت عبد البہاء کے مسافرت یورپ کے حالات ہین جو اُنکے مخصوص اور مقرب رفیق سفر میرزا محمود زرقانی نے روزنامچے کی صورت سے مرتب کیئے ہین اور بمبئی مین شایع ہوئے ہین۔ اس مین بھی حضرت عبد البہاء کے بہت سے ملفوظات جو باہمی گفتگو اور عام محافل مین تقریرون کی صورت مین ہین درج کئے گئے ہین اور ان سے ہمکو بہت کچھ فوائد حاصل ہوئے ہین جنسے اس کتاب مین وقتاً فوقتاً مدد لیجائیگی۔

ان کے علاوہ ایسی کتابین ہین جو مذہبی و استدلالی حیثیت رکھتی ہین اور اُنکا تذکرہ کتاب کے اُس حصہ مین کیا جائیگا جو مذہبی عقائد دلائل کے ساتھ متعلق ہوگا۔

اب ہم اصل کتاب کو شروع کرتے ہین اور امید کرتے ہین کہ کہین ہماری تحریر اور بیان واقعات مین اظہار خیالات کے سلسلہ مین تنگ نظری اور تعصب مذہبی کا جذبہ پیدا ہونے پائے جیساکہ اپنے تمام تصانیف مین ہماری کوشش بھی رہتی ہے ہم ہر چیز کو خواہ تاریخی ہو یا مذہبی سمجھنے کی کوشش کرتے ہین اور سمجھ گئے ہین تو وہی لکھتے ہین جو سمجھتے ہین۔

ناظرین سے بھی امید ہے کہ وہ مطالعہ مین اسی اصول کو محفوظ

پیشوایان مذہب بہائیت اس سے بے خبر ہیں۔

ولادت کی صحیح تاریخ مقرر کرنے میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے غیر بہائی حضرات کا قول ہے کہ ۲۱ محرم کو پیدا ہوئے ہیں اور بہائی حضرات کہتے ہیں کہ دوسری محرم کو متولد ہوئے۔

قارئین کرام کو تعجب ہوگا کہ آخر یہ اختلاف کی کونسی بات تھی۔ لیکن نہیں۔ اس اختلاف پیدا ہونے کا بھی ایک راز ہے۔

بات یہ ہے کہ حضرت علی محمد باب کی ولادت (جیسا کہ پہلے حصہ میں درج کیا جا چکا ہے) یکم محرم ۱۲۳۵ھ کو ہوئی ہے۔

حضرت بہاء اللہ اس کے دو سال پہلے ۱۲۳۳ھ میں متولد ہوئے۔ اگر آپ کی ولادت ۲۱ محرم کو ہو تو آپ ۲۰ دن کم دو برس حضرت علی محمد باب سے بڑے قرار پائیں گے لیکن اگر ۲ محرم کو ولادت ہے (جیسا کہ بہائی حضرات کا قول ہے) تو بالکل ٹھیک ٹھیک دو برس کی چھٹائی بڑائی ہوتی ہے۔

ایک طرف رسولؐ کی ایک حدیث ہے جو اکثر صوفیہ وعرفاء کی زبان پر گردش کرتی ہے (اگرچہ مستند احادیث میں اس کا پتہ نہیں ہے)۔ وہ یہ ہے کہ انا اصغر من ربی بسنتین۔

"میں اپنے پروردگار سے دو برس چھوٹا ہوں"

میں قصبۂ نور (مازندران) میں ہوئی۔ مرزا نبیل زرندی جو بارگاہ بہاء اللہ کے مقرب شاعر تھے انہوں نے تاریخ ولادت حسب ذیل شعر میں نظم کی ہے۔

مستعد باشید یاران مستعد جاء یوم غیب لم یولد ولد

کیا معنی؟ کہ وہ ہستی جس کے لیے قرآن میں "لم یولد" (وہ پیدا نہیں ہوا) کہا گیا ہے۔ آج کے دن پیدا ہو گئی۔

یہ کتنا گمراہ کن خیال ہے؟ اس کا اندازہ ہر شخص کرسکتا ہے ممکن ہے کہا جائے کہ یہ ایک غیر ذمہ دار شاعر کا کلام ہے۔ اسکی پیشوایان بہائیت کو خبر بھی نہ ہوگی لیکن ایسا نہیں ہے۔

"کتاب اقدس" جو حضرت بہاء اللہ کی الہامی شریعت کا مجموعہ ہے اس میں بعض احکام کی فروگذاشت کا احساس ہونے پر حضرت نے ایک کتاب سوال و جواب تصنیف فرمائی تھی جس میں "نبیل زرندی" سوال کرنے والے قرار دیئے گئے ہیں اور آپ جواب دینے والے۔ اس کتاب کا نام "سوال و جواب" ہے اور وہ بطور تتمہ کتاب اقدس شایع ہے۔ اس پر حضرت بہاء اللہ نے دستخط بھی فرمائے اور اس کی تصدیق کی ہے اس کتاب میں "عید مولود" کے سلسلے میں یہ شعر موجود ہے، جس کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا کہ

معتقد ہین کہ وہ "من یظہرہ اللہ" بہاء اللہ ہی ہین۔

وہ تمام خواص و آثار، علامات و خصوصیات جو "من یظہرہ اللہ" کے لیے ذکر گیئے ہین آپ پر منطبق تھے یا نہین؟ یہ وہ بحث ہے جو آیندہ استدلالی موقع پر حوالۂ قلم ہو گی۔

اس موقع پر صرف اتنا لکھنا ہے کہ "من یظہرہ اللہ" کے متعلق حضرت علی محمد باب کے جو احکام ہین اُن مین سے ایک یہ ہے کہ "آیندہ کوئی معلم مکتب کے بچون کو مارے نہین اس لیئے کہ وہ مظہر الٰہی "من یظہرہ اللہ" جو آنے والا ہے جب پیدا ہوگا تو عام بچون کے ساتھ مکتب ہی مین تعلیم پائیگا، کہین ایسا نہو کہ وہ لکڑی جو کسی معلم پر پڑے "وہ من یظہرہ اللہ کے جسم پر پڑ رہی ہو۔

اُس کے اصل الفاظ یہ ہین۔

"نہی شدہ از ضرب معلم اطفال را لعل یراٰن نفسی کہ کل از وجود و منوجدی گردند حزنی وارد نیاید زیرا کہ معلم نمی شناسد معلم خود و کل را (کتاب البیان واحد ۶ باب ۱۱)۔

حضرت بہاء اللہ مذکورۂ بالا سنہ ولادت کے مطابق دو برس چار مہینے یا بیس روز کم علی محمد باب سے بڑے تھے اور بوقت تصنیف کتاب البیان اگر حضرت باب کی عمر تیس سال تھی تو آپ کی عمر

اس کی تاویل حضرت علی محمد باب کی عمر شریف پر بخیال بہائی حضرات کے بالکل ٹھیک اتر جائیگی اُس حساب سے جو اُن حضرات نے قرار دیا ہے۔ اس مین کیا شبہہ کہ بہاء اللہ حضرت علی محمد باب کے پروردگار اور رب حقیقی تھے۔ وہ دو برس بڑے ہوے اور علی محمد باب ٹھیک دو برس چھوٹے تو اب یہ مقولہ بالکل درست ہو گیا کہ انا اصغر من ربی بسنتین

"مین اپنے پروردگار سے دو برس چھوٹا ہون"

ایسی چولین ٹھیک اُسوقت نہین بیٹھتین کہ جب ۱۲ محرم کو آپ کی ولادت ہوئی ہو۔

بہرحال یہ تو ایک ضمنی چیز ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ ولادت کے اس حساب نے بہائی مذہب کی بنیاد پر ایک سخت ضرب لگادی ہے۔

صورت یہ ہے کہ حضرت علی محمد باب نے اپنے بعد ایک "من یظھرہ اللہ" کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی جس کا وہ اپنے تئین پیش خیمہ بتلاتے تھے اور جس کے فضائل و مناقب اُنھون نے اپنی کتابون مین بہت ذکر کئے ہین۔

حضرت بہاء اللہ نے دعوی کیا جس کے بہائی حضرات

ہوئے ۱۲ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء مطابق دوم محرم سنہ ۱۲۱۳ھ کو ایران کے دارالسلطنت طہران میں پیدا ہوئے۔"

سبحان اللہ کہاں سنہ ۱۹۱۶ء اور کہاں سنہ ۱۲۱۳ھ ۱۹۱۷ کے حساب سے آج اگر حضرت بہاء اللہ موجود ہوتے تو صرف اٹھارہ برس کی عمر ہوتی اور سنہ ۱۲۱۳ھ کے حساب سے ایکسو چالیس ۱۴۰ برس۔ یہی شاید حضرت بہاء اللہ کا معجزہ ہوگا۔ کیا ایک ذمہ دار تبلیغی ادارہ سے اسی قسم کی تاریخیں شائع ہونا چاہئیں؟

آخر ایک شخص جو صرف "ادارہ کوکب ہند" کے شائع کردہ ان حالات سے تاریخ معلوم کرنا چاہے۔ وہ کیا سمجھے گا؟ وہ اپنی عقل سے سنہ ۱۹۱۶ء کو غلط سمجھ لے گا۔ لیکن سنہ ۱۲۱۳ھ کو تو صحیح سمجھے گا۔ حالانکہ وہ بھی غلط ہے کیونکہ آپ کی ولادت سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوئی جیسا کہ سابق میں ذکر کیا گیا۔

تعلیم و تربیت اور اُمّی ہونے کی حقیقت

مسلمانوں کا دعویٰ اور سچی حقیقت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی تھے یعنی بالکل آپ نے ظاہری تعلیم نہیں پائی تھی، اُن کی دیکھا دیکھی بہائی حضرات بھی اس کا اظہار کرنا چاہتے ہیں کہ اُن کے پیشوایان

بتیس سال۔

اگر "من یظہرہ اللہ" سے مراد حقیقتاً آپ ہی ہوتے اور آپ کے ظہور کی پیشین گوئی تھی جو حضرت اب دیر ہے تھے تو کتاب البیان میں (جو بہائی مذہب کے لازمی عقیدہ کی بنا پر الہامی کتاب ضرور ہے) یہ حکم آنے کی کوئی معنی نہ تھے کہ معلم اپنے زیر تعلیم بچوں کو مارے نہیں۔ کہیں ان میں من یظہرہ اللہ بھی نہو۔

اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ من یظہرہ اللہ ایک ایسی ہستی ہے جو یا تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی ہے اور یا اگر پیدا بھی ہوئی تو وہ ابھی اتنی کمسن ہے کہ مکتب میں بچوں کے ساتھ جانے کے قابل ہے اور معلّم کے ہاتھ سے اُسکے اوپر ضرب واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔

اسکے بعد حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ من یظہرہ اللہ ہونے کا کسی طرح قابل قبول معلوم نہیں ہوتا۔

حضرت بہاء اللہ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں رسالات حضرت بہاء اللہ میں جو ادارہ کوکب ہند دہلی سے شائع ہوئے ہیں عجیب لطیفہ ہوا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

"میرزا حسین علی جو بعد میں بہاء اللہ کے لقب سے معروف

اس کے ماخذ کا پتہ لگاتے ہوئے خود حضرت بہاء اللہ کا قول ملتا ہے لوح سلطانی میں جو مقالہ سیاح میں بھی نقل ہوا ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے۔

وما قرأت ما عند الناس من	میں نے لوگوں کے مروجہ علوم
العلوم وما دخلت المدارس	نہیں پڑھے ہیں اور مدرسوں میں داخل
فاسئال المدینة التی کنت	نہیں ہوا ہوں اس کے متعلق سوال
فیها لتوقن بانی لست	کر لیجئے اس شہر سے جس میں میری
من الکاذبین۔	بود و باش تھی تاکہ آپ کو یقین ہو
	کہ میں جھوٹا نہیں ہوں۔

حقیقتاً ان عبارتوں میں ایک عجیب مغالطہ نظر آتا ہے۔ ایسے زمانہ میں جب عام طور سے کالج اور اسکول کی تعلیم رائج ہے کسی شخص کی نسبت کہا جائے کہ کالج اسکول کی صورت نہیں دیکھی کبھی مدرسہ میں داخل نہیں ہوا۔ تو ذہن اسی طرف منتقل ہوگا کہ وہ ظاہری تعلیم سے بالکل بے نیاز اور مستغنی تھا اور بس خدا کی قدرت کا مظہر تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایران اور عراق میں تھوڑے زمانہ اس طرف تک۔ مدارس کی تعلیم کا رواج ہی نہیں تھا۔ مدرسے وہاں ہوتے ہیں مگر وہ دار الاقامہ کا کام دیتے ہیں تحصیل علم جو کچھ بھی ہوتی تھی

ملت اُمّی تھے۔

حضرت بہاء اللہ کے جانشین عبد البہاء عباس آفندی فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو۔ النور الابہی فی مفاوضات عبد البہاء مطبوعہ لیدن (ہالینڈ) صفحہ ۳)۔

در نزد جمیع اہالی ایران مسلّم که در مدرسه علمی نیاموختند و با علماء و فضلاء معاشرت ننمودند و در بدایت زندگانی در کمال خوشی و شادمانی ایامی بسر بردند و موانس و مجالس شان از بزرگان ایران بودند نه از اہل معارف۔

تمام اہل ایران کے نزدیک یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ آپ نے کسی مدرسہ میں تحصیل علم نہ کی اور علماء و فضلا کی صحبت بھی نہ اٹھائی تھی ابتدا میں بہت عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گذارتے تھے۔ اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے رؤسا تھے علماء نہیں تھے۔

صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے۔

جمال مبارک لسان عرب نخواندند و معلم و مدرسی نداشتند و در مکتبی وارد نشدند۔

حضرت بہاء اللہ نے عربی زبان نہیں پڑھی تھی اور کوئی معلم و مدرس نہیں رکھتے تھے اور کسی اسکول میں داخل نہیں ہوئے تھے

یہ حقیقت اتنی کھلی ہوئی ہے کہ "حالات حضرت بہاء اللہ" میں
جو ادارۂ کوکب ہند دہلی سے شائع ہوئے ہیں یہ لکھنے کی جرأت نہیں
ہوئی ہے کہ حضرت بہاء اللہ نے کہیں تعلیم حاصل کی تھی بلکہ اس
میں صاف لکھا ہے کہ۔

"حضرت بہاء اللہ نے کسی کالج یا سکول میں تعلیم نہ پائی تھی جو کچھ
آپ نے پڑھا تھا وہ گھر ہی میں سیکھا تھا۔"

یہ سوال کہ آپ نے کسی کالج میں تعلیم پائی تھی یا نہیں؟
اس وقت ذرا اہم ہو سکتا تھا جب آپ کے تحریرات سے آپ
کی کوئی ٹھوس قابلیت علوم و فنون میں ظاہر ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے
فارسی زبان میں وہ معمولی درجہ کے انشاپرداز ہیں جو اس حیثیت
سے کوئی قابل تعجب امر نہیں ہے کہ اُن کے والد بھی منشی دفتر تھے اور
انشاپردازی کی صفت رکھتے تھے۔

مگر ان کی عربی زبان کی عبارتوں میں زبان کی غلطی محاورات کی سستی
فارسی کی بندش، ترکیبات کی کمزوری پائی جاتی ہے جس کے بعد حضرت
عبد البہاء کی حسب ذیل عبارت کا پہلا جزو صحیح اور دوسرا جزو غلط
ثابت ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو "النور الابہی فی مفاوضات عبد البہاء" صفحہ ۱۰۲ ۔

وہ انفرادی حیثیت پر گھر میں یا کسی استاد سے۔

لہٰذا اس امر سے کہ کوئی شخص کسی مدرسہ میں داخل نہیں ہوا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ کسی استاد کا شاگرد نہ ہو اور کسی سے کچھ پڑھا نہ ہو۔

درحقیقت معتقدین کے دل میں امّی ہونے کا خیال قائم کرنا لیکن ایسے الفاظ کے پردہ میں جو حقیقت کے مطابق نہیں ہو سکیں اسی بنا پر ہے کہ واقعات صاف طور سے اس دعوی کی اجازت دے ہی نہیں سکتے کہ حضرت بہاء اللہ نے کبھی کسی استاد سے تعلیم حاصل نہیں کی۔

یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے ابتدائی تعلیم بنائے شہادت سے حاصل کی تھی چنانچہ "تاریخ حیات بہا" میں بھی جو خود بہا کی لکھی ہوئی ہے اتنا موجود ہے کہ میں میرزا بزرگ نوری کے فرزند ہوں ان کا متعلق تھا۔ پھر میرزا نذر علی طالقانی سے انہوں نے حکمت و عرفان کی تحصیل کی اور بہت سے مشائخ صوفیہ سے مذہب متصوفہ کی تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ بغداد آنے کے بعد بھی سلیمانیہ کردستان کے علاقہ میں ایک مدت تک اپنی تکمیل کرتے رہے اور شیخ عبدالرحمن رئیس صوفیہ سے تلمذ کا سلسلہ قائم ہوا۔

چیزیں ہیں جو دوسرے بابی و بہائی مصنفین کے کتب اُس سے زیادہ
عرفانی صورت میں موجود ہیں ۔

یہ چیزیں اُنکے تصانیف میں اُس وقت تک نہیں جب تک وہ
عکہ نہیں پہونچے تھے اور اُنکے صاحبزادگان مرزا محمد علی غصن اکبر
اور میرزا عباس غصن اعظم اور ضیاء اللہ اور بدیع اللہ سن تمیز کو
نہ پہونچے تھے جب یہ لوگ آدمی جوان ہوئے، پڑھے اور
اتفاق سے روشن خیال واقع ہوئے تھے فلسطین کے علاقہ
میں انگریزوں کے اثرات بہت کافی پائے جاتے تھے ۔
فضا نئی روشنی کے موافق تھی۔ ان لوگوں نے غیر ممالک کے
اخباروں، رسالوں اور کتابوں کا مطالعہ کیا اور زمانہ کے رنگ سے
واقف ہوگئے ۔

آخر سابق زمانہ کے عرفانی مضامین اور صوفیانہ مطالب
نور روشن خیالی کے خلاف اور توہمات دیرینہ کا مجموعہ سمجھنے
لگے ۔ اب اکثر مضامین یہ لکھتے تھے اور اپنے والد کے نام سے شایع
کرتے تھے ۔ اس زمانہ کے حضرت بہاء اللہ کے مصنفات بالکل
اُس قسم کے عرفانی حقائق سے خالی ہیں اور زیادہ تر اُن میں وہ
چیزیں ہیں جنکی صدائیں یورپ کے اطراف میں گشت لگا رہی تھیں

جمال مبارک ساکن
عرب نخواندند و معلم و مدرسی
نداشتند و در مکتبی وارد نشدند
ولی فصاحت و بلاغت بیان
مبارک در زبان عرب الواح
عربی العبارة محیر عقول فصحاء
و بلغای عرب بوده کل
مقر و معترفند که مثل
و مانندی ندارد۔

حضرت بہاءاللہ نے عربی زبان
نہیں پڑھی اور کوئی معلم و مدرس
نہیں رکھتے تھے اور کسی اسکول میں
داخل نہیں ہوے تھے لیکن عربی
زبان کے بیانات و الواح میں آپکے
وہ فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے
جو عرب فصحا اور بلغاء کی عقل کو
حیرت میں ڈالتی ہے اور سب اقرار
و اعتراف کرتے ہیں کہ اُس کا مثل و
نظیر نہیں ہے۔

تصوف کا ذوق اُنہیں بے شک پایا جاتا تھا اور بہت سے مشائخ صوفیہ سے اُنہوں نے استفادہ کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اُنکے ابتدائی زمانہ کے تصانیف میں صوفیت کا اچھا خاصہ سواد موجود ہے اور عرفائے صوفیہ کے دور از کار نا ویلات و مضامین کا کافی ذخیرہ پایا جاتا ہے لیکن جس وقت کہ اُسے دوسرے بابی و شیخی مذہب کے افراد کی تحریرات کے مقابلہ میں لاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں نہ کوئی ندرت ہے اور نہ جدت وہ وہی

حضرت بہاء اللہ کے مبلغ علم کا پتہ آنکے مصنفات سے

اب ہم اپنے مذکورۂ بالا دعاوی کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ حضرت بہاء اللہ فارسی میں مختصر سی دستگاہ رکھتے تھے عربی میں اُنکا کلام متوسط درجہ کے فاضل اشراق جتنا بھی نہیں ہے نبوت کا جزو اُنکے ابتدائی مولفات میں ضرور پایا جاتا ہے لیکن بابی مذہب کے دوسرے افراد کے یہاں وہ اس سے زیادہ نمایاں درجہ پر موجود ہے۔ آخری جزو کہ بہائی مذہب کے قوانین و احکام کہاں تک حضرت بہاء اللہ کی طرف صحیح انتساب رکھتے ہیں آیندہ بیان ہوگا۔ اسوقت پہلی ہی تین باتوں کے متعلق حسب ذیل تبصرہ ملاحظہ ہو۔

حضرت بہاء اللہ کے فارسی کلام کا نمونہ

اس کو ہم بہائی حضرات کے لئے تو پیش نہیں کر رہے ہیں اس لئے کہ اُن کی قوت خیال یہ سنتے ہی کہ حضرت بہاء اللہ کا کلام ہے اس میں اُنکو وہ محاسن دکھلانے لگے گی جو یقیناً انکی لیاقت سے بالکل بالا ہیں لیکن بالکل غیر متعلق فارسی زبان کے صحیح مذاق ذوق کے مطالعہ کے لئے پیش کرتے ہیں اور بہائی حضرات کے سامنے

جیسے صلح عمومی کی ضرورت۔ بین الاقوامی زبان کی تحریک۔
اتحاد مذاہب کی دعوت۔ حریت نسوان کی تعلیم وغیرہ وغیرہ۔
انتہا ہے کہ حضرت بہاء اللہ کے ابتدائی زمانہ کے مصنفات
اسی طرح گوشہ خفا میں چھپائے جانے لگے جس طرح حضرت باب
کے مؤلفات۔ آج کل بہت سے تعلیمات جو بہائی مذہب میں رائج
ہیں اور وہ اسکو مختلف ممالک میں شایع کر کے یہ ثابت کرتے ہیں
کہ ہمارا مذہب ضروریات زمانہ کے بالکل مطابق ہے یہ سب حضرت
عبدالبہاء عباس آفندی کی کائنات ہے جو جبرائیل یورپ کے مطالعہ
اور سیاحت بلاد فرنگ کے سلسلہ میں حسب ضرورت ایجاد ہوتی
رہی ہے۔ اُن میں سے اکثر کا پتہ حضرت بہاء اللہ کے احکام و قوانین
اور اُنکے مصنفات میں بالکل نہیں ہے۔ اس کے اوپر کافی تبصرہ
اُسوقت کیا جائیگا جب شریعت بہائیہ کی تشکیل اور اُس کے احکام
و قوانین پر تفصیلی بحث ہوگی۔
اسوقت ہمکو صرف اتنا دکھانا تھا کہ حضرت بہاء اللہ کے علوم
جس حد تک تھے وہ کسی طرح وہبی و غیر اکتسابی نہیں سمجھے جا سکتے
اور وہ بالکل کھلی ہوئی صورت پر اسباب ظاہری کا نتیجہ تھے۔

عقلاء حکماء و عرفاء سر تسلیم خم کرتے ہوئے امر بہائی کو تاریخ علم میں اعلیٰ رتبہ دیتے ہیں۔ اگر آپ نے یہ نئی چیز جو ایک لاثانی نعمت آسمانی ہے ابھی تک حاصل نہیں کی تو فوراً طلب کیجئے قیمت ایک روپیہ

پتہ:۔ مینیجر کوکب ہند قرول باغ دہلی

اس میں سے پہلی لوح "تجلیات" ہے جس کا اقتباس ملاحظہ ہو "تجلی اول کہ از آفتاب حقیقت اشراق نمود معرفت حق جل جلالہ بودہ و معرفت سلطان قیوم حاصل نشود مگر بمعرفت اسم اعظم اوست متکلم طور کہ بر عرش ظہور ساکن و مستوی است و اوست غیب مکنون و سر مخزون کتب قبل و بعد الٰہی بذکرش مزین و ثنایش ناطق بہ نصب علم العلم فی العالم وارتفعت رایۃ التوحید بین الامم لقاء اللہ حاصل نشود مگر بلقاء او با و ظاہر شد آنچہ کہ از ازل الآزال مستور و پنہان بودہ "انہ ظہر بالحق ونطق بکلمۃ انصعق بہا من فی السموات والارض الا من شاء اللہ" ایمان باللہ و عرفان او تمام نشود مگر بتصدیق آنچہ از او ظاہر شدہ و ہمچنین عمل بانچہ امر فرمودہ و در کتاب از قلم اعلیٰ نازل گشتہ منغمسین بحر بیان باید در کل حین با وامر و نواہی الٰہی ناظر باشند او امرش حصن اعظم است از برائے حفظ عالم

پیش کرنے کے لیے ضرورت اس کی ہے کہ انتسابا ان کا حضرت بہاء کی طرف معرض خفا میں رہے اور پھر دریافت کیا جائے کہ بتایئے اس کلام میں کونسا غیر معمولی حسن ودیعت ہے۔

بہر حال اسے ہندا جانتا ہے کہ میں نے بالکل غیر جانبدارانہ تصور رسے ان کلمات پر غور کیا ہے اور بغیر کسی انتخاب کے جو سامنے آ گیا ہے اُسی کو نقل کر دیا ہے اور غیر متعصب اور وسیع الخیال افراد ہی سے متوقع ہوں کہ وہ ان کلمات کا مطالعہ فرمائیں۔

پہلے میری نظر ایک مجموعہ الواح پر پڑتی ہے جو سنہ ۱۹۱۸ء میں مطبع عزیزی آگرہ کا طبع شدہ ہے غالباً یہ دوسری مرتبہ ادارہ کوکب ہند دہلی سے بھی شایع ہوا ہے جس کا اعلان رسالہ "کوکب ہند" میں حسب ذیل الفاظ میں ہوا ہے۔

(شش الواح) تجلیات۔ طرازات۔ اشراقات۔ کلمات فردوسیہ۔ لوح العالم۔ بشارات۔ یہ چھ کتابیں حضرت بہاء اللہ کی الواح مبارکہ ہیں جو اصل معہ اردو ترجمہ شایع کی گئی ہیں۔ طالبان تحقیق کے لیے انکا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ بہت سے اسرار و معارف اور ایسے اہم حیاتی اور احکام الٰہی ان میں ہیں جو آج عالم انسانی کی دینی زندگی کی روح ہیں۔ دنیا کی بہبودی کی شاہراہ ہیں۔ جن کے سامنے تمام

باز نداشت نفوسیکه سالها خلف حجاب مستور چون افق امر را منیر و کلمة الله را انا فذ مشاهده نمودند بیرون دویدند با سیوف بغضا و وارد آوردند آنچه را که قلم از ذکرش عاجز و لسان از بیانش قاصر!

چوتھی لوح "کلمات فردوسیہ" میں ہے۔

"اہل ایران اکثری بکذب و ظنون تربیت شده اند کجاست مقام آن نفوس و مقام رجالیکه از خلیج اسما گذشته اند و بر شاطی بحر تقدیس خرگاه افراشته اند باری نفوس موجوده لایق اصغاء تغرّدات حمامات فردوس اعلی نبوده و نیستند مگر قلیلی و قلیل من عبادی الشکور اکثری از عباد با وہام الناس دارند یک قطره از دریاے وہم را به بحر ایقان ترجیح میدہند از معنی محروم باسم متمسکند و از مشرق آیات الٰہی ممنوع و بظنون متشبث"۔

پانچویں لوح "لوح العالم" میں ہے۔

"حمد و ثنا سلطان مبین را لایق و سزا است که سجن متین را بحضور حضرت علی قبل اکبر و حضرت امین مزین فرمود و با نوار ایقان و استقامت و اطمینان مزین داشت"۔

"یہ حضرت علی قبل اکبر" کی لفظ حضور نقطۂ اولیٰ علی محمد باب کی پیروی ہے۔ بالکل اچھوتی۔ انوکھی انھی کی ایجاد تھی کہ اگر علی اکبر کسی کا نام

وصیانت امم"

اس عبارت کے ترجمہ کی تو ضرورت ہے نہین کیونکہ بحیثیت فارسی ادبیت کے اس کو پیش کیا گیا ہے۔ اُس کو ترجمہ سے کوئی تعلق نہین۔ عربی کا فقرہ جو درمیان مین مذکور ہے اُس مین "نصعق" کی لفظ غلط ہے صعق ہونا چاہیے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

اسکے بعد دوسری لوح "طرازات" ہے جس کا اقتباس حسب ذیل ہے

"حمد و ثنا مالک اسماء و فاطر سماء را لائق و سزا است کہ امواج بحر ظہورش امام وجوہ عالم ظاہر و ہویدا آفتاب امرش حجاب قبول نفرمود و بکلمۂ اثبا نقش محو راہ نیافت منع جبابرہ و ظلم فراعنہ او را از ارادہ باز نداشت جل سلطانہ و عظم اقتدارہ سبحان اللہ با اینکہ آیات عالم را احاطہ نمودہ و حجت و برہان بمثابہ نور از ہر شطری ظاہر و مشرق عباد جاہل غافل بل معرض مشاہدہ میشوند ایکاش باعراض کفایت می نمودند بل در کل حین در قطع سدرۂ مبارکہ مشورت نمودہ و می نمایند"

تیسری لوح "اشراقات" ہے جس کا اقتباس یہ ہے۔

"ندا بلند است و قوۂ سامعہ قلیل بل مفقود این مظلوم در فم ثعبان اولیاء الٰہی را ذکر می نماید این ایام دارد شد آنچہ کہ سبب جزع و فزع ملاء اعلی گشت ظلم عالم و خسرا امم مالک قدم را از ذکر منع ننمود و از ارادہ حق

باید نفوس خود را از جمیع شئونات عرضیہ پاک و مقدس نماید یعنی گوش را از استماع اقوال و قلب را از ظنونات متعلقہ بسبحات جلال و روح را از تعلق باسباب ظاہرہ و چشم را از ملاحظۂ کلمات فانیہ منوکلین علی اللہ و متوسلین الیہ سالک شوند تا آنکہ قابل تجلیات اشراقات شموس علم و عرفان الٰہی و محل ظہورات فیوضات غیب نامتناہی گردند،،

نمونہ کے لیئے اتنا ہی کافی ہے۔ ان عبارتون مین فارسی کی حیثیت سے کوئی غلطی نہو لیکن اُنھین ادبیت کے لحاظ سے کوئی بلند پایہ درجہ بھی حاصل نہین ہے۔

اسکے مقابلہ مین ہمارے سامنے اُنکے حریف مقابل مرزا یحیی صبح ازل کا کلام موجود ہے جس کے چند نمونے ناظرین کی دلچسپی کے لیئے درج کرتے ہین۔

(۱)

ھواللہ الحق الممتنع السلطان

سپاس بے قیاس و حمد معری از شائبۂ ریب و فنا مر ذات باری تعالی را سزا است کہ لم یزل محسوس بحس و حرکت و فنا و زوال و عدم وجود و ظہور و بطون و عرفان و وجدان نبودہ و لا یزال مجسم شناختہ نخواہد شد تنزیہ در شئونات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ [illegible] دعوی شناختن ذات

ہو اُسے "علی قبل اکبر" لکھا جائے۔ علی محمد کو علی قبل محمد۔ محمد حسن کو محمد قبل حسن وغیرہ وغیرہ۔

حضرت بہاء اللہ کے یہان بھی بہت ہے ایہا البالا قبلہ آقا دیعنی آقا بالا یا محمد قبل علی یا علی قبل رضا وغیرہ وغیرہ۔

یہ ایجاد کہان تک اصول تکلم اور عقلی سنجیدگی کے مطابق تھی؟ اسکا فیصلہ ارباب عقل کر سکین گے۔

چھٹی لوح "بشارات" اسکی ابتدا یہ ہے

"حق شاہد و مظاہر اسماء و صفاتش گواہ کہ مقصود از ارتفاع نداء و کلمۂ علیا آنکہ از کوثر بیان آذان امکان از قصص کاذبہ مطہر شود و مستعد گردد از برای اصغای کلمۂ طیبۂ مبارکۂ علیا کہ از خزانۂ علم فاطر سماء و خالق اسماء ظاہر گشتہ طوبیٰ للمنصفین یا اہل ارض"

آخر مین "ارض" کا نکرہ چھوڑنا عجیب ہے اور عربی زبان کی غلطی ہے۔

اب دوسری کتاب "ایقان" ہمارے سامنے آتی ہے۔ یہ نولکشور پریس لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام لالہ کانشی رام مینیجر ۱۳۳۲ھ کی طبع شدہ ہے۔ اس مین عربی عبارت کی جو کمزوریان ہین وہ تو عربی کے ذیل مین آئینگی۔ یہان ایک حصہ فارسی اقتباس کا پیش کیا جاتا ہے۔

"جوہر این باب آنکہ سالکین سبیل ایمان و طالبین کوس ایقان را

(۳)

اے دوستان دایرۂ فضل و محبان مطالع عدل درین ایام که
شاهین در پرواز و عنقای نفس در سوز و گداز است سمندروار بر گرد آتش
عدل گردیده خود را در سبیل محبت و مودت از غیر محبوب محترق سازند چه
اگر بدین نار حقیقی مضطرم نشده هر آئینه از لقای حقیقت محبوب خواهند
شد. اقوال مفتریه سبب احتجاب نباشد و اشارات کاذبهٔ موتفکه باعث
بر ابتعاد نگردد چه شیطان رجیم از تلبیس خود از حق محجوب گشت و بخود
بینی و غرور جاهلیت از آدم روحانی محتجب گردید و هر آنکه خودبینی در بحور الم
خود نموده محتجب از مواقع تجلیات الهی گردید.

(۴)

آفتاب حقیقت معنوی در افق ابدع ازلیت در استطلاع و
اشراق است و کواکب عزت و عظمت حقیقی الهی در صفوف سماء رفعت و
احدیت در شعاع و التماع. از وساوس شیطانی گذشته و از دسایس
ظلمانی رهیده و چون ظلمتیان در وادی ظلمت و حیرت نشستگان [illegible]
ذلکم [illegible] یومئذ انتم فی آیاته منکرون. الحمد که حضرت باری
تقدس و تعالی چون شمس [illegible] ادوار [illegible] وجود [illegible] فرموده [illegible]
ذره یارا درک نموده نور و ظلمت [illegible]

خداوندی را نموده کذلک حضرت محمدی گفتار ما عرفناک حق معرفتک
جاری فرموده و دعوای ادراک ذات الهی نفرموده چنانچه نص آیات کریمه و
احادیث شریفه بوده نظر بسورهٔ توحید نموده که چگونه جاری شده و نص بوده
بر نشناختن ذات الهی چه اگر کسی شریک با خداوند بوده (قل هو الله احد)
گفته نمی شد و اگر شئونات بشری می بود (الله الصمد) ذکر نمی گردید و اگر
تولید می شد و از ذات مقدس او چیزی حادث می گشت (لم یلد و لم یولد)
اطلاق نمی شد و اگر با خداوند کسی مقترن و معادل می گشت (و لم یکن له
کفواً احد) در کلام خداوندی نازل نمی گشت ـ

(۳)

هنگام روح و ریحان و عزّ و امتنان در مواقع جلیان تجلّی الهی است
افئدهٔ خویش را مستشرق بشوارق قدس الهی نموده ارواح و انفس
و اجساد در وقت خود را به بساط احدیت نزدیک نمایید و انتظار قدوم باران
ربّانی شده بصبای سبحانی شاداب شوند زیرا که جلیان حقیقت از افق
لن ترانی طالع و ساطع گردید و تجلیات عظمت از مطلع لن یعرف و لن
یوصف لائح و لامع گشت ـ

هر ذرّه روحی پدید آورده و هر شیئی ریحانی از مواقع تجلیات آشکار
گردانیده

واقعہ ہے کہ امت مرحومہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک معمولی شاعر سعدی شیرازی نے اس مضمون کو اس سے بہتر طریقہ پر پیش کیا ہے کہ۔

"بنی آدم اعضائے ہم دیگر اند"

بہر حال یہ بحث کہ اس تعلیم مین کہان تک ندرت ہے اور وہ کس درجہ نازش کے قابل ہو سکتی ہے؟ آئندہ کے ابواب سے تعلق رکھتی ہے۔

اسوقت یہ کہنا منظور ہے کہ اس ایک فقرہ مین خاص فارسی زبان کے لحاظ سے ادبی غلطی موجود ہے۔

"ہمہ بار یک دارید" اس سے وحدت کا پتہ دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جس طرح ایک ڈالی کے میوے سب آپسمین اتحاد و ارتباط رکھتے ہین اسی طرح تم بھی سب ایک ہو۔

اس کے بعد دوسرا فقرہ اس سے بڑھا ہوا یا کم از کم وحدت کے اظہار مین اسکے مساوی ہونا چاہئے لیکن اسکے بعد یہ ہے کہ "برگ یک شاخسار" "یک" کی لفظ بے شک وحدت کو بتلاتی ہے لیکن "شاخ" کے ساتھ "سار" کے جزو کے اضافہ نے کثرت پیدا کر دی، اب یک شاخ کے پتے نہین ہے بلکہ ایک ایسی جگہ کے جہان کثرت سے شاخین

عن رقدۃ لعلکم بآیات اللہ یوم العدل لتر زقون ہر نفس تباح ذاتی خود مغرور گشت و از لقائے حق محتجب گردید و دور از لحظات قرب ماند چون در ذات او خود بینی و غرور بود از این سبب جلیات الٰہی در نفس فنائے او ہویدا نگشت و فؤاد ذات او درخشان نگردید ظلمت با او معروف گردید و در حجبات افکیہ خود محتجب گشت و در ظلام موتفکات خود در ابتعاد ماند و تجلیات ربانی در نفس و فؤاد او ظاہر نگشت و نفحات سبحانی در ذوات روح او باہر نگردید لذلک خداوند عادل دوستان خود را بیدار فرمود و محبّان خویش را از ضلالت رہائی بخشود“

حضرت بہاء اللہ اور حضرت صبح ازل دونوں کی عبارتیں ہمارے پیش نظر ہیں اور ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ بے شک دونوں بھائی بھائی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ادبی حیثیت سے کسی نہ کسی حد تک صبح الازل کی عبارت کو ترجیح نہ دینا انصاف کا خون کرنا ہے

حضرت بہاء اللہ کا ایک فارسی فقرہ زبان زد حضرات اہل بہاء اور جریدۂ ”کوکب ہند“ کا سرنامۂ عنوان ہے۔

”اے اہل عالم ہمہ بار یک دارید و برگ یک شاخسار“

اسکو ”وحدت عالمی“ کی سند میں پیش کیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ حضرت بہاء اللہ کے پہلے یہ گرانقدر تعلیم کسی پیغمبر نے پیش نہیں کی تھی حالانکہ

هان که امروز اوّل سه روزه است　　روز فیروز است فی فیروزه است

اِن اشعار مین معنی کے اعتبار سے بھی جس حد تک بلندی سمجھی جا سکتی ہے اُس کو ارباب ذوق خیال فرما سکتے ہین۔

اسکے ساتھ ایک غزل ہمارے سامنے مرزا یحیی صبح ازل کی موجود ہے اُسکو بھی ناظرین کی ضیافت طبع کے لیئے درج ذیل کرتے ہین۔

جلوهٔ یار با صورت آن یار نمود　　مشرق صورتی از نور بدیدار نمود

آتش قمص رخ یار بما شعله فزود　　مضطرم ناری از آن رتبی با کوار نمود

حالیا در چه ما غوص نقیدیم و نزار　　قسمت ما ز ازل یار بر این کار نمود

گرچه ما در ره آن یار ز دل خوار شدیم　　لیک آن شاه بما وعدهٔ رخسار نمود

هین بما غوص کنون مصطلی و مضطربیم　　جلوهٔ یار بما آتش انوار نمود

چون بسینا برسد آن مه نورانی دل　　صورت قمص کے آن جلوه بکسار نمود

موسی یار تجلی بگه نور بداد　　مست گشتیم چو سر آخفته و هشیار نمود

آتش نار بدل کرد از آن قمص قدم　　آن تجلی همه دم جلوه تکرار نمود

مستی ما ز ازل از خم لا زالی اوست　　هوشیاریم و جهان را همه بیدار نمود

آب آن لعل بجان ساغر مستی بفزود　　مصطفیٰ یار دیگر باره بدل نار نمود

چون بیک لحظه تجلی بهمه خلق بداد　　هست نمود جهان را همه هشیوار نمود

تا که از خویش برستیم در این وادی غم　　یار ما را بفدا بره سر دار نمود

اُگی ہوی ہین پتے ہو گئے جس کے بعد ممکن ہے کہ ایک ایک شاخ کا پتہ ہو ایک دوسری کا ایک تیسری کا۔ وہ وحدت تشریف لے گئی اور کثرت کی صورت پیدا ہو گئی۔

اسی فقرہ پر اہل بہاء کو ناز ہے اور وہ اسکو وحی آلہی و کلام آسمانی سمجھے ہوے ہین۔

حضرت بہاء اللہ کبھی کبھی شاعری بھی فرماتے تھے۔ عربی زبان مین آپکے اشعار جو ہین اُنھین آیندہ کے حوالہ رکھیے۔

اس وقت فارسی سے بحث ہے۔ آپ نے کچھ مثنویان فرمائی ہین بعض اشعار "چہار وادی" کے دیباچہ مین ہین

ان تمام اشعار مین خاص حسن یہ ہے کہ وہ کبھی وزن سے خارج ہو جاتے ہین مثلاً ایک مثنوی مین فرمایا ہے۔

زانکہ در ظلمت نیاشد شبھہ ۔۔۔ بہر ہا بر بند ز غفلت تو شئم

چہا۔ وادی مین ہے۔

قصۂ لیلی مخوان و غصۂ مجنون مخور ۔۔۔ عشق تو منسوخ کرد ذکر اوائل

نام تو میرفت عاشقان بشنیدند ۔۔۔ ہر دو برقص آمدند سامع و قائل

من سر ہر ماہ سہ روز اے صنم ۔۔۔ بیگمان باید کہ دیوانہ شوم

دوسری مناجات

آلہا کریا رحیما شہادت میدہم بوحدانیت و فردانیت تو و یا نیکہ از برائی تو شبیۂ مثلی نبودہ و نیست، جودت عالم وجود را موجود فرمودہ کرمت امم را باسم اعظم راہ نمودہ بعض بوساوس خناس از دریائے رحمتت محروم گشتند و برخی از تجلیات آفتاب حقیقت منوّر شدند، اے کریم از تو آمرزش قدیت را میطلبم و رحمت عمیمت را می جویم۔ این عبد را حفظ نما از شبہات نفوسیکہ اعراض نمودہ اند و از دریاے علمت ممنوع عند۔

ان مناجاتوں کو بھی بہائی حضرات اتنا بڑھا تے چڑھاتے ہین کہ وہ اُنکو بحیثیت کلام الٰہی حفظ کرتے ہین اور اُنکو اپنے لیے مایۂ نازش سمجھتے ہین۔

اس لئے یہان ملاحظہ کے قابل ہے ایک مناجات جو آقا میرزا حسن نیکو نے اپنی کتاب "فلسفۂ نیکو" مین درج کی ہے۔

زرا اسکے الفاظ کا تناسب۔ عبارت کا توازن اور شیرینی و حسن[1] ملاحظہ اور انداز کو بہاء اللّٰہی مناجاتوں سے مطابق کیجئے تو آپ کو تعجب ہوگا اور حیرت حاصل ہوگی۔

---

[1] یہ "ہشیار" کی خرابی ہے۔

حالیا باز بیا غوس پریشان زدیم | چون پریشانی از آن لعت بیاز نمود
آن پریشان جهان مژده دیدار بیار | چه پریشانی زلفت دل من زار نمود

ہم پھر کہتے ہیں کہ صبح ازل بہاء اللہ ہی کے بھائی ہیں۔ کوئی اور نہیں۔ اس لیئے اُن سے بھی کچھ اور توقع نہ کرنا چاہیئے؟ لیکن پھر بھی اتنا ہے کہ اِنکے اشعار میں کوئی شعر ناموزون نہیں ہے

رسالہ "کوکب ہند" دہلی میں ایک سلسلہ حضرت بہاء اللہ کی مناجاتون کا بھی شایع ہوا ہے۔ ان میں سے بعض مناجاتین فارسی میں ہیں۔ اُن میں سے بعض کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

مناجات حضرت بہاء اللہ

الہا معبودا ملکا مقصودا۔ بچہ لسان ترا شکر نمایم۔ غافل بودم آگاہم فرمودی۔ معرض بودم بر اقبال تائید نمودی مردہ بودم از آب حیات زندگی بخشیدی پژمردہ بودم از کوثر بیان کہ از قلم رحمن جاری شدہ تازگی عطا کردی پروردگارا۔ جود کل از جودت موجود، از بحر کرمت محرومم مفرما، واز دریائی رحمتت منع مکن، در ہر حال توفیق و تائید می طلبم واز سماء فضل بخشش قدیمت را سائلم، توئی مالک عطا و سلطان ملکوت بقا۔۔

فارسی کلام پر تبصرہ ختم۔ اب عربی کی نوبت آتی ہے اور یہ مصیبت خیز ہے اور دردانگیز۔

حضرت بہاء اللہ کا عربی کلام

حضرت بہاء اللہ کی عربی دانی پر انکے پیروان کو کتنا ناز تھا؟ اس کا پتہ حضرت عبدالبہاء کے الفاظ سے خوب چلتا ہے جو اسکے قبل ندر ناظرین ہو چکے آپ نے فرمایا ہے کہ۔

"فصاحت و بلاغت بیان مبارک در زبان عرب و الواح عربی العبارۃ محیر عقول فصحا و بلغای عرب بود و کل مقر و معترف ند کہ مثل و مانندی ندارد"

اب ملاحظہ ہو حضرت کا عربی کلام اور اس کا درجہ و وزن۔

(۱)

سب سے ہم اپنے سامنے اٹھا کر رکھتے ہیں کتاب "ایقان" مصفی نہ کو یہ کتاب فارسی زبان میں ہے لیکن اس میں ضمنی طور پر عربی جملے اور کہیں سطریں کی سطریں آئی ہیں اسلئے اس میں جہاں جہاں عربی اجزا ہیں اُن پر نظر ڈالی جا رہی ہے۔ ابتدائی چند سطریں جن سے کتاب کا افتتاح ہوا ہے حسب ذیل ہیں۔

بسم ربنا العلی الاعلی اللباب ہمارے پروردگار بلند و برتھا

مناجات حضرت نیکو

پروردگارا کریما رحیما۔ این بیچارگان و این آوارگان طالبان روی
تو اند و عاشقان کوی تو۔ ایشان آیات کتاب تکوینند و گم گشتگان از
دین مبین گلهای حدیقهٔ توحیدند و اغصان شجرهٔ تفرید، از آیات تکوین
جز فیض لقا نخواستند و از کتاب تدوین و نور مبین جز فوز لقا نیافتند۔
هر شب بیاد ربوبیت همدم و همراز بودند و هر روز بجستجویت با غولی فریب
زننده و چاره دو مساز گشتند۔ هادی سبیل می طلبیدند که بدست غول
جهل افتادند و تشنهٔ حقیقت بودند و آب رحمت و سعادت می جستند
که بسراب غفلت و شقاوت رسیدند پروردگارا تو میدانی که خواجهٔ خواجگان
و سرور محبوبان ربّ النوع حقیقی غولان۔ و در سریر عظمت و کبریائیت عرض
کرد۔ فبعزّتک لاغوینّهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین اینک برای این
نفوس ضعیفه و عناصر سافله که ملجئی جز آستان مقدست ندارند و پناهی جز
حضرتت نجویند ترحم فرما و فضل و عنایت کن و از ظلمات هالکهٔ اوهام و لو
شر بر نجات شان بخش و بکوثر تسنیم و فرات عذب یقین وارد شان فرما
توئی بخشنده و مهربان۔

اس امر کا کہ لیکن الفاظ کے معنی کا فرق بھی تو معلوم ہو اور عبارت کے خصوصیات کا اندازہ تب تو کلام صحیح طریقہ پر کیا جائے۔

اس کے بعد لعلّ تصلنّ۔ یہ عربی زبان کے ابتدائی طالبعلم بھی سمجھ سکتے ہیں کہ لعل حرف مشبہ بفعل ہے اور وہ اسماء سے مخصوص ہے افعال پر داخل نہیں ہوتا لیکن یہاں نون سے "لعل" کو "تصلنّ" فعل مضارع پر مسلط کر دیا گیا ہے۔

کل من فی السموات والارض "تمام اُن لوگوں سے جو آسمان وزمین میں ہیں" اس کے بجائے 'کل ما فی السموات والارض' "تمام اُن چیزوں سے جو آسمان وزمین میں موجود ہیں" اگر کہا جاتا تو معنی میں وسعت پیدا ہوتی اور جو کہنا منظور ہے وہ پورے طور سے ادا ہوتا۔

(۳)

ص۱۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔

وعلی اللہ انتکل وبہ	ہم خدا پر توکل رکھتے ہوئے
استعین لعل یجری من	اُسی سے مدد مانگتے ہیں امید ہے
ھذا القلم ما یحیی بہ	کہ اس قلم سے وہی کچھ نکلے جو لوگوں
افئدۃ الناس لیقومنّ	کے دلوں کو زندہ کرے تاکہ وہ
الکل عن مراقد غفلتھم	قبور غفلت سے بیدار ہوں

المذکور فی بیان ان العبادون	تام سے وہ باب جو ذکر کیا گیا اُس
یصلوا الی ساطع بحر العرفان	کے بیان میں بندے نہین پہونچ
الا بالانقطاع الصرف	سکتے دریائے عرفان کے کنارے
عن کل من فی السموات	تک مگر خالص ترک تعلقات
والارض قدسوا	کے ساتھ تمام اُن لوگون سے جو
انفسکم یا اهل الارض	آسمان وزمین مین ہین تم اپنے نفسون
لعل تصلن الی المقام	پاکیزہ بناؤ اے زمین والو شاید
الذی قدر الله لکم	پہونچو اُس مقام تک جو خدا نے
وتدخلن فی سرادق	تمھارے واسطے مقرّر کیا ہے اور
جعله الله فی سماء	داخل ہو اس سراپردہ مین کہ جسے
البیان مرفوعا ۔	خدا نے بیان کے آسمان مین بلند
	قرار دیا ہے ۔

اب ان چند سطرون مین عربی زبان کی کئی غلطیان موجود ہین کہ خالص اردو دان تو سمجھ نہین سکتے ۔ سب سے پہلے ”الباب المذکور فی بیان“ الخ (باب مذکور اس بیان مین ہے) حضور یہ باب پہلے سے کہان مذکور ہے جو آپ اس کا حوالہ دے رہے ہین ۔ اصل مین کہنا یہ منظور ہے کہ ”باب یذکر فیہ بیان“ ”وہ باب جس مین ذکر ہوگا بیان

یہ "ورقات" کی لفظ جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے "بلبل" کے معنی مین لائی گئی ہے جس کا عربی زبان مین کہین وجود نہین ہے۔

پھر "من شجر کان فی الروضۃ الاحدیۃ من ایدی القدرۃ باذن اللہ مغروسا" اہل عربیت سمجھ سکتے ہین کہ معنی کے لحاظ سے شجرۃ کانت مغروسۃ ۔ موزون و مناسب ہے۔

اسکے علاوہ "بایدی القدرۃ" کے ساتھ "باذن اللہ" کا جزو بالکل بے جوڑ ہے ۔ یہ ٹکڑا قرآن مجید کے تتبع مین لایا گیا ہے لیکن کہنے والے کو کیا معلوم کہ یہ اسوقت لایا جاتا ہے جب کسی غیر معمولی فعل کی نسبت غیر اللہ کی طرف دیجائے جیسے (قرآن مجید کی آیت مین) احیی الموتی باذن اللہ) اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہا فتکون طیرا باذن اللہ" وغیرہ لیکن جب کہ فعل کی نسبت خود خداوند عالم کی طرف دی گئی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت مین "من ایدی القدرۃ" کے لفظ سے ثابت ہے تو اب باذن اللہ کا فقرہ بالکل بے محل و بیجا اور بے معنی ہے۔

(۳)

آگے پڑھیے صہ۳ پر یہ عبارت ملتی ہے۔

کذالک نعلمک من تاویل اس طرح ہم تجھے حدیثون کے

ویسمعن اطوار ورقات	اور بلبل فردوس کے نغمون کو
الفردوس من شجر کان	اسی درخت پر سنین جو قدرت
فی الروضة الاحدیة من	کے ہاتھون نے حکم خدا سے رضوان
ایادی القدرة باذن اللہ	توحید مین لگایا ہے۔
ضعر وسما۔	

اردو ترجمہ جو مقابل مین درج ہے وہی ہے جو کتاب کے ساتھ ادارۂ اشاعت بہائیہ سے شایع ہوا ہے۔ اس مین پہلے تو عربی کی لفظ پر جو فعل ہے کلمۂ "لعل" کو داخل کیا گیا ہے۔ اس کا حضرت بہاء اللہ کو خاص شوق تھا جس کی مثالون مین سے ایک پہلے آچکی اور باقی بعد آئینگی اس کے بعد "لیقومن" ہے۔ یہان لام تاکید کا فتحہ کے ساتھ نہین ہے بلکہ لام غایت کسرہ کے ساتھ ہے جیسا کہ مندرجہ ترجمہ سے ظاہر ہے "تاکہ وہ قبور غفلت سے بیدار ہون" اس لام کے ساتھ آخر مین "نون تاکید ثقیلہ" کا لگانا جو تحقیق مطلب کے لیے ہوتا ہے بالکل حضرت بہاء اللہ کے خصوصیات مین داخل ہے۔

زبان عربی کی بارگاہ مین یہ کسی صورت سے قابل قبول نہین ہو سکتا اس کے اوپر عطف کرکے "یسمعن" مین پھر نون تاکید لایا گیا ہے اس کے بعد "اطوار ورقات الفردوس"

اس فقرہ مین پہلے (لتکونن) کی لفظ مین لام غرض کے ساتھ نون تاکید کا ضمیمہ ہے جو درست نہین ہے۔ اس کے بعد آخر مین (لمن المجرمین) کے اوپر والا لام بالکل بے جوڑ لایا گیا ہے۔ لام غرض کے بعد اس قسم کی تاکیدین بالکل بے محل ہوتی ہین اور فصاحت کے خلاف ہین۔

(۵)

ص۲ مین ہے۔

السالك فی النهج البیضاء　　　　شاہ راہ نورانی و رکن

والرکن الحمراء　　　　　　احمر کا متلاشی۔

نہج اور رکن کو مونث قرار دیکر بیضاء اور حمراء کے ساتھ وصف بالکل غلط اور ناقابل قبول ہے۔

(۶)

ص۸ مین ہے۔

کن لک تنوح علیك
حمامة البقاء علی افنان
سل مرة البیضاء لعل تکون
فی مناهج الاجمرا الحکمة
بالارشاد [illegible] الله [illegible]۔

اسی طرح فاختہ بقا شجرہا
کی ٹہنیون پر بیٹھی تیرے لیے نغمہ
زن ہے تاکہ شاید خداوند کے
حکم سے تو علم و حکمت کی راہون
پر ڈالا ہی جائے۔

الاحادیث و نلقی علیلک	معنی سکھلاتے ہین اور حکمت
من اسرار الحکمۃ لتطلع	کے اسرار تبلاتے ہین تاکہ تو مقصود
بما ھوا المقصود و تکون من	سے واقف ہو اور اُن مین سے
الذین ھم شربوا من	ہو جائے جو علم و عرفان کے
کاس العلم والعرفان ۔	جام سے سرشار ہین ۔

اس عبارت مین ''لتطلع بما ہو المقصود'' کا نقرہ ہ غلط ہے ۔ اطلع کا تعدیہ علیٰ کے ساتھ ہوتا ہے ۔ ''ب'' کے ساتھ نہین ۔ ''مین الذین ہم شربوا'' بالکل سلاست کے خلاف ہے ''من الذین شربوا'' ہونا چاہیئے ۔ اور ''ہم'' نظر انداز کرنے کے قابل ۔

(۴)

صفحہ مین ہے ۔

کذلک لنعطیکم من اثمار	اسی طرح ہم تمھین درخت
شجرۃ العلم لتکونن فی	علم کے پھل بخشتے ہین تاکہ یقیناً
رضوان حکمۃ اللہ لمن	تم حکمت الٰہی کے رضوان مین جیا
المحبرین ۔	ابدی وانون سے سنوار کئے جاؤ

ترجمہ کی صحت کا مین ذمہ دار نہین ہون اس لئے کہ وہ بھی بہائی جماعت کا شایع کردہ ہے ۔

وغنیاً عن کل من فی الملك	پاس خواہ ایک سکہ بھی نہو تو
وان لم یکن عندہ دینارا	بھی کل مخلوقات سے بے نیاز
. کذالک نظھر لك سوا سرار	رہتا ہے۔ اس طرح ہم امر کے
الامر ونلقی علیك من جواھر	اسرار تجھ پر ظاہر کرتے ہیں اور
الحکمة لتطیر بجناحی	حکمت کے جواہر تجھ پر کھولتے
الانقطاع فی الھواء	ہیں تاکہ تو انقطاع کے پرون
الذی کان عن الانظار	سے اُس فضا مین اُڑتا پھرے جو
مستورا۔	آنکھون سے نہان ہے۔

یہ دوسرے باب کی سرخی ہے (الباب المذکور)

وہی ترکیب ہے جو پہلے باب مین نظر سے گذر چکی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ باب پہلے ذکر ہو چکا ہے حالانکہ ایسا نہین ہے۔ درحقیقت کہنا یہ مذکور ہے کہ اس باب مین حسب ذیل باتین ذکر ہونگی اور اس کے لیئے عنوان یون قائم ہونا چاہیئے۔

(باب یذکر فیہ") اسکے بعد یہ فقرہ قابل ملاحظہ ہے (وان لن یطیعہ احد) کلمۂ "وان" وصلیہ کے بعد "لن یطیعہ" نفی تاکید بلن عربی محاورہ مین پہلی مثال ہے۔ آخر مین (نظیرک) وہی ہے جس کی مثال کئی دفعہ اس کتاب مین گذر چکی۔

(نغق) کی لفظ جیسا کہ قاموس مین موجود ہے طائر کے لیے استعمال
کرنا غلط ہے (تکونن) کے اوپر جو فعل ہے لعل کا داخل کرنا یہ تو حضرت
بہاء اللہ کی پرانی سرمشق ہے۔

(۷)

صہ ۹۴ مین ہے۔

اسمعوا یا اھل البیان
ما وصّینا کم بالحقّ لعلّ
تسکنن فی ظلّ کان فی ایام
اللہ ممدودا۔

اے اہل بیان سنو جو ہم صداقت
سے تمھین وصیّت کرتے ہین
تاکہ شاید تم اس سایہ تلے
آجاؤ جو ایام خدا مین پھیلایا گیا ہے

یہان بھی "تسکنن" کے اوپر "لعل" کے داخل کرنے کی محبوب
ترکیب عمل مین لائی گئی ہے۔ اس کے بعد ملاحظہ ہو۔

الباب المذکور فی بیان
ان شمس الحقیقة و مظہر
نفس اللہ لیکونن سلطانا
علی من فی السمٰوات و
الارض وان لن یطیعہ
احد من اھل الارض

یہ باب اس بیان مین ہے
کہ تحقیق وہ آفتاب حقیقت
و مظہر نفس اللہ اہل دنیا مین
سے اُسے کوئی مانے یا نہ مانے
زمین و آسمان کے کل موجودات
پر حاکم ہونا ہے اور اُس کے

لکن لاشِ یصدف فی شانہ بانہ سریع الحساب۔

اس لیے اُس کی شان مین سچ ہے کہ وہ حساب لینے مین جلدی کرتا ہے۔

یصدق کے ساتھ "بانہ" کے کوئی معنی نہیں "سب" کے لانے کی معلوم نہین کونسی ضرورت پیدا ہوئی ہے۔

(۱۱)

ص۱۱۶ مین ہے۔

قل انستبدلون الذی ھو خیر لکم فبئس ما استبدلتم بغیر حق و کنتم قوم سوء اخسرت۔

کہہ کیا تم اُسے بدلتے ہو جو تمھارے لیے بھلا ہے پس بُرا کیا تم نے کہ تم نے بلا صداقت اُسے بدلا اور اُن لوگون مین سے ہوے جو بُرے ہین اور نقصان مین ہین۔

عربی مین جو شے معاوضہ مین حاصل ہوتی ہے اُسے "تستبدلون" کے بعد بلا واسطہ بحیثیت مفعول ذکر کرتے ہین اور جس شے کا معاوضہ ہوتا ہے وہ اُسکے بعد "ب" کے ساتھ ذکر ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید مین ہے۔

لام غرض کے بعد نون تاکید۔

مین اس کو صحیح سمجھنے سے قاصر ہون۔

(۸)

صفحہ ۹ مین کوئی عربی عبارت ایسی نہین ہے۔ فارسی عبارت ہے کہ "احادیث و اخبار مدلّہ براین مطلب بسیار است" اس مین "مدلّہ" کی لفظ جو عربی ہے دلالت کرنے والے کے معنی مین لی گئی ہے اور بالکل غلط ہے بلکہ "دالّہ" ہونا چاہئے اس سے دس سطرون کے بعد پھر ہے "آیات متواترہ کہ مدلّ و مشعر براین مطلب رقیق لطیف است"

(۹)

صفحہ ۱۰ مین ہے۔

فارجعوا الیہ لعلکم بواقع الامر تطلعون۔ اس کو دیکھو تاکہ واقعات امر سے واقف ہو۔

سابقاً مین ذکر ہو چکا ہے کہ اطلاع کا تعدیہ علی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ب کے ساتھ تعدیہ مرزا صاحب کا غلط ہے۔

(۱۰)

صفحہ ۱۱ مین ہے۔

ب کے ساتھ غلط ہے بلکہ (الی مواقع العلم) ہونا چاہیئے۔

(۱۳)

صفحہ ۱۴۰ مین ہے۔

"جمیع این آیات مدلہ بر لقاء را کہ حکمے محکم تر از ان در کتب سماوی ملحوظ نہ گشتہ انکار نمودہ اند"

اس عبارت مین پھر "مدلہ" کی لفظ آ ئی ہے جو بالکل غلط ہے

(۱۴)

صفحہ ۱۶۶ مین ہے۔

قاتلہم اللہ بما فعلوا	خدا اُنہین ہلاک کرے
من قبل و من بعد کانوا	اُنکے اگلے کامون کی سزا مین اور
یفعلون۔	اُسکی سزا مین جو اب کر رہے ہین

من قبل کے بعد "من بعد" کی لفظ سے ظاہر ہے، کہ وہ ماضی کا تذکرہ تھا اور اب حال یا استقبال کا ذکر ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور اُس مین حال کے زمانہ کا پتہ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد پھر کانوا کی لفظ بالکل بے جوڑ ہے جو اس حال و استقبال کو زبردستی بجا کر ماضی مین پھینک دیتی ہے۔

(۱۵)

اتستبدلون — کیا تم بدلے مین حاصل کرتے
الذی هو ادنٰی — ہو اُس شے کو جو بالکل پست
بالذی هو خیر۔ — ہے اُس شے کے عوض مین جو بہتر ہے
یہا ،،اللہ صاحب بھی یہی فرمانا چاہتے ہین جیساکہ ترجمہ سے
ظاہر ہے۔

لیکن اُنھون نے فرمایا یہ ہے کہ اتستبدلون الذی هو خیر
لکھو۔ اسکے معنی یہ ہوے کہ ،،کیا تم بدلے مین حاصل کرتے ہو
اُس شے کو جو تمھارے لئے بہتر ہے،، اب بعید والے ٹکڑے بیجوڑ
ہو جاتے ہین کہ ،،تم نے کیا برا معاوضہ کیا ہے اور تم گھاٹے مین مبتلا
ہونے والے ہو،،

(۱۲)

صنا ۱۳ مین ہے۔
لعلکم بلغوا تبع العلم — تاکہ شاید تم علم کے منتہی
تصلوت۔ — تک پہونچ سکو۔

یہ ،،تصلون،، متعدی نہین ہے جس کے معنی ایک شے کو
دوسری شے سے ملانے کے ہین بلکہ لازم ہے جس کے معنی پہونچنے کے
ہین جیساکہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اس صورت مین اس کا تعدیہ

الحی وقت فی ملکوت الانشا کے ظہورات کا خاتم ہے۔

یہ ترجمہ وہی ہے جو جماعت بہائی کا شایع کردہ کتاب کے ساتھ موجود ہے معلوم ہوا کہ اس عبارت میں "مختتم" بمعنی خاتم استعمال کیا گیا ہے اور یہ غلط صریح ہے۔

(۱۷)

اسی صفحہ میں ہے۔

تبارک الرحمٰن الذی لا یشار باشارۃ و لا یعبّر بعبارۃ۔ | بابرکت ہے وہ مہربان خدا جس کی طرف اشارہ ممکن نہیں اور نہ تعبیر سے اس کو ادا کیا جا سکتا ہے

اس عبارت میں الیہ اور عنہ کی کسر ہے یعنی یوں ہونا چاہئے تھا کہ لا یشار الیہ باشارۃ و لا یعبّر عنہ بعبارۃ اور بغیر اسکے کلام ناقص ہے۔

(۱۸)

ص۱ میں ہے۔

والصعق من فی السمٰوات والارض الا عدۃ احرف الوجہ | اور بجز چند حروف کے تمام آسمان اور زمین والے بیہوش ہو گئے۔

صہ ۲۵۶ کتاب آخر تک پہونچ گئی۔ خاتمہ کی سطریں بھی ملاحظہ ہو جائے۔

کذلک نزل من قبل	اسی طرح یہ پہلے نازل ہوا اگر
ان انتم تعقلون۔ المنزول	تم اُن میں سے ہو جو سمجھتے ہیں۔
من الباء والهاء والسلام	منزلہ از باو ہا۔ سلامتی ہو جو اُس
علی من سمع نغمة الورقاء	پر جو سدرۃ المنتہی کی بلبل کا نغمہ سنتا
فی سدرة المنتهی فسبحان ربنا	ہے۔ ستایش ہو ہمارے خدا کی جو
الاعلی۔	سب سے اعلی ہے۔

اس میں المنزول کی لفظ بالکل غلط ہے۔ النازل یا المنزل یا المنزّل ہونا چاہیئے۔ با اور ہا سے مراد بہا ہے اور یہ اُنکا خاص طرز ادا ہے۔

(۱۶)

لوح اشراقات میں جس کے اوپر عنوان "عصمت کبری" لکھا ہوا ہے "دروہ مجموعۂ الواح ستہ میں جنکی فہرست سابق میں درج ہو چکی تجلیات و طرازات کے ساتھ مندرج ہے اس مجموعہ کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے" انّھا ھی مرکز دائرۃ الاسماء و مختم ظھورات یہی نقطہ عالم آفرینش میں اسماء الٰہی کے دائرہ کا مرکز اور جمیع

القلم عن البیان واللسان عن البیان فی ذکرالعصمة الکبریٰ والآیة العظمیٰ التی سئلتہا عن المظلوم لیکشف لک قناعہا۔	ساتھ صبر کیا جبکہ عصمت کبریٰ اور بڑی نشانی کے بیان مین کہ جس کی بابت تونے اس مظلوم سے سوال کیا تھا قلم کی رفتار بند اور زبانؔ کی ہوی تھی۔ تیرے پوچھنے کا منشا یہ تھا کہ اُس کے رخ پر سے نقاب ہٹا دیجائے

اس عبارت مین "سئالتہا عن المظلوم" کا ٹکڑا قابل لحاظ ہے سوال کرتے ہین ایک وہ شخص ہوتا ہے جس سے سوال کیا جائے اور اُس سے جواب حاصل کرنا منظور ہوتا ہے۔ دوسرے وہ چیز ہوتی ہے جس کی بابت سوال ہوتا ہے اور جس کا پوچھنا منظور ہوتا ہے۔

فارسی اور ہماری اردو زبان مین اُس بات کی طرف کہ جسکا پوچھنا منظور ہو سوال کی نسبت بذات خود ہوتی ہے اور اُس شخص کی طرف بذریعہ کسی حرف کے مثلاً

فارسی مین یون کہینگے "من معنی این شعر را از او پرسیدم" اردو مین کہینگے "مین نے اس شعر کے معنی اُس سے پوچھے"

یہاں "الصعق" کی لفظ غلط ہے "صعق" ہونا چاہیئے جیسا کہ سابق
میں گذر چکا ہے۔

(۱۹)

صفحہ ۱۹ میں ہے۔

ان الذی ما شرب	جس شخص نے ہماری اس
من رحیقنا المختوم الذی	مہر لگی ہوئی شراب کا پیالہ نہیں
فککنا ختمہ باسمنا القیوم	پیا جس کی مہر ہم نے اپنے قیوم
انہ ما فاز بانوار	نام سے توڑی ہے تو وہ توحید
التوحید۔	کے نور سے منور نہیں ہوا۔

اس عبارت میں ان الذی کے بعد خبر " انّ " کی ضرورت
ہے لیکن اُسکے بجائے یہاں پھر "انّہ" آگیا ہے جو بالکل زیادہ ہے، پس
اس کے بعد والا فقرہ ہونا چاہیئے تھا جو خبر واقع ہو کلمۂ انّ کی۔

(۲۰)

صفحہ ۲۱ میں ہے۔

یا ایھا السائل الجلیل	اے جلیل سائل اہم اس
نشھد انک تمسکت بالصبر	بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تونے
الجمیل فی ایام فیھا منع	ان ایام میں نہایت عمدگی کے

کی بابتہ سوال کیا۔ یہ بہت فاش غلطی ہے جو کسی طرح قابل چشم پوشی نہیں ہے

(۲۱)

ص۲۱۔۲۲ مین ہے

و امّا العصمۃ الکبریٰ	لیکن عصمت کبریٰ فقط اُسکے
لمن کان مقامہ مقدساعن	ہی لئے مخصوص ہے جس کا مرتبہ
الاوامر والنّواھی ومنزّھا	اوامر و نواہی سے پاک اور خطاؤ
عن الخطاء والنسیان	نسیان سے مبرا ہے۔

اس جگہ لفظ "امّا" کے بعد ف کی ضرورت ہے جس کا پتہ نہین ہے

(۲۲)

ص۲۲ مین ہے۔

اعلموا ان ارادۃ اللہ لم تکن	خوب سمجھ لے (کہ) خدا تعالیٰ
محدودۃ بحدود العباد	کا ارادہ اُن حدون مین محدود
انّہ لا یمشی علی طرقھم	نہین ہے جو بندون نے مقرر
للکل ان یمسّکوا الصراط	کر رکھی ہین۔ وہ اُن کی راہ پر
المستقیم انہ لو یحکم علی	نہین چلتا (ہان) اور سب پر
الیمین حکما للیسار او علی	فرض ہے کہ اُس کی سیدھی راہ
الجنوب حکما للشمال حق	چلین۔ وہ اگر دہنے کو بایان

لیکن عربی مین ایسا نہین ہے۔ عربی مین فعل "سوال" کی نسبت اُس شخص کی طرف بلا واسطہ اور اُس بات کی طرف جس کا سوال ہو بواسطۂ کلمۂ "عن" ہوتی ہے۔ عربی مین اس کو یون کہین گے "سألته عن معنی هذا الشعر" یعنی "عن" کہ جسکے معنی فارسی مین "از" اور اردو مین "سے" کے ہین وہ پوچھی ہوئی چیز (معنی شعر) کے اوپر لایا جائیگا۔

عربی مین اگر اس کو یون کہین کہ سألته عنه معنی الشعر تو یہ بالکل غلط ہوگا۔ اسکے معنی یہ ہونگے کہ "مین نے معنی شعر سے اُسکے بابت سوال کیا"

اسی مین غیر عربی دان فارسی اور اردو والون کو اکثر دہوکا ہوتا ہے حضرت بہاء اللہ بیچارے کی بھی مادری زبان تو فارسی تھی۔ آپ نے یہان عربی کی عبارت مین یہی سخت غلطی کی ہے کہ عربی کو فارسی کی صورت سے ترتیب دیدیا ہے۔ کہنا یہ منظور ہے کہ "تم نے اُس عصمت کبریٰ کے بابت اس مظلوم سے سوال کیا تھا" اس کو عربی مین یون کہنا چاہیے کہ التی سألت المظلوم عنها لیکن آپ نے اسکے برعکس یہ کہا ہے کہ سألتها عن المظلوم اب معنی یہ ہوئے کہ خود اُس عصمت کبریٰ سے تو نے مظلوم

(۲۳)

اسی صفحہ مین یہ ہے -

قل اللھم لک الحمد بما دللتنی الیک

اے میرے اللہ اے میرے خدا ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لیے سزاوار ہے کیونکہ تونے مجھے اپنی طرف آنیکی راہ دکھلائی

اس عبارت مین "الیک" کے بجائے "علیک" ہونے کی ضرورت ہے بغیر اسکے صحیح نہین ہے -

(۲۴)

ص۲۵ مین ہے -

کان ذلک من رحمتہ یا بادی عنہا بنیک وحفظتہ من شر طغاۃ خلقک وبغاۃ عبادک وکان ان یحمل ایاتک امام عرشک

یہی روش اس شخص نے بھی اختیار کی جیسے تونے اپنی مہربانی کے ہاتھون سے پالا تھا اور اُسے اُس موقع پر اپنی سرکش مخلوق اور باغی بندون کے شر سے محفوظ رکھا جبکہ وہ تیرے عرش کے پاس کھڑا تیری آیتین لکھ رہا تھا

اس عبارت مین آخر کے فقرہ مین (ان) بالکل زیادہ ہے (وکان

لا ریب فیہ ۔ اور جنوب کو شمال بتائے (تو) وہ ٹھیک نہیں کہ اُسکا یہ بتلانا بالکل ٹھیک ہوگا

اس عبارت مین خاص طور سے یہ بات ہے کہ روابط کا پتہ نہیں ہے ۔ اُس مفہوم کے اعتبار سے جو ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے عبارت اس طرح ہونا چاہیئے تب وہ مکمل ہو سکتی ۔

(علم ان) ارادۃ اللّٰہ لم تکن محدودۃ و لا محدودۃ العباد انہ لا ینبنی علی طرقھم (ولکن) علی الکل ان یتمسکوا بصراط المستقیم انہ لو یحکم علی الیمین بحکم الیسار او علی الجنوب بحکم الشمال (ھو) حق لا ریب فیہ ۔

اب عبارت ایسی ہوتی ہے جو ایک معمولی عربی دان کے لائق شان ہے ۔

دونوں عبارتوں کی مطابقت سے ظاہر ہوگا کہ ہم نے "للکل" کی لفظ کو "علی الکل" سے بدل دیا ہے ۔ وجہ اس کی ظاہر ہے "ل" عربی زبان مین اختیار کو بتلاتا ہے اور یہان کہنا منظور ہے کہ سب پر فرض ہے ۔ اسلئے "علی" کی ضرورت ہے ۔

"اعلم" کے بعد لفظ "ان" کی کمی ہے تو برابر آپ کے کلام مین پائی جاتی ہے چنانچہ اسی صفحہ مین پھر ہے (ثم اعلم ما سواہ مخلوقا)

الشکر اللہ بحسن الفضل الاعظم والکرم الذی احاط العالم۔ خدا کا شکر اور اس کا بڑے فضل و کرم سے جو تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے۔

یہان احاط کا تعدیہ بنفسہ کیا گیا ہے۔ یہ غلط ہے بلکہ (احاط بالعالم) ہونا چاہیئے۔

(۲۷)

صفحہ میں ہے۔

یا ایھا المتوجہ الی انوار الوجہ قد احاطت الاوھام سکان الارض۔ اے خدا تعالی کے رخ روشن کے انوار کی طرف متوجہ ہونیوالے دنیا کے لوگوں کو وہموں نے گھیر رکھا ہے۔

یہان بھی احاطت کے ساتھ (ب) کی ضرورت ہے یعنی بسکان الارض ہوتا تب صحیح ہو سکتا تھا۔

(۲۸)

اسی صفحہ مین ہے۔

ھل اتت الساعۃ بل قضت و مظھر البینات وہ پوچھتے ہین کہ کیا وہ گھڑی آگئی؟ سو تو کہدے کہ قسم ہے اُسکی جو کھلی دلیلوں کا ظاہر کرنیوالا ہے کہ ہان وہ گذر بھی گئی۔

عمّار ایا مات) کافی ہے۔ اس قسم کے بیجا وبے محل (ان) حضرت علی محمد باب اور بہاء اللہ کی ابتدائی کتابوں میں بہت تھے۔ بے شک آخری دور میں جبکہ زین المقربین اور بعض عربی دان لوگوں نے حلقۂ بہائیت میں رسوخ حاصل کر لیا تھا تو اُنکی توجہ دہانی سے کتاب الاقدس وغیرہ میں سے ایسے بیجا اور بے موقع آن نکال دیئے گئے تھے۔ پھر بھی کہیں کہیں پر رہ گئے ہیں۔

(۲۵)

صـ۲۷ میں ہے۔

لو یظہر من خزائن قلمک الاعلی ما انزلنہ فی ذکر ھذا الذکر الاعظم و نبأک العظیم لینصعق من ائن العلم۔	اگر تیرے قلم اعلی کے خزانوں میں سے وہ چیز ظاہر ہو جائے جو تو نے اس بڑے ذکر اور بڑی خبر کے متعلق نازل فرمائی ہے تو کچھ شک نہیں کہ علم و عرفان کے شہر کے باشندے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔

اس میں "ینصعق" کی لفظ غلط ہے۔ یصعق ہونا چاہیئے۔

(۲۶)

صـ۲۹ میں ہے۔

"کلمات فردوسیہ" مین جو اسی مجموعہ الواح مین مندرج ہے
ص ۴۹-۵۰ پر ہے۔

انا نفخنا الصّور و ھو قلمی الاعلی وانصعق منہ العباد — ہمنے صور پھونکا اور وہ صور ہمارا قلم اعلی ہے اس صور کی آواز سے سب بندے بیہوش ہو گئے۔

کئی دفعہ لکھا جا چکا کہ انصعق غلط ہے۔

(۳۲)

لوح "بشارات" مین جو اسی مجموعہ کی آخری لوح ہے ص۸۲ پر تحریر ہے۔

اے رب تری جوھر الخطاء اقبل الی بحر عطائک والضعیف ملکوت اقتدارک والفقیر شمس غنائک ای رب لاتخیبہ بجودک وکرمک ولا تمنعہ عن فیوضات ایامک۔ — اے میرے پروردگار تو دیکھتا ہے کہ ایک گنہگار تیری عطا کے سمندر کی طرف ایک کمزور تیری قدرت کے مالک کی طرف اور ایک محتاج تیری توانگری کے سورج کی طرف آیا ہے۔ سو تو اسے اپنے جود و کرم سے نا امید اور اپنے خاص دنون کے فیض سے محروم نہ کر۔

اس عبارت مین (قفضت) کی لفظ غلط ہے بلکہ گذر نیکے معنی مین (قضیت) ہونا چاہیے یا (انقضت)۔

(۲۹)

ص۱۳۱ مین ہے۔

وانصعق الطور یون فی نبہ الوقوف۔	طور کے باشندے بیہوش ہوکر حیرت کے جنگل مین گر پڑے۔

یہان وہ ہی انصعق کی لفظ ہے جو کئی مرتبہ لکھا جا چکا کہ غلط ہے۔

(۳۰)

ص۱۳۲ مین ہے۔

نسأله ان یوفق من حولی علی عمل ما امر دابہ صدف قلمی الاعلی۔	ہم اُس سے یہ التجا کرتے ہین کہ جو لوگ میرے گرد جمع ہوگئے ہین اُنھین اُن اعمال کے بجالانیکی توفیق دے جنکی بجا آوری کا اُنہین قلم اعلی نے حکم دیا ہے۔

اس عبارت مین "علی عمل ما امروا بہ" بالکل عربی کے دائرہ سے خارج ہے۔ یون ہونا چاہیے کہ (علی العمل بما امروا بہ)۔

(۳۱)

علمی کی کمی زیادتی سے متعلق نہین ہین ایسا نہین ہے کہ وہ ان الفاظ کو لغت کے اعتبار سے اُنکی کوئی اصل سمجھ کر رکھتے ہون بلکہ یہ ایسے الفاظ ہیں کہ ہر کم سے کم درجہ کا عربی دان جانتا ہے کہ انکی کوئی اصلیت نہین ہے۔

یہ اُنکی قوت عاقلہ کا ایک کرشمہ تھا کہ وہ سمجھتے تھے اس قسم کے عجیب و غریب بے اصل و نسل الفاظ کے استعمال سے عوام پر میرے تبحّر علمی کا سکہ قائم ہوگا اور مجھے اس دعویٰ کرنے کا حق ہوگا کہ پیغمبر اسلام نے صرف اتنا کہا تھا کہ میری کتاب کے ایک سورہ کا کوئی جواب نہین لاسکتا اور مین کہتا ہون کہ میری کتاب کے ایک حرف کا کوئی جواب نہین بنا سکتا

حضرت بہاء اللہ عقل کے اعتبار سے اتنے سادہ لوح نہ تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس قسم کے بے اصل الفاظ وقار بڑھانے کے بجائے مضحکہ خیزی کے باعث ہوتے ہین۔ اس لیئے اُنہون نے اس قسم کے الفاظ و مشتقات کی بھرمار نہین کی بلکہ وہ حتی الامکان یہ چاہتے تھے کہ وہ عام عربی عبارت مین قواعد کے مطابق کلام کرین۔ انکے یہان جو اس قسم کی غلطیان پائی جاتی ہیں وہ صرف استعداد علمی کی کمی کا نتیجہ ہین اور کچھ نہین۔

اس مقام پر ہمارا دل چاہتا ہے کہ اپنے ملکی مسیح موعود و قادیان کے پیغمبر میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عربی عبارت کا نمونہ بھی

اس عبارت کا پہلا حصہ بالکل نا مکمل ہے۔

(جوہر الخطأ اقبل الی بحر عطائک) کے اوپر عطف کے ساتھ اگر فعل کی تکرار نہ کی جائے تب بھی بعد والے فقرات مین الی کی تکرار ضروری ہے یعنی یہ کہا جائے کہ والضعیف الی ملکوت اقتدارک و الفقیر الی شمس غنائک۔ بغیر اسکے معنی پیدا نہین ہوتے۔

آخر مین (فیوضات) کی لفظ عربیت سے بہت دور ہے اور بالکل عربی طرز تحریر سے اجنبیت کا پتہ دیتی ہے۔

میرے خیال مین نمونہ کے لئے اتنا بہت ہے۔ ورنہ ابھی وہ لوحین بھی میرے سامنے ہین جو ادارۂ کوکب ہند نے شایع کی ہین اور وہ مناجاتین بھی ہین جو رسالۂ "کوکب ہند" مین ماہ بماہ شایع ہوتی رہی ہین۔ یہ سب بالکل اسی حیثیت کی ہین اور اس لیے اب اُنکے اوپر نظر ڈالنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ اس مین کوئی شبہہ نہین کہ حضرت علی محمد باب کے یہان جس قسم کے بے معنی کلمات کی بھرمار ہے جیسے قل انا جعلناک عزّانا عزیزاللعازذین قل انا جعلناک حبّا ناحبّیبا للحبا سلین وغیرہ وغیرہ وہ حضرت بہاء اللہ کے بیان نہین پائے جاتے ہین لیکن اس سے استعداد علمی کا فرق ظاہر نہین ہوتا۔

حقیقتہ میرزا علی محمد باب کے یہان اس قسم کے کلمات استعداد

صدقي ويغفلون ما اقول
لهم ولا يشاءون تلك
السفهاء الجهلاء و
يسلكون مسلك الاتقياء
ويتبعون سبيل السعداء
ويأخذون ادب
الصلحاء وقد انزل الله
عليهم سكينة من عنده
وجعلهم من المستيقنين
يتقون الله ويخافون
مقامه وليسوا كالذي
يلهو كالاشقى ويلغيها
ويحسب الواجبة و
يستتبيها ويظلم الفئة
الصالحة ويوذيها
ويسعى في الارض
ليفسد فيها ويضل اهلها

روشنی کے ساتھ پس وہ روشنی انکو
میری سچائی کی حقیقتوں کا پتہ نہیں
ہے اور وہ میری باتوں کو قبول
کرتے ہیں اور ان بیوقوف
جاہلوں کے مانند طرز عمل اختیار
نہیں کرتے اور چلتے ہیں راستہ پر
پرہیزگار لوگوں کے اور اختیار
کرتے ہیں راہ خوش قسمت
لوگوں کی اور عمل کرتے ہیں اخلاق
پرہیزگاروں کے اور خدا نے
نازل کیا ہے انکے اوپر اطمینان
اپنی طرف سے اور قرار دیا ہے انکو
یقین کرنے والوں میں سے۔ وہ
خدا کا خوف رکھتے ہیں اور اسکے
سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے
ہیں اور اس شخص کی طرح نہیں
ہیں جو آخرت کو چھوڑ دیتے اور

غشاوة فما استطاعوا ان
يروا الحقيقة كالمبصرين
انهم شابهوا اليهود
ونزلوا منازلهم
في الاعمال والافعال
والنيات والخواطر
ووقع هذا التوارد كما
يقع الحافر على الحافر
وما انتهوا بل يزيدون
في كلّ حين والذين
منّ الله عليهم بالهداية
واراهم نهج الصدق
والصّواب فاولئك
الّذين ينظرون اليّ
بحسن الظنّ ويفكّرون
في امري بنور الطّلب
فيتبيّن لهم نورهم الحقايق

اور انکی آنکھوں پر پردے ڈالدیے
پس انکے بس میں نہیں رہا یہ کہ وہ
حقیقت کو اُس طرح دیکھیں جیسے
آنکھوں والے دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ
مشابہ ہوئے یہودیوں کے اور اُنکے
قائم مقام ہوئے طرز عمل اور مقاصد
اور خیالات کے اعتبار سے اور یہ
اس طرح اُنکی پیروی کرتے ہیں جیسے
ایک سُم گھوڑے کا دوسرے سم پر
پڑے اور پھر بھی باز نہیں آتے بلکہ
ہر وقت اضافہ ہی کرتے رہتے ہیں
اور وہ لوگ جن کے اوپر خدا نے
احسان کیا ہے ہدایت کے ساتھ اور
دکھلایا ہے اُنہیں راستہ سچائی کا
یہ وہ لوگ ہیں جو میری طرف دیکھتے
ہیں حسن ظن کے ساتھ اور میری نسبت
غور کرتے ہیں طلب صادق کی

طرف منسوب کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ھذا الوح امتزج
بملح اللہ ادا ذقت قمر
وقل لک الحمد یا الہ
العالمین لو تصرح فی
السجن لا تعجب لان
الاحزان ما اخذ تنا
فی سبیل ربک ونحن
فی سرور بدایع۔

یہ لوح ہے جس مین خدا کا نمک
ملا ہوا ہے جب تو اسے چکھ لے
اُٹھ کھڑا ہو اور یون گویا ہو کہ اے
تمام جہانون کے معبود سب تعریف
تیرے لیے سزاوار ہے۔ اگر ہم قید خانے
مین بیٹھ کر تفریح آمیز گفتگو کر رہے
ہین تو تو متعجب نہ ہو کیونکہ تیرے
پروردگار کی راہ مین غم ہمین نہین
دبا سکے اور ہم عجیب نرالی مسرت مین ہین

ایرانی اور ترک سادہ لوح عوام ان الواح کو سر آنکھون پر رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بے شک ان عبارتون کا فصاحت و بلاغت مین مثل نہین ہے۔

لیکن عرب اہل زبان جو ان عبارتون کی حقیقت سے واقف تھے وہ انہین پرکاہ کی اتنی وقعت بھی نہین دیتے تھے چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ کو زندگی مین اور بعد وفات اب تک ممالک عرب مین کبھی کامیابی حاصل نہین ہو سکی۔ خود فلسطین مین جہان

و یکفر قوما مؤمنین۔ | نظر انداز کر دے اور اچھے لوگون پر ظلم کرے اور انہین اذیت پہونچائے اور روئے زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرے اور لوگون کو گمراہ کرے اور ایمان لانے والون کو کافر کا خطاب دیتا ہو۔

بے شک کہین کہین پر مرزا صاحب کے کلام مین بھی غلطیان ہین لیکن وہ اُتنی کثرت سے اور اُتنی فاش نہین ہین جیسی مرزا بہاء اللہ کی غلطیان ہین۔

حضرت بہاء اللہ ان عربی عبارتون کو بالکل ایرانی جاہل مریدون مین پیش کرتے تھے اور یہ دعوے ہوتے تھے کہ یہ کلام انسانی طاقت سے بالاتر ہے اور ارشاد ہوتا تھا کہ۔

کلام اللہ و لو انحصر بکلمۃ لا تعادلہا کتب العالمین۔ | کلام الٰہی اگرچہ صرف ایک ہی کلمہ ہو تمام عالم کی کتابین اس کی برابری نہین کر سکتین۔

(لوح حضرت بہاء اللہ مندرجہ کوکب ہند ستمبر ۱۹۲۹ء)

اسی لوح مین آپ نے اپنی ظرافت اور مزاح کو بھی اپنے خدا کی

جو کئی سو شعروں کا ہے۔ مطلع اُس کا یہ ہے۔

سقتنی حمیا الحب راحۃ مقلتی ۔۔۔ وکاسی محیا من عن الحسن جلت

دوسرا تائیہ صغری" ہے اس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

نعم بالصبا قلبی صبا لا حبتی ۔۔۔ فیا حبذا ذاک الشذا حین ھبت

والبدلی عن اربعی بعد اربع ۔۔۔ شبابی وعقلی وارتیاحی وصحتی

فلی بعد اوطانی سکون الی الفلا ۔۔۔ وبالوحش انسی اذ من الانس وحشتی

وزھد فی وصلی الغوانی اذ بدا ۔۔۔ تبلج صبح الشیب فی جنح لمتی

حضرت بہاء اللہ کو بھی شوق پیدا ہوا کہ وہ اسکے جواب میں قصیدہ نظم فرمائیں چنانچہ اُنھوں نے ایک قصیدہ نظم کر ڈالا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

اجر قتنی بوارق انوار طلعۃ ۔۔۔ بظھورھا کل الشموس تخفت

کان بدوف الشمس من نور وجھھا ۔۔۔ ظھرت فی العالمین وغربت

کل الوجوہ من رشح امزنۃ تا لاّمتھ ۔۔۔ وکل الروح یوب من طفح حکمی تبت

ارض الروح بالامر بی قد مشتی ۔۔۔ وعرش الطور قد کان موضع وطئتی

عربی دان حضرات تو ان عربی اشعار کو خود دیکھکر لطف اُٹھائیں گے لیکن اردو دان اشخاص کے لیے اشعار کے معنی و مطلب سمجھنے کے ساتھ اُنکے وزن کا اندازہ کرانے کے لئے ہم اشعار کا ترجمہ کرتے ہیں اس طرح

آپ کا قیام تھا۔ خاص وہان کے لوگون مین بہائیت نے ذرا سی بھی ترقی نہین کی بلکہ آپ کی عمر گذر گئی سنّی امام جمعہ کے پیچھے مسجد مین جاکر نماز پڑھتے ہوئے تاکہ آپ کے اسلام کا ثبوت ملے۔

مصر مین آپ نے خود تبلیغ سے منع کیا۔ عراق مین بھی آج تک آپ کے مریدون کی تعداد قابل ذکر حیثیت نہین رکھتی۔

یہ وہ امور ہین جنکی تفصیل "نفوذ و اقتدار" کے ذیل مین دلائل ثبوت کے تذکرہ مین آئیگی۔

آپ نے عربی مین شاعری بھی فرمائی ہے لیکن اُس کا کیا کہنا۔ بس دل وجد کرتا ہے اور طبیعت حال مین آتی ہے۔

اُس مین خاص صنعت ناموزون ہونے کی ہے جو الفاظ کی دوسری صوری و معنوی حیثیتون کے اوپر اضافہ ہے۔

اس سلسلہ مین آپ کا ایک معرکۃ الآراء قصیدہ ہمارے پیش نظر ہے جو آپ نے اپنے خیال مین تائیہ ابن فارض کے جواب مین کہا ہے۔

عمر بن فارض مصر کا مشہور شاعر ہے جس نے عربی زبان کی نظم مین تصوف کی داغ بیل ڈالی ہے۔ فصحائے عرب اُس کے اشعار پر سر دھنتے ہین اور اُسکے کمال عربی کے معترف ہین۔

ابن فارض نے ت کے قافیہ مین دو قصیدہ کہے ہین "ایک تائیہ کبری" ہے

معلوم ہوتا ہے کہ اس صنعت یعنی ناموزون نظم کرنے مین مرزا صاحب نے بھی اپنا کمال اُسی طرح دکھلایا ہے جس طرح مرزا بہاء اللہ نے۔

چنانچہ آپ کا رائیہ قصیدہ جو حمامۃ البشری کے آخر مین درج ہے اُس مین یہ صنعت اچھی خاصی موجود ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے

دموعی تفیض بذکر فتن اظلّ وانی اری فتنا کقطر یمطر

اس مین نہ پہلا مصرع درست ہے۔ نہ دوسرا اس لیئے اس سے تو یہ پتہ ہی نہ چلتا کہ وہ کس بحر مین ہے۔

لیکن خیر دوسرا شعر یہ ہے۔

تھبّ ریاح عاصفات مبیدۃ وقلّ صلاح الناس والغی یکثر

اس سے پتہ چلا کہ وہ بحر طویل ضرب ثانی مین ہے۔

اب ملاحظہ ہون حسب ذیل اشعار۔

علی اجدر الاسلام نزّلت حوادث وذالک بسیئات تذاع وتنشر

وفی کل طرف نار فتن تأجّجت وفی کل ذنب قد نراعی التفقر

ومن کل جھۃ کل ذئب وفمرۃ یعیث بو ثب العقار یکبر

وللّٰہ من اطلال دار اھا کلا ھف ودمعی بذکر قصورہ تحدر

اسی طرح آخر قصیدہ تک برابر ایسے مصرع آتے رہتے ہین جو یا گھٹے ہوے ہین یا بڑھے ہوے۔ وزن کے مطابق نہین ہین لیکن پھر بھی اس کلام مین

کہ ہر ٹکڑا اردو کا اُسی وزن کے مطابق ہو جس مین عربی کا فقرہ ہے۔
اس طرح اردو دان حضرات پورے طور پر اس کلام مبارک سے
مستفید ہو سکین گے اور اُنہین معلوم ہو گا کہ یہ کیا چیز ہے۔

چونکہ یہ اردو بھی ایسی ہو گی کہ اکثر حضرات کو اس خیال سے
کہ یہ شعر ہے اُسکے پڑہنے مین تردد ہو گا کہ یہ کیونکر پڑھا جائے اسلیئے
ہم اُس وزن کو سمجھانے کے لیے جو عربی کی مطابقت سے ضروری
سمجھا گیا ہے کچھ اعرابی علامتین پڑھنے کے لیے مقرر کیے دیتے ہین۔
خنجری زبر (ا) جہان یہ ہو وہان حرف کو کھینچ کر پڑہا جائے اور جہان
معمولی کسرہ (ـِ) ہو وہان جلدی سے پڑہیئے تب وہی وزن ہو گا جو
حضرت بہاء اللہ نے عربی مین قرار دیا ہے۔

اب ملاحظہ ہو

بجلیون نے جمال کی مجھکو جلا دیا	کہ سب فنا اُنکے ظہور سے چھپ گئے
یہ سمجھو کہ اُسکے رخ سے سورج کی روشنی	ہوی ظاہر دہر مین کہ فریب دے
جتنے خدا ہین فرمان سے میرے خدا بنے	ہین رب جتنے وہ مرے حکم کے فیض سے پلے
میرے حکم سے چلتا ہے ملکِ روح	تھے میرے پاؤن جو عرش طور پہ بھی پڑے

چونکہ اسکے پہلے عربی دانی کے اعتبار سے مین مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
کو مرزا حسین علی بہاء پر ترجیح دے چکا ہون اسلیے اب یہ کہنا ضروری

اُنکی کتاب "ہفت وادی" جو "چہار وادی" کے ملنے سے "یازدہ وادی" بنجاتی ہے آپ نے شیخ عبد الرحیم کرکوتی کے لیے لکھی تھی اسکے متعلق مصنف کشف الحیل کا بیان ہے کہ وہ بعینہٖ ہفت وادی مصنفہ شیخ فرید الدین عطار ہے جو لیس نظم سے نثر کی طرف منتقل کر لی گئی ہے اور بعض کلمات دوسرے عرفاء کے اُسکے ساتھ مخلوط کر دیے گئے ہین -

بے شک اس کے آخر صفحہ مین جو مرزا بہاء اللہ صاحب نے خود طبع آزمائی فرمائی ہے اُس کو ذرا ملاحظہ کیجیے اور حضرت کے جودت طبع کی داد دیجیے -

فارسی زبان مین چڑیا کا نام "گنجشک" ہے اس "گنجشک" مین آپ کو حقائق و معارف کا دریا موجزن نظر آنے لگا - فرماتے ہین

آنچہ از بدایع فکر در معنی	جو اچھوتی فکر کی باتین اس
طیر معروف کہ بفارسی اورا	طائر مشہور "گنجشک" کے
گنجشک میناmند ذکر فرمودند	معانی مین ذکر کی گئی ہین مجھ کو
معلوم و محقق شد گویا بر اسرار	معلوم ہوئین - معلوم ہوتا ہے
معانی واقف شدہ اند و لیکن	کہ آپ معانی کے رموز و اسرار سے
ہر حرفی را در عالمی باقتضاے	مطلع ہو گئے لیکن ہر حرف کیلئے کسی ایک عالم

اور حضرت بہاء اللہ کے کلام مین بہت بڑا تفرقہ ہے - انکے کلام مین عدم موزونیت ہے لیکن اس شدومد کے ساتھ اور اتنی نمایان اور ظاہر نہین ہے جتنی بہاء اللہ کے یہان -

تصوّف وعرفان

اب رہ گئے عرفانی وتصوفی مضامین جو حضرت بہاء اللہ کے کلام مین پائے جاتے ہین وہ اتنے سطحی اور بے مغز ہوتے ہین کہ انہین کوئی وقعت نہین دیجا سکتی اور دوسرے بابی اصحاب کے یہان اس سے زیادہ درجہ پر فلسفیانہ صورت سے موجود ہین -

موصوف کا ابتدائی صوفیانہ مذاق جو انکے الواح مین پایا جاتا تھا یہ تھا " از باغ الٰہی باسدرۂ ناری آن تازہ غلام آمد

ہای ہای ہذا جذب اللّٰہی ہذا خلع یزدانی ہذا قمص ربانی الخ

" ما عاشقان روی تو ما طالبان خوی تو ما عاکفان کوی تو مپنجام رضای تو مپنجام بلای تو جان ما فدای تو ہی ہی از خدا طلب ہی ہی از بہا طلب الخ -

ان مضامین مین سے جو صوفیانہ حیثیت رکھتے ہین اکثر سر بسر سابق زمانہ کے صوفیہ کے کلمات سے ماخوذ ہین -

"شکر ادا کر اپنے پروردگار کا اُسکی زمین پر تاکہ وہ شکر ادا کرے
تیرا اپنے آسمان مین اگرچہ آسمان احدیت کے عالم مین عین اُس کی
زمین ہے"

ذلك كفر عنك الحجبات المحدودة لتعرف ما لا
عرفته من المقامات القدسية وانك لن تسمع نغمات هذه
الطير الفانية لتطلب من الكؤس الباقية الدائمة و
تترك الكئوب الفانية الزائلة والسلام على من
اتبع الهدى۔

"دور کرو اپنے سے محدود حجابون کو تاکہ پہچانو اُس شے کو جو
تم نے نہین پہچانی ہے مقدس مقامات مین سے اور تم کاش سنو
نغمون کو اس فنا ہوتے والے طائر کے تاکہ طلب کرو حیات دوام
کے ساغرون مین سے اور چھوڑو فنا ہونے والے جامون کو اور
سلام اُس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے"

ناظرین غور فرمائین کہ "گنجشگ" فارسی لفظ جس مین کاف
عربی نہین بلکہ کاف فارسی ہے اُس مین کس طرح حضرت بہاءاللہ
کی نظر اعجاز آفرین نے گاف کو کاف سے بدلکر عربی عبارتون کا
سراغ لگایا اور ہر حرف مین انہین معلومات کی دنیا نظر آئی"

آن مقصودی مقرر است پیش
سالکین از ہر اسمی رمزی واز
ہر حرفی سرّی ادراک میتابند واین
حروفات در مقامی اشارہ بتقدیس
است۔

اُس کے تقاضے سے ایک مقصود ہوتا
ہے اور ارباب معرفت ہر نام سے ایک
اشارہ اور ہر حرف سے ایک رمز کا
احساس کرتے ہیں اور یہ جتنے حرف
ہیں ایک طرح اشارہ ہیں تسبیح و تقدیس
کی طرف۔

اب ملاحظہ ہو شرح جو فرمائی گئی ہے۔

(ک) کفّ نفسک عما یشتہیہ ہواک ثمّ اقبل الی مولاک
"روک اپنے نفس کو اُس چیز سے جس کا تقاضا کرے تیری خواہش
نفس پھر متوجہ ہو اپنے خدا کی طرف"

(ن) نزّہ نفسک عما سواہ لتفدی بروحک فی ہواہ۔
"جدا کر اپنے نفس کو اُسکے غیر سے تاکہ فدا کرے اپنی جان کو اسکی محبت میں"

(ج) جانب جناب الحق ان یبقی فیک من صفات الخلق
"پرہیز کرو خدا کی بارگاہ میں اس بات سے کہ باقی رہیں تجھ میں
مخلوق کی صفتیں"

(ش) اشکر ربک فی الحضرۃ لیشکرک فی ساحۃ دار الکائنات
المستاتق فی عالم الاحدیۃ تفسیر رضاہ۔

(۸۱) ۸۱ ڈ ص نفسك على التقوى واتباع الهدى ولا تركن الى العصبية الحمقى والتقليد الاعمى والا فلتندمن اذا ما تحشر اعمى فتقول رب لم حشرتني اعمى وقد كنت بصيرا قال كذلك اتتك اياتنا فنسيتها وكذلك اليوم تنسى۔

"در یاضت کن نفس خود را بہیم رب العزت، و بپیمودن راہ ہدایت وبائل نشو بتعصب اہل جہالت، و تقلید کورانۂ اہل ضلالت، وگرنہ پشیمان شوی ہرگاہ آوردہ شوی کور در قیامت، پس بگوئی چرا محشور شدم کور حالانکہ بودم با بصارت، پس گفتہ شود ہمین طور آمد بتو آیات من دتغافل کردی از آن پس ہمین طور حیز ادادہ شوی امروز بفراموشی وغفلت،

"اڑیگا ہٹ دھرمی پر تو پچتا ئیگا۔ جب لایا جائیگا قیامت میں اندھا۔ کہیگا کیون مجھے لایا گیا اندھا حالانکہ میں آنکھوں والا تھا۔ کہا جائیگا یونہی آئین تیرے پاس میری نشانیان اور تو نے بھلا دے میں ڈالا یونہی آج تو بھلا دے میں ڈالا جائیگا اور پڑے گا۔ پس عادت ڈال اپنے نفس کو تقوے کی اور سچی بات کو سنکر مان لینے کی

نہ پچتائیگا اس صورت میں اور نہ گھبرائیگا۔ بلکہ خوش ہوگا اور اترائیگا

ہماری اردو زبان بھی فارسی ہی کی دختر نیک اختر ہے۔ اس مین "کنجشک" کو "چڑیا" کہتے ہین۔ اس کے چ اور ڑ کو بھی عالم عربیت مین ج اور ر سے تبدیل ہونے کا حق حاصل ہے اور اس چوحرفی لفظ مین جو کائنات کے عناصر اربعہ کا مجموعہ اور قوائم اربعہ عرش کے ہمعدد اور اجناس انواع اضافیہ کے ہم مرتبہ اور عوالم مجردات کی ہمقطار اور کتب منزلۂ سماویہ کے موافق شمار ہے حقائق کے جواہر اور معارف کے اسرار اُسی طرح لبریز ہین جیسے فارسی کی گنجشک مین تھے اور اس مین ہر حرف عالم صفا و تجرد مین اشارہ ہے تنزیہ کی طرف حضرت حق کے تشئون اہل باطل اہواء اصحاب غوایت و ضلالت سے ہر زبان مین لغات اہل مشرق سے خواہ عربی ہو یا فارسی یا اردو ملاحظہ ہو (ج) جانب اهل الهباء فانهم اصحاب الاهواء لتنفصل عن دار الفناء متصلا بيا لم البقاء۔

"چرا گوشش نہید با صحاب بہار کہ نیستند مگر اہل اہوا تا جدا شوی از دار فنا و متصل شوی بعالم بقاء"

"چہڑا دُا اپنے نتھین پنجہ سے اہل ہوا کے جو ہین اغراض کے بندے اور خواہشون کے پتلے۔ اس لیے کہ چھوڑ دو دنیا کے بکھیڑے سے اور پہنچو گھر مین ہمیشہ رہنے کے۔

یہ ہے تفسیر لفظ "چڑیا" جو قلم اعلیٰ کی صریر سے نازل ہوئی ہے
زمین قرطاس پر تاکہ ہدایت کرے اہل ایقان کی۔

معاف فرمائینگے اور ایسا نظر قلم کبھی تفریح کا طالب ہوتا ہے حضرت
بہاءاللہ باوجود شان خدائی وتعبیر "بہاءالشی" قلم اعلیٰ کی صریر مین
نمک مزاح کی آمیزش سے "شیٔ اللہ" کی چاشنی شریک فرماتے تھے تو
ہمارا بھی قلم لذت اندوز ملاحت ہو کر اگر نمک افشانی پر مائل ہوجائے
اور خوان تکلم "کو" ذائقہ نواز" بنادے تو کوئی تعجب نہین ہے۔

یہ حضرت بہاءاللہ کی تصوف طرازی اور عرفان تراشی ہے جس کا نمونہ
آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

یہ درحقیقت وہ اصلی رنگ ہے جس کی بنیاد شیخ احمد احسائی
کے شاگردون مین پڑی اور شیخی جماعت کے تمام افراد مین کم وبیش
سرایت کر گئی اور حضرت علی محمد باب بھی اسی سے بہرہ اندوز ہوئے
اور ان کے تمام اصحاب واتباع بھی اسی نقش قدم کے
سالک ہوئے۔

حضرت بہاءاللہ کو اس قسم کے معلومات صرف سنی سنائی حیثیت
سے اور بہت معمولی درجہ مین پہونچے ہین۔ دوسرے باب اور شیخی حضرات
کے کلام مین یہ اس سے زیادہ مکمل طور پر پائے جاتے ہین۔

(ی) یا ایھا الذین آمنوا لا تکونوا کالیھود قالوا عزیر ابن اللہ و لا کالنصاریٰ قالوا المسیح ابن اللہ ولکن کونوا مسلمین یقولون محمد عبد اللہ وھو خاتم النبیین لا نبی بعدہ ٗ با مر اللہ۔

"یہودی مشو کہ گفتند عزیر است پسر خدا النصرانی مشو کہ گفتند عیسیٰ است پسر خدا لیکن باش از مسلمین کہ می گویند محمد است بندہ خدا۔ وخاتم النبیین است کہ نیست بعد از او ہیچ نبی بحکم خدا۔"

"یہودیوں کی طرح نہ ہو کہ کہدیا عزیر بیٹے خدا کے ہیں اور عیسائیوں کی طرح نہ ہو کہ کہدیا عیسیٰ بیٹے خدا کے ہیں لیکن مسلمان ہو کہ وہ کہتے ہیں محمدؐ بندہ خدا کے ہیں اور خاتم النبیین ہیں کہ اُن کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں خدا کے حکم سے۔

(ا) اسفاً علی العباد الذین لا یھتدون سبل الرشاد ولا یخافون من یوم المعاد وان ربک لبا لمرصاد۔"

"افسوس برانہا کہ نمی روند بر راہ ہدایت و نمی ترسند از روز قیامت با اینکہ خدا است برائے آنہا در کمین قضا و مشیت۔"

"افسوس ان لوگوں پر جو نہیں چلتے ہدایت کی راہ میں اور قیامت سے نہیں ڈرتے کسی گناہ میں حالانکہ خدا ہے اُن کے واسطے کمینگاہ میں۔"

فرمودند پنج مقام ہا است بکل
قواعد بقاعدہ حکماء فعل و انفعال
و ربط فعل بسوی انفعال و ربط
انفعال بسوی فعل و صورت جامعہ
آنست و بقاعدہ ابجد حرف پنجم
و بقاعدہ نقطہ و حرکت و حرف
و کلمہ و معنی و بقاعدہ الف غیبیہ
و الف لینہ و الف غیر معطوفہ
و الف معطوفہ و الف قائمہ
می گویند و قواعد بسیار است
و ذکرش موجب طول کلام می شود
خلاصہ مقام یقین مقام نقطہ
است و مقام نقطہ مقام حقیقت
است و مقام حقیقت مقام
ذروۂ وجود است کہ مقام لی
مع اللہ حالات نحن ھو و ھو
نحن می باشد و این مقام فنا و

۵ کہے ہین تمام قاعدون سے ۔ حکماء
کے قاعدہ کی بنا پر فعل اور انفعال
اور ربط فعل کا انفعال کے ساتھ اور
ربط انفعال کا فعل کے ساتھ اور
اسکی صورت اجتماعیہ اور ابجد کے
قاعدہ سے پانچوان حرف اور ایک
قاعدہ سے نقطہ اور حرکت اور حرف
اور کلمہ اور معنی اور ایک قاعدہ سے
الف غیبیہ اور الف لینہ اور الف
غیر معطوفہ اور الف معطوفہ اور
الف قائمہ اور بہت سے قاعدے
ہین جن کا ذکر باعث طول کلام
ہے ۔ خلاصہ مقام یقین مقام نقطہ کا
اور مقام نقطہ مقام حقیقت کا ہے اور مقام
حقیقت مقام بلندی وجود کا ہے جسکے
متعلق کہا گیا ہے کہ میرے لیے خدا کے ساتھ
وہ حالتین ہین جنمین ہم اور وہ ایک ہوتے ہین

چنانچہ حاجی مرزا جانی کاشانی مصنف نقطۃ الکاف جو بقول علامہ ابوالفضل اہل علم و ارباب فضل مین سے نہین تھے بلکہ ایک تجارت پیشہ آدمی تھے لیکن شیخی مذہب مین پرورش پانے اور بابی مذہب کے لوگون کے ساتھ برابر رہنے کا اثر تھا کہ اُنکے یہان یہ رنگ بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔

ملاحظہ ہو حاجی میرزا جانی ایک حدیث کی شرح مین جو "حدیث کمیل" کے نام سے امیرالمومنینؑ کی منسوب ہے اور جس مین حضرت کا یہ قول مذکور ہے کہ "الحقیقۃ کشف سبحات الجلال من غیر اشارۃ" "حقیقت جلال الٰہی کے پردون کو ہٹانا ہے بغیر اس کے کہ اُس کی طرف (جسمانی چیزون کے اوصاف کے ساتھ) اشارہ کیا جائے"

تحریر کرتے ہین (نقطۃ الکاف صہ)۔

مقام حقیقت مقام نقطہ است	مقام حقیقت نقطہ کا مقام
و از برائے مقام نقطہ پنج مرتبہ	ہے اور نقطہ کے لیئے پانچ درجہ اُسکے
در ظہورش مقدر است لہذا	ظہور مین مقرر ہین لہذا نقطۂ وجود
نقطۃ الوجود و طلعۃ المعبود	اور طلعت معبود نے پانچ مقام
پنج مقام از برائے کمیل ذکر	کمیل سے ذکر کیئے اور وہ پانچ مقام

نیز در سہ مقام مذکور است علم الیقین
عین الیقین حق الیقین پس اے طالب سالک
و اے مومن مجاہد بر تو معلوم گردید
کہ مقام بس مقام عالی است و
دست ہر کوتہ ہمتی باذیل رتبۂ آن
نمی رسد۔

تین جگہ مذکور ہے علم الیقین عین الیقین
حق الیقین پس اے طالب سالک اور
اے مومن مجاہد تجھ کو معلوم ہوا کہ یہ مقام
بہت بلند ہے اور ہر کوتاہ ہمت کا ہاتھ
اُس کے ادنے درجہ تک بھی نہیں
پہونچ سکتا۔

یقیناً وہ چیز جس کا نام ہے بہائی جماعت کی زبان میں "عرفان"
وہ اس عبارت میں حضرت بہاء اللہ کے کلمات سے بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔
سلسلۂ کلام کو طول ہو گیا مگر بہاء اللہ کے کلمات کی جدت
طرازیاں وہ ہیں کہ جدہر نظر اٹھتی ہے۔

"کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جا است"

آپ نے اپنی کتاب "اقدس" میں احکام میراث جس صورت سے
بیان فرمائے ہیں اُن کے نظر انداز کرنے کو دل نہیں چاہتا۔

ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہے

قد قسمنا المواریث علی عدد
(الزاء) منها قدر لذریاتکم
من کتاب (الطاء) علی عدد

ہم نے تقسیم کیا ہے میراثوں کو
(زاء) کے عدد کے موافق اُن میں
سے ایک مقدار ہے تمہاری ذریتوں

کلی است و بعد از خرق هفتاد هزار
حجاب از نور و ظلمت میسر میشود
که در احادیث شموس عظمت وارد
شده است پس اصل دین معرفة
اللہ است و آن نقطۂ علوم
است که حضرت امیر علیہ السلام
ثم جالہ فرمودند العلم نقطة کثرہ
الجاہلون و مقام یقین در
رسیدن بنقطۂ علم است و
آن مقام حق الیقین است
زیرا کہ انسان را چہار نفس
می باشد۔ نفس امارہ است
و آن شان جہل مطلق نفس
ملہمہ است و آن مقام شک
است نفس لوامہ است و شان
آن ظن است نفس مطمئنہ است
و شیوہ آن علم است و مقام یقین

اور یہ مقام فنائے کلی کا ہے جو ستر ہزار
نور و ظلمت کے پردوں کے چاک
کرنے کے بعد میسر ہوتا ہے جیسا کہ
شموس عظمت کی حدیثوں میں وارد
ہوا ہے پس اصلی دین معرفت
خدا ہے اور وہ نقطۂ علوم ہے جیسکے
متعلق حضرت امیرؑ نے فرمایا ہے کہ
علم ایک نقطہ ہے جسے جاہلوں نے کثیر
بنا دیا ہے اور یقین کا مقام پہونچنے
مین ہے نقطۂ علم تک اور وہ مقام
حق الیقین کا ہے اس لئے کہ انسان
کے لیے چار نفس ہوتے ہین نفس امارہ
اور وہ شان جہل مطلق کی ہے اور
نفس ملہمہ اور وہ مقام شک کا ہے
اور نفس لوامہ اور اس کی شان
سے ظن ہے اور نفس مطمئنہ جس کا
خاصہ علم ہے اور یقین کا مقام بھی

ان یهذ احسن هذا الهذیان فماذا یفهم الناس من هذا الکلام حتی یعملوا علیه فی قسمة مواریثهم مع عموم البلوی به

احد بھی ایسا ہذیان بک سکتا ہے آخر لوگ اس کلام سے کیا سمجھین تاکہ عمل کرین اسکے اوپر اپنے اموال کی تقسیم مین باوجودیکہ یہ مسئلہ ایسا ہے جو عام روزمرہ کی ضرورت سے تعلق رکھتا ہے ۔

لیکن مین اتنی جسارت نہین کر سکتا ۔ بہرحال یہ بھی ایک بہاء اللہی ادا ہے اور ایک طریقۂ بیان خاص ہے لیکن وہ کچھ استعداد علمی کا پتہ دیتا ہے اور فصاحت و بلاغت حسن تعبیر و لطف بیان کی کسی صفت کا حامل ہے؟ کچھ نہین ۔

یہ تمام کائنات ہے سرمایۂ بہائیت کی جس کا نمونہ ناظرین کے سامنے پیش کیا گیا ۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جس کے استعداد علمی کی یہ صورت ہو نثر اور نظم کی وہ کیفیت اور تصوف و عرفان کی یہ حالت اُسکے متعلق یہ کہنا کیا کہ وہ کسی مدرسہ یا اسکول مین داخل ہوا یا نہین اور تحصیل علم اُس نے کس طریقہ سے کی؟

مین نے اس کتاب کے حصۂ اول مین حضرت علی محمد باب کی نسبت بھی آخری فیصلہ یہی کیا تھا جس پر بعض کرمفرما احباب نے جو بہائی مذہب کے معلومات سے بہت دلبستگی رکھتے ہین مجھ کو لکھا کہ یہ تو آپ بہائی جماعت کے

(المقت) وللازواج من كتاب (الحاء) على عدد (التاء والفاء) وللاباء من كتاب (الذاء) على عدد (التاء والكاف) وللامهات من كتاب (الواو) على عدد (الرفيع) وللاخوان من كتاب (الهاء) على عدد (النبين) وللاخوات من كتاب (الدال) على عدد (الراء والميم) وللمعلمين من كتاب (الجيم) على عدد (القاف والفاء) كذلك حكم مبشر الذي يذكرني في الليالي والاسحار۔

(طاء) کی کتاب سے (مقت) کے عدد پر اور ازواج کے لئے (حاء) کی کتاب سے (ثاء اور فاء) کے عدد پر اور باپ کیلئے (زاء) کی کتاب سے (ثاء اور کاف) کے عدد پر اور ماؤں کے لیے (واو) کی کتاب سے (رفیع) کے عدد پر اور بھائیوں کیلئے (ہاء) کی کتاب سے (شبین) کے عدد پر اور بہنوں کے لیے (دال) کی کتاب سے (راء اور میم) کے عدد پر اور استادوں کے لیے (جیم) کی کتاب سے (قاف اور فاء) کے عدد پر یہی حکم ہے میرے بشارت دینے والے کا جو مجھے رات دن یاد کیا کرتا ہے۔

علامہ شیخ محمد حسین کاشف الغطاء تو اس عبارت کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔

فانظر لو ان مجنونا شرب صائغة ساطل من الخمر هل يقدر

تم دیکھو کہ اگر کوئی دیوانہ ہو اور پھر سو تولہ شراب بھی پیئے تو کیا وہ اس کے

اور حضرت بہاء اللہ کو بہائی نقطۂ نظر مین اہمیت جو زیادہ ہے اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے مینے بحث مین توجہ بھی زیادہ صرف کی اور قرائن شواہد آثار و دلائل سے بالکل ثابت کر دیا ہے کہ حضرت حسین علی بہاء کا مبلغ علم بہت محدود تھا۔ وہ اُتنی قابلیت بھی نہین رکھتے تھے جتنی متوسط درجہ کے طلاب رکھا کرتے ہین۔

تو اب یہ سوال یہان بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ کیا واقعی مینے اتنے صفحے کاغذ کے جو نذر تحریر کیے وہ تمام کے تمام بہائی مذہب کی حمایت اور تائید مین صرف ہوئے ہین اور اس سے ثابت ہوا ہے کہ واقعی حضرت بہاء اللہ اپنے دعولے مظہریت و نبوت و رسالت مین بالکل سچے تھے کیونکہ وہ جاہل تھے عبارتون مین سیکڑون غلطیان کرتے تھے۔ دور از کار اور مہمل الفاظ صرف کرتے تھے اور اُتنی بھی قابلیت نہ رکھتے تھے جو معمولی درجہ کے طلاب رکھتے ہین تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ یقیناً نبی رسول، پیغمبر اعظم بلکہ مقصد نبوت اور حاصل دور رسالت تھے؟ کیون کیا ایسا ہی ہے؟ اس کے لئے مین وہ جواب تحریر کیے دیتا ہون جو مینے حصۂ اول کے سلسلہ مین اپنے محترم کرمفرما کو دیا تھا۔

اُسی سے یہان بھی حقیقت واضح ہو جائیگی۔

مینے لکھا تھا کہ۔

دعوے کی تائید کر رہے ہیں اس لیے کہ وہ بھی یہی کہتے ہین کہ علی محمد باب بالکل جاہل علوم متداولہ یا مبتدی کی حیثیت رکھتے ہین اور اسی جہالت سے اُنکے دعواے مہدویت کو تقویت پہونچتی ہے۔ اس لئے کہ اگر کوئی سائنس۔ فلسفہ۔ طب۔ نجوم۔ ہیئت۔ منطق۔ صرف و نحو۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ وغیرہ کا عالم اور منتہی ایسا دعوی کرے تو اس امر کے قیاس کا موقع ملتا ہے کہ انہی علوم کی مدد سے مدعی نے ازراہ مکاری و فریب جھوٹا دعوی نہ کیا ہو۔ بخلاف اسکے اگر کوئی ایسا شخص مدعی ہو جو ان علوم سے عاری یا ان مین مبتدی کا درجہ رکھتا ہو اُس پر مکاری یا فریب کاری کے قیاس کا موقع نہین ہے۔ دوسرے الفاظ مین ایسے مدعی کی نیک نیتی پر کوئی شبہہ نہین کیا جا سکتا۔

یہ ہمارا مسلمہ ہے اور اس بات کو کہ علی محمد باب کا مبلغ علم متوسط درجہ کے عربی طلاب کی حد تک بھی نہ تھا اسی کتاب (حصۂ اول) کے صفحہ ۱۲۴ مین آپ نے خود تسلیم کیا ہے ایسی حالت مین نا قابلیت یا ناواقفیت علوم مروجہ کا فائدہ مدعی کو پہونچتا ہے نہ مخالفین مدعی کو۔

یہ بحث مرزا علی محمد باب کے متعلق تھی لیکن چونکہ حضرت بہاء اللہ کی نسبت بھی ہمارا فیصلہ وہی ہے لیکن اُس سے زیادہ قوت کے ساتھ

ممتاز ہین۔

یہ کہنا کہ اگر جاہل ہو تو مکاری اور فریب کاری کا شبہہ نہین ہو سکتا صیح نہین ہے عقل مکر و فریب جنر ہی دوسری ہے جو جہالت کے ساتھ حد کمال پر ہو سکتی ہے "

ایران مین یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک جاہل کسی قریہ مین پہونچکر عالم ہونے کا دعوی کر لیا لوگ پیچھے نماز پڑہنے لگے مسئلے دریافت کرنے لگے۔ اتفاق سے۔ اس قریہ مین ایک واقعی عالم کا گذر ہو گیا۔ جاہل کو اندیشہ پیدا ہوا کہ لوگ مجھ سے گریز کرینگے لہذا عالم کو مناظرہ کی دعوت دیدی مناظرہ کا وقت طے پا گیا۔ عالم کو اپنے علم کا غرور تھا مگر انجام کی خبر نہ تھی محل مناظرہ پر تمام اہل قریہ کا اجتماع جن مین ایک سے ایک زیادہ جاہل۔ عالم صاحب حاضر ہوئے۔ جاہل بزرگ بھی تشریف لائے قرار پایا کہ وہ جاہل ان عالم صاحب سے صرف ایک سوال کرینگے اگر جواب دیا تو اُنکا علم تسلیم۔ سوال کیا کہ لا ادری کی لفظ کے معنی بتلایئے۔ عالم بیچارے نے کہا "نمی دانم" بات ٹھیک تھی لا ادری کے معنی ہی ہین "نمی دانم" یعنی مین نہین جانتا لیکن اُدہر تماشائیان نیچ گئین کہ اتنی سی لفظ کے معنی نہین معلوم شکست کا اقرار ہے کہ "نمی دانم" مین نہین جانتا عالم بیچارا ہکا بکا

"علی محمد باب کے ناواقفِ علوم ہونے کے متعلق جو کچھ تحریر ہوا ہے اُس کے متعلق گذارش ہے کہ ایک نبی، پیغمبر، روحانی معلّم کا یہ کمال نہین ہے کہ وہ علوم و فنون سے بالکل جاہل اور ناواقف ہو۔ اس صورت مین وہ کسی طرح مصلحِ خلق بننے کے قابل نہین ہے۔ اُس کا کمال یہ ہے کہ وہ بغیر ظاہری طرقِ تعلیم سے علوم حاصل کیے ہوے تمام علوم سے واقف بلکہ اپنے ہمعصرون مین سب سے زیادہ واقف تر ہو۔

آپ نے علی محمد باب کے متعلق جن دو باتون کو بہائی حضرات کا مسلمہ بنایا ہے وہ اُنکی حقانیت و نبوت کو خاک مین ملا دیتی ہین۔

ایک یہ کہ وہ تمام علوم مین مبتدی کا درجہ رکھتے تھے اور ایسا نہین کہ کسی سے پڑھا تھو بلکہ وہ ابتدائی تعلیم اُن استادون ہی سے حاصل ہوئی تھی۔

دوسرے یہ کہ جتنا ابتدائی معلمون سے پڑھا تھا اس سے زیادہ پھر وہ بالکل ناواقف تھے اور کسی علم و فن مین کوئی معرفت نہ رکھتے تھے بے شک یہ وہ ہے جو مین نے اپنی کتاب مین لکھا ہے۔ اگر بہائی حضرات بھی اس کو واقعتاً تسلیم کرتے ہون تو کیا کہنا لیکن مین اُن کو اتنا نادان نہین سمجھتا ہون۔

اگر اس معنی مین "اُمّی" ہونا کوئی کمال ہے تو دنیا کے تمام جہّال اس مین شریک ہین بلکہ جتنے زیادہ جاہل ہین وہ اس صفت مین زیادہ

علم سرمدی سرشته اند و از آب حکمت لدنی عجین گشته اند این است که می فرماید العلم نور یقذفه الله فی قلب من یشاء ۔

ہیں بوجھ سکتا گویا پہلے اہل دانائے علم کی مٹی سے بنائے گئے ہیں اور حکمت خداوندی کے پانی سے انکا خمیر ہوا ہے ۔ یہی مطلب ہے جو ارشاد ہوا ہے کہ علم ایک نور ہے جسے خداوند عالم جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے ۔

لوح سلطانی میں جو حضرت بہاء اللہ کے قلم کی ہے اور مقالۂ سیاح میں درج ہے لکھا ہے ۔

یا سلطان انی کنت کاحد من العباد و راقدا علی المهاد مرت علی نسائم السبحان و علمنی علم ما کان لیس هذا من عندی بل من لدن عزیز علیم ۔

اے بادشاہ میں مثل تمام اشخاص کے گہوارۂ راحت میں مصروف آرام تھا کہ چلیں میرے اوپر ہوائیں حضرت سبحانہ کی اور مجھے انہوں نے عطا کیا علم ما کان ان چیزوں کا جو ہو چکیں یہ جو میری طرف سے نہیں ہے بلکہ خدائے عزیز و علیم کی طرف سے ہے ۔

لوح الامر میں جو کوکب ہند جلد ۴ نمبر ۱۰ میں مع ترجمہ شائع ہوئی ہے لکھا ہے ۔

کہ خداوند ایسا کیا ہوا - میں نے جواب تو ٹھیک دیا لیکن مجمع منتشر ہو گیا
جاہل صاحب کا علم تسلیم کر لیا گیا اور عالم شہر بدر ہو گئے -

ایسے واقعات برابر ہوتے رہتے ہیں - کوئی تعجب کی بات نہیں ہے

اب ہم حضرت بہاء اللہ اور اُنکے تابعین حضرات اہل بہاء کے بیانات کی تلاش کرتے ہیں کہ کیا وہ خود جہالت لاعلمی اور ناواقفیت کا اعتراف کرتے ہیں یا وہ بھی معیار ثبوت نبوت وہی سمجھتے ہیں جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ پڑھا ہو لیکن جانتا سب کچھ ہو -

حضرت بہاء اللہ کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کبھی اپنے تئیں جاہل اور بے علم سمجھنے پر تیار نہ تھے بلکہ وہ اپنے تئیں باوجود ظاہری ذرایع سے غیر تعلیم یافتہ ہونے کے واقف علوم و حکم ظاہر کرتے تھے -

ملاحظہ ہو کتاب ایقان صفحہ ۱۴۲ میں ہے -

رجالی کہ حرفے تعلیم نگرفتہ	وہ لوگ جنھوں نے ایک حرف تعلیم نہیں
اند و معلّم را ندیدہ اند و بہیچ	حاصل کی ہے اور معلّم کی صورت نہیں دیکھی
دبستانی قدم نگذاشتہ اند بکلماتے	ہے اور کسی مکتب میں قدم نہیں رکھا ہے وہ
و معارفی تکلم می نمایند کہ احدے	ایسے ایسے کلمات اور معارف کے ساتھ کلام
ادراک نتوانند نمود گویا از تراب	کرتے ہیں کہ کسی شخص کی طاقت اُن تک

عقول فصحا و بلغای عرب بود — کہ فصحاء و بلغائے عرب کے عقول حیران

و کل مقر و معترفند کہ مثل و مانندی — ہوتے ہین اور سب کو اقرار و اعتراف ہے

ندارد۔ — کہ اُس کا مثل و نظیر نہ تھا۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ بغیر عربی کی تعلیم حاصل کیے ہوئے پورے طور سے عربی دانی کے کمال پر فائز تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ جاہل اور بے علم ہون۔

ادارہ "کوکب ہند" نے جو آپ کے حالات شایع کیے ہین انہین لکھا ہے۔ صہ ۹

"آپ تیرہ یا چودہ برس ہی کے تھے کہ آپ کے علم کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ آپ ہر مضمون پر گفتگو کرتے اور ہر مسئلہ کو حل کر دیتے۔ بڑے بڑے مجالس مین آپ علماء کے ساتھ بحث و تمحیص فرماتے اور نہایت ہی مشکل دینی سوالات کے حل پیش کرتے۔"

کوکب ہند جلد ۴ نمبر ۱۰ مین "لوح الامر" کے قبل جو تمہیدی عبارت درج ہے اُس مین مذکورۂ لوح واقعہ کی تفصیل مین لکھا ہے کہ۔

"جن دنون مین حضرت بہاء اللہ بغداد مین مقیم تھے اور آپ کے تعلیمات کا آوازہ بلند ہو رہا تھا علماء اسلام مین مخالفت کا ایک تازہ جوش پیدا ہوا جس کے سرگروہ کار جناب شیخ عبدالحسین طہرانی تھے

یا قلم القدم اذکر للامم ما
ظهر فی العراق اذ جاء رسول
من معشر العلماء و حضر تلقاء
الوجه و سأل عن العلوم اجبناه
بعلم من لدنا ان ربک لعلام
الغیوب ۔

اے قلم قدم تمام امتوں کیلئے ذکر کر جو
عراق مین ظاہر ہوا جب علماء کی ایک
بڑی جماعت کا فرستادہ آیا اور ہمارے
روبرو حاضر ہوکر علمی سوالات کیے اور ہم نے
اپنے علم لدنی سے اُس کو جواب دیا ۔
بے شک تیرا رب علام الغیوب ہے ۔

اگر حضرت بہاء اللہ اپنی جہالت اور لاعلمی کے مقر ہوتے تو وہ نمایندۂ علماء کے جواب مین کہدیتے کہ مجھے تو کوئی علمی استعداد نہین ہے اور نہ مین عالم ہونے کا دعویدار ہون لیکن آپ نے اُس واقع ہونیوالے یا نہ ہونیوالے واقعہ کے اظہار میں بیان نہین فرمایا ۔

آپ کے جانشین حضرت عبدالبہاء عباس آفندی اپنے مفاوضات مین فرماتے ہین صفحہ

جمال مبارک لسان عرب
نخواندند و معلم و مدرسی نداشتند و
در مکتبی وارد نشدند ولی فصاحت
و بلاغت بیان مبارک در زبان
عرب والواح عربی العبارۃ حیّر

حضرت بہاء اللہ نے عربی زبان
مین پڑھی تھی اور کوئی معلم و مدرس
نہین رکھتے تھے اور مکتب مین بھی داخل
ہوئے تھے لیکن فصاحت و بلاغت
آپ کی عربی زبان کے الواح مین ایسی ہے

بے علم ہونے کا پیش کیا جائے وہ اُنکے دعوے کے صحت کی سند ہو گا۔ ہرگز ایسا نہین ہے۔

ایک بے علم، جاہل، معمولی درجہ کے طلاب سے بھی کم واقفیت رکھنے والا ہرگز اس کا اہل نہین ہے کہ اُسکو بحیثیت مدعی نبوّت و رسالت سچا سمجھا جائے اور اُسکے دعوے کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔

حضرت بہاء اللہ کو صرف عربی کی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت یا دیگر علوم و فنون ہی مین کمال کا دعوی نہین تہا بلکہ وقعات ماضی اور علم ما کان کا بھی دعوی رکھتے تھے چنانچہ کتاب "ایقان" مین لفظ قناع کے متعلق حاج محمد کریم خان کو تحریر فرماتے ہین۔

اما سمعت ذکر المقنع وهو المعروف بالمقنع الکندی وهو محمد بن ظفر بن عمیر بن فرعات بن قیس بن اسود وکان من العرب وقیل انا لو نرید ان نذکر آباءه واجدا

کیا نہین سنا تمنے ذکر مقنع کا جو مقنع کندی مشہور ہے۔ اُس کا پورا نسب محمد بن ظفر بن عمیر بن فرعان بن قیس بن اسود ہے اور وہ اسی منسوب ... ہے۔ ہم اگر چاہین کہ اُس کے آبا و اجداد کا نام لکھے ...

انہون نے کاظمین مین علماء کی ایک مجلس ترتیب دی اور حضرت بہاء اللہ کے مقابلہ کی تدابیر کین۔ جن علماء کو اس مجلس مین بلایا گیا تھا اُن مین حضرت شیخ مرتضیٰ انصاری بھی نجف اشرف سے طلب کئے گئے تھے۔ آپ نے مجمع علماء کا رنگ بے رنگ دیکھ کر فرمایا مناسب تو یہ ہے کہ اپنا ایک نمایندہ بہاء اللہ کے پاس بھیجا جائے وہ تحقیقات کرے اگر بات حق ہو مان لیا جائے ورنہ رد کر دیا جائے۔ چنانچہ اس قرارداد کے مطابق ملا حسن عمو کو جو علماء کبار مین سے تھے مجلس نے منتخب کر کے حضرت بہاء اللہ کے حضور مین بھیجا۔ وہ گئے انہون نے کلمات مبارکہ سنکر عرض کیا کہ آپ کا فضل و کمال بے مثال ہے۔"

اس واقعہ کے اظہار سے۔ بالکل ظاہر ہے کہ بہائی حضرات بہاء اللہ کو جاہل، بے علم اور علوم و فنون سے بے خبر ماننے پر تیار نہین ہین۔

اور اس سے سمجھ مین آگیا کہ معیار امیت کی حیثیت سے ہم مین اور بہائی جماعت مین کوئی تفرقہ نہین ہے۔

امیت کہ جو جوہر نبوت ہے اُس کے معنی جاہل ہونے کے نہین ہین بلکہ بغیر تعلیم ظاہری عالم ہونے کے ہین۔

اس کے بعد وہ بنیاد تو بالکل غلط ہو گئی کہ جاہل اور بے علم ہونا ہی ان حضرات کے دعواے نبوت کی سند ہے اور جتنا ثبوت

آپ اسی کے قائل تھے جو عام مسلمان قائل ہین کہ سلسلۂ نوع بشری
کی ابتدا ایک خاص شخص سے ہے اور اُس کے قبل نسل انسانی کا وجود
نہین تھا

اب اس دعوائے علم غیب کے ساتھ حسب ذیل پر لطف مضمون ملاحظہ
ہو۔ کتاب ایقان صفحہ ۱۸۶-۱۸۷

در کتاب یکے از عباد که مشهور
بعلم و فضل است وجود را از
صنادید قوم شمرده جمیع علمائے
راشدین را رد و سب نموده چنانچه
در همه جائے از کتاب او تلویحا
و تصریحا مشهود است. و این بنده
چون ذکر او را بسیار شنیده بودم
اراده نمودم که از رسائل او قدریے
ملاحظه نمایم هرچند این بنده قبلا
ملاحظه کلمات غیر نداشته و ندارم
لیکن چون جمعے از احوال ایشان
سوال نموده و مستفسر شده بودند

ایک شخص کی کتاب مین جو علم و
فضل کے ساتھ مشہور ہے اور اپنے
تئیں بڑے لوگون مین سے شمار کرتا
ہے اور اُس نے تمام علماء کی رد کی
ہے اور [illegible] کہا ایمان وہی ہین جیسا
کہ تمام مقامات سے اُسکی کتاب کے
صراحتاً یا کنایتاً ظاہر ہے اور بندہ چونکہ
ذکر اُس کو بہت سنا تھا ارادہ کیا کہ
اُسکے تصنیف کردہ رسالون کو تھوڑا
سا ملاحظہ کرون اگرچہ اس احقر کو
توجہ دوسرے لوگون کے کلمات
ملاحظہ کی طرف نہ تھی اور نہ اب ہے

فیما واحداً الی ان انتهی الی	ذکر کرین یہان تک کہ مخلوق اوّل
الیہ ثم الاوّل لقد ما	تک ہوگئے تو ہم قادر ہین بسبب
ما علمنی ربی علوم الاولین	اس کے کہ خدا نے مجھے تعلیم دی ہے
والآخرین مع انا ما قرأنا	تمام علوم اولین وآخرین کی حالانکہ
علومکم والله علی ذلک	ہم نے تمہارے علوم پڑھے نہین ہین
شہید علیم	اور خدا اس کا گواہ ہے ۔

یہ حکمت عملی ملاحظہ ہو کہ نام اُتنے ہی لیے گئے ہین جتنے کتب تواریخ وانساب مین موجود ہین لیکن اُسکے بعد دعویٰ یہ ہے کہ ہم چاہین تو مخلوق اوّل تک آبا و اجداد کے نام لیتے چلے جائین لطف یہ ہے کہ جو یہائی تعلیمات سے ظاہر ہوتا ہے اور رسالہ کوکب ۔ ہند مین اسکی تشریح موجود ہے بہائی نقطۂ نظر سے چونکہ فیض الٰہی مین تعطیل نہین ہوسکتی اس لئے اس کا نبات انسانی کی کوئی ابتدا ہی نہین ہے جس طرح آفتاب بغیر روشنی کے نہین ہوسکتا اُسی طرح خالق بغیر مخلوق کے نہین ۔ اس طرح بدیع اوّل کوئی ہستی نہین کہ حضرت بہاء اللہ اُس تک آباؤ اجداد کا سلسلہ پہونچا کر ختم کردین

شاید اس ادّعائے ہمہ دانی کے موقع پر اُنہین اپنا مذہبی نقطۂ نظر پیش نگاہ نہیں رہا یا اس مذہب کی ایجاد آپ کے بعد ہوئی ہے

دراو ملاحظہ شد از
قضا مرتبہ ثانی جائے
بدست آمد کہ حکایت
معراج سید لولاک
بود ملاحظہ شد کہ قریب
بیست علم او از بد شرط
معرفت معراج
نوشتہ اند۔

جہالت اور اندھے پن کے جنگل مین سیاحن
ہے گویا مشہور حدیث کو فراموش کیا
ہے کہ ارشاد ہوتا ہے "علم تمام معلوم
ہے اور قدرت اور عزت تمام مخلوق
ہے، باوجود اس کے مین کتاب کو منگوایا
چند روز یہ کتاب میرے پاس رہی اور غالبًا
دو دفعہ مین نے اُس کا مطالعہ کیا۔
اتفاق سے دوسری مرتبہ (پہلی مرتبہ
نظر نہین پڑی) ایک جگہ دستیاب
ہوئی کہ جہان حضرت پیغمبر ص کی معراج
کا ذکر تھا۔ معلوم ہوا کہ بیسٹ یا
اس سے زیادہ علوم کا جاننا معراج
کے سمجھنے کی شرط قرار دیا ہے۔

اب اس عبارت سے آپ نے اس عالم علوم اولین وآخرین
اور واقف نقطۂ غیبیہ کی نظر حقیقت بین ۔ اور نگاہ وورد بس کو ملاحظہ
فرمایا کہ لوگ آ آکے دریافت کرتے تھے کہ فلان شخص نے جو کچھ لکھا ہے وہ
کہاں تک صحیح ہے۔

لہذا لازم گشت کہ قدرے در کتب
او ملاحظہ رود و جواب سائلین
بعد از معرفت و بصیرت دادہ
شود بارے کتب عربیۂ او بدست
نیفتاد نا اینکہ شخصے روزے ذکر
نمود کتابے از ایشان کہ مسمی بارشاد
العوام است و درین بلد یافت می شود اگرچہ
از این اسم رائحۂ کبر و غرور مستشمام شد کہ مردم را عوام
و خود را عالم فرض نمودہ و جمیع
مراتب او فی الحقیقۃ از ہمین اسم
کتاب معلوم و مبرہن شد کہ در سبیل
نفس ہوی سالک است و در تیہ جہل دنی
ساکن گویا حدیث مشہور را فراموش
نمودہ اند کہ می فرماید العظمۃ تمام المعلوم
والقدرۃ والعزۃ تمام الخلق با وجود
این کتاب را اللہ نمودہ چیزے زند
محدود و تر دیدہ بود گویا دستر...

لیکن چونکہ اکثر لوگ اُنکے حالات کے
متعلق دریافت کرنے تھے اور سوال
کرتے تھے لہذا لازم ہوا کہ کچھ اُنکی
کتابون کا مطالعہ کیا جائے اور سائلون
کا جواب بعد معرفت و بصیرت کے
دیا جائے۔ (مطالعہ کتاب کے بغیر معرفت
و بصیرت نہیں تھی) خلاصہ یہ کہ عربی
کتابیں اُنکی دستیاب نہین ہوئین یہانتک
کہ ایک شخص نے ایک دن ذکر کیا اُنکی
ایک کتاب کا جس کا نام ہے ارشاد العوام
اور وہ اس شہر مین پائی جاتی ہے۔
اگرچہ اس نام سے بو غرور اور تکبر کی
ظاہر ہے کہ تمام لوگون کو عوام اور
اپنے تئین عالم فرض کیا ہے اور
جتنی حقیقت تھی اس شخص کی وہ
اسی کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ
نفس امارہ کی راہ مین چلنے والا اور

نہیں۔ دو دفعہ تب جا کر معرفت و بصیرت ہو۔ یہ ہے علم غیب کی حقیقت اُس پر یہ دعوی کہ۔

علمنی ربی علوم الاولین | مجھ کو خدا نے تعلیم دی ہے علوم
والاخرین۔ | اولین و آخرین کی۔

اب یہ باب حد سے بہت متجاوز ہو چکا لہذا اس کو ختم کرتے ہیں حالانکہ چیزیں اور بیش نظر ہیں مگر اب ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
مختصر یہ ہے آپ کے "امی" ہونے کی حقیقت جیسے بڑے شد و مد سے پیش کیا جاتا ہے اور ہمارے گذشتہ بیانات کی بنا پر اُنکی کوئی وقعت و اہمیت باقی نہیں رہتی ہے۔

مرزا یحیی صبح ازل

چونکہ بابی مذہب سے بہائیت کی شاخ پھوٹنے کی بنیاد بہت زیادہ حضرت بہاءاللہ اور حضرت صبح الازل کے تفرقہ پر ہے اس لئے بحث بالکل تشنہ رہیگی اگر حضرت بہاءاللہ کے ساتھ ہی ساتھ حضرت صبح الازل کا تذکرہ ہوتا نہ چلے۔
مرزا یحیی صبح ازل مرزا حسین علی بہاء کے بھائی تھا مگر حقیقی نہیں بلکہ اُنکی والدہ دوسری تھیں۔

ظہور اعظم جمال قدم حضرت بہاء اللہ جو مقنع کندی کے آبا و اجداد کے نام حضرت آدم تک بیان کرنے پر آمادہ تھے خاموش ہین بتائین کیا؟ کہ معلوم ہی نہین اُنکی کتاب مین لکھا گیا ہے۔

آخر بڑی مشکلون سے کتاب دستیاب ہوتی ہے۔ ایک دفعہ مطالعہ فرماتے ہین کچھ دستیاب نہین ہوتا جس کی گرفت کیجائے دوسری مرتبہ پھر مطالعہ ہوتا ہے تب جاکر ایک مقام دستیاب ہوتا ہے جو مقام اعتراض مین پیش کیا جا سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ مقنع کندی کے آبا و اجداد کا بتانا مشکل کیا تھا جہان تک تاریخون مین مذکور ہے وہان تک تو تاریخون مین دیکھکر بتایا جا سکتا ہے اُسکے بعد چالیس پچاس نام تراش لینا اور ابن فلان ابن فلان کا تانتا باندھ دینا مشکل کیا ہے؟ کون گذشتہ مردون کو قبرون سے اکھیڑے گا اور پتہ چلا سکے گا کہ بتائے ہوئے نامون کی کوئی اصلیت ہے یا نہین لیکن یہان صورت حال یہ ہے کہ ایک مصنف کی کتابون کا معاملہ۔ یہ مصنف بھی حاجی کریم خان شیخی جو خود بڑی تعداد مین معتقدین کی جماعت رکھنے والے۔ آپ آنکھ بند کرکے اُنکی کسی کتاب کی طرف منسوب کرکے کیا بات کہین اور کیونکر کہین کہ یہ اُس مین ہے لہذا اب علم غیب "تشریف برد" ہو گیا۔ اب مطالعہ کی ضرورت ہے۔ ایک دفعہ

یہ واقعہ حاجی میرزا جانی نے جنکے متعلق علامہ مرزا ابوالفضل گلپایگانی
ورع و تقویٰ اور سچائی، امانت و دیانت کی گواہی دے چکے ہیں کتاب
نقطۃ الکاف میں لکھا ہے اور تحریر کیا ہے کہ اسے مجھ سے خود حضرت مرزا
یحییٰ کے بڑے بھائی مرزا حسین علی نے جو انکی مرحومہ کے حقیقی صاحبزادے ہیں بیان کیا ہے۔
حضرت بہاءاللہ اپنے چھوٹے بھائی مرزا یحییٰ سے سن میں بہت بڑے
تھے جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی محمد باب نے سنہ ۱۲۶۰ھ
میں دعوائے بابیت کیا اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی تو حضرت
بہاء اللہ کی ستائیس سال اور مرزا یحییٰ اسوقت چودہ ہی برس کے
تھے۔ اس طرح بہاءاللہ حضرت مرزا یحییٰ سے تیرہ سال بڑے ہوئے۔
اس طرح کوئی تعجب نہیں کہ صبح ازل کی ابتدائی تربیت میں
حضرت بہاءاللہ بہت حد تک شریک رہے ہوں اور ظاہر ہے کہ اس
عمر کے حالات بھی مرزا یحییٰ کے ان سے زیادہ کسی اور شخص سے معلوم نہیں
ہو سکتے۔

چنانچہ آپ نے جو ابتدائی حالات حضرت مرزا یحییٰ کے بیان فرمائے
ہیں وہ جیسا کہ حاجی میرزا جانی نے آپ سے خود سنکر نقل کیا ہے
حسب ذیل ہیں۔

آثار فطرت و نیکوئی — آثار خوبی فطرت اور حسن اخلاق کے

آپ بہت کمسن تھے جب آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا آپ کی سوتیلی ماں یعنے بہاءاللہ کی والدۂ مکرمہ سے آپ کی بھی تربیت متعلق ہوئی۔

آپ کے برادر عالی مقدار یعنے مرزا حسین علی بہاء خود یہ بیان فرماتے تھے کہ میری والدہ میرزا یحیٰی کی تربیت میں بے توجہی سے کام لیتی تھیں۔ اُنہون نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام دونوں بزرگوار اُنکے مکان میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اس بچہ کو یہاں لاؤ۔ جونہی حاضر کیا گیا آپ نے اُس کے چہرہ کا بوسہ لیا اور پھر اُنکی مربیہ یعنی ہماری والدہ کی گود میں دیا اور فرمایا یہ بچہ ہمارا ہے اسکی خوب حفاظت کرنا یہانتک کہ ہمارے قائم سے ملاقات کرے۔ والدہ بہاءاللہ فرماتی ہیں کہ میں خواب دیکھکر بیدار ہوئی۔ صبح ہونے پر میں نے بچہ کو اپنے پاس بلایا اور اُسکے چہرہ پر نظر ڈالی کچھ ایسی محبت اُسکی میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی کہ مجھے اپنے بچوں کی محبت اُتنی نہیں تھی۔

اسکے بعد سے موصوفہ کی توجہ اُنکی تربیت کی طرف بہت زیادہ ہو گئی تھی اور آپ کی چودہ برس کی عمر ہوئی تھی کہ حضرت مرزا علی محمد باب کا ظہور ہوا اور اسی سال موصوفہ نے داعی اجل کو لبیک کہی۔

حضرت بہاءاللہ کا مرزا یحییٰ کے ابتدائی حالات کے تذکرہ مین فرمانا کہ "درس فارسی راخواندند وعربی را اقبال نکردند" اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے والد میرزا بزرگ نوری اپنی اولاد کو فارسی اور عربی دونون کی تعلیم دلایا کرتے تھے۔ ایسکے ساتھ حضرت عبدالبہاء کا اپنے والد بہاءاللہ کے امی ہونیکے ثبوت مین یہ کہنا کہ آپ کے والد وزراء سے تھے علماء سے نہ تھے اس لیئے اُنکی اولاد کو تعلیم سے کیا سروکار" بالکل مغالطہ ہے اور غلط ہے

حضرت باب پر ایمان

سنہ ۱۲۶۰ھ مین حضرت علی محمد باب نے اپنے دعوی کا اظہار کیا جس کے بعد آپ کو حکومت وقت کی جانب سے شیراز اور شیراز سے اصفہان مین پھر طہران کی سمت روانہ ہونا پڑا تھا۔

جب آپ طہران کی طرف روانہ کیئے گئے ہین اس زمانہ مین حضرت مرزا حسین علی مازندرانی طہران ہی مین مقیم تھے۔ آپ کو اس ظہور جدید کی اطلاع ہوئی تو آپ نے غائبانہ طور پر ایمان اختیار فرمالیا اور تبلیغ کرنے لگے۔

آپ حضرت باب کے اوپر ایمان لانے مین سابقون الاولون کی

اخلاق از مرآۃ سراپای او ظاہر بود
و سکینہ و وقار و تفکر و ادب
و حیا را دوست می داشتند و از
مخالطۂ اطفال و افعال ایشان
اجتناب می نمودہ ولی من نمی
دانستم کہ ایشان صاحب مقام
خواہند گردید و درس فارسی را
خواندند و عربی را اقبال نکردند
و خط نستعلیق را نیکو پیش بردند
و اشعار اہل معرفت و توحید
را دوست میداشتند۔

اُنکے سراپا کے آئینہ سے ظاہر تھے سکینہ
بردباری خاموشی، ادب اور حیا کو
دوست رکھتے تھے بچپن سے کھیل
کود کو برا سمجھتے تھے اور اس سے
پرہیز کرتے تھے لیکن نہیں معلوم تھا
(حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ وقت
جب آپ نے خود دعوائے بہائیت
نہیں فرمایا تھا اور مرزا یحیی تمام
بابی جماعت میں مسند ریاست پر جانشین
حضرت باب تھے) کہ یہ کسی خاص
درجہ پر فائز ہونے والے ہیں۔ آپ نے
فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی لیکن عربی
کی طرف توجہ نہیں کی اور خط نستعلیق
میں بہت کامیابی حاصل کی اہل معرفت
و توحید کے اشعار کو بہت خوب پسند
کرتے تھے۔

اس عبارت سے ہمارے گذشتہ سلسلۂ بحث پر بھی ایک روشنی پڑتی ہے

حضرت بہاء کو باب الباب ہی کے ذریعہ سے حضرت باب کے تحریرات اور بعض کتابون کی نقل بھی حاصل ہوئی جن کی وجہ سے آپ کو طہران کے نومومن بابی حلقہ مین ایک قسم کی مرکزیت حاصل ہوگئی۔ آپ کے مکان مین بابی حضرات جمع ہوتے تھے اور آپ حضرت باب کے الواح و تحریرات کو جو آپ کے پاس موجود تھے پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

مرزا یحییٰ صبح ازل اس زمانہ مین چودہ برس کے تھے۔ آپ کو کسی قابل اعتبار مجتہد کی تلاش تھی جس کی تقلید کرین اسلیے اکثر علماؔ کے حالات کی تحقیق کرتے تھے۔

اتفاق سے یہی وہ زمانہ تھا کہ جب مرزا حسین علی بہاء بابی مذہب مین داخل ہوئے اور حضرت باب کی تحریرین اور لوحین پڑھ پڑھ کر لوگون کو سنانے لگے۔ مرزا یحییٰ ان لوحون کو بڑے غور سے سنتے تھے اتفاق سے ایک مناجات مرزا علی محمد باب کی سنائی گئی کہ جسمین غاہ ناہ یا الہی کے فقرے بہت زیادہ تھے۔ اس مناجات کو سننا تھا کہ مرزا یحییٰ کی طبیعت پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے بھی مرزا علی محمد باب پر ایمان اختیار کرلیا۔

یہ صورت واقعہ خود حاجی میرزا جانی سے مرزا یحییٰ صبح ازل نے

جماعت مین کسی طرح نہ تھے۔

آپ کے قبل ایک کثیر جماعت ایمان اختیار کر چکی تھی جن مین سابقیت اورفضیلت کا شرف اٹھارہ آدمیون کو حاصل تھا جو "حروف حی" کے لقب سے نامزد تھے۔

اِن حروفِ حی مین حضرت بہاء اللہ ہرگز داخل نہین تھے۔ خود حضرت علی محمد باب جیسا کہ ہماری کتاب کے پہلے حصہ سے معلوم ہو سکتا ہے طہران پہونچنے نہین پائے بلکہ آپ جب گرگین خان کے حکم سے اصفہان سے طہران کی طرف روانہ کئے گئے تو طہران سے حکم آ گیا کہ اُنہین براہ راست تبریز لیجایا جاوے۔

بے شک طہران مین حضرت علی محمد باب کے آوازۂ ظہور پہونچانے کا سہرا بابِ الباب حضرت ملا حسین بشرویی کے سر تھا۔ (۱) جو حضرت باب کے بعض تحریرات اور الواح کو لے کر اصفہان اور اصفہان سے کاشان اور کاشان سے دارالسلطنت طہران تشریف لے گئے تھے

حضرت حسین علی بہاء کا ایمان لانا علی محمد باب پر غالباً حضرت بابِ الباب ہی کی تبلیغ کا نتیجہ تھا جس طرح دیگر بہت سے اہل طہران نے بھی آپ ہی کے ہاتھ پر حضرت باب پر ایمان اختیار کیا تھا۔

(۱) ملاحظہ ہو حصۂ اول "مذہب باب و بہاء" صفحہ ۵۰

پھر قزوین جانا چاہیے اور کسی طرح حضرت قرۃ العین کو چھڑا کرلانا چاہیے چنانچہ ہادی فرہادی مخفی طور سے قزوین پہونچا اور کسیطرح قرۃ العین کو گھر سے نکالکر طہران روانہ ہوگیا۔

اندر ان مین پہونچکر مرزا حسین علی بہاء کو حضرت قرۃ العین کے ورود سے اطلاع دی۔

آپ فوراً استقبال کے لیے روانہ ہوے۔ یہ پہلا موقع تھا جب آپ نے حضرت قرۃ العین کے جمال مبارک کی زیارت فرمائی۔

معانقہ ومصافحہ کے بعد اُسی وقت رات کو آپ نے قرۃ العین کو طہران مین لیجا کر اپنے مکان مین فرود کش کیا۔

خراسان جانے کا قصد

حضرت میرزا علی محمد باب کا حکم آیا کہ تمام اصحاب خراسان کی طرف روانہ ہون۔ اس واقعہ کی تفصیل اور اُسکے وجوہ واسباب کی مکمل بحث پہلے حصہ مین درج کی جاچکی ہے۔

مختلف اصحاب مختلف مقامات سے خراسان کی طرف روانہ ہوے۔ حضرت مرزا یحیٰی کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی لیکن حکم حضرت باب کی اطاعت کا ذوق وشوق وہ تھا کہ آپ بھی وہان جانے پر تیار ہوگئے۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی مرزا حسین علی سے ذکر کیے بغیر تھوڑا

اُسی کمسنی کے زمانہ مین بیان کی تھی۔

حاجی مرزا جانی کا بیان ہے۔

درآن زمانیکہ حقیر با ایشان	اُس زمانہ مین جب مجھ سے آپ
صحبت میداشتم علمی و فضلی	سے یہ باتین ہوئی تھین کوئی علم
ظاہر نداشتند ولی محبت ایشان	وفضل آپ مین ظاہری طور پر نہین
بسیار خوب بود۔	تھا لیکن میل جول بہت اچھا تھا۔

قرۃ العین سے ملاقات

سنہ ۱۲۶۳ھ مین حضرت طاہرہ قرۃ العین بغداد سے روانہ ہو کر ایران پہونچین قزوین مین قیام ہوا اور وہان آپ کے خسر اور حقیقی چچا ملا محمد تقی برغانی جو بابی مذہب کے معاملہ مین آپ کے سخت مخالف تھے درجۂ شہادت پر فائز ہوے۔ اُنکے قتل کی ذمہ دار آپ قرار پائین اور مقامی حکومت کی جانب سے آپ زیر حراست اور نظر بند کر دی گئین۔

قزوین کی بابی جماعت مین سے ہادی فرہادی نے طہران جاکر مرزا حسین علی بہاء اور دیگر افراد کو جو آپ کے ہمخیال تھے قزوین کے حالات کی اطلاع دی ان لوگون کی رائے ہوئی کہ میرزا ہادی کو

ہونا پڑا اور سب کا اجتماع بدشت مین ہوا۔

بدشت کے "کارخانۂ شریعت سازی" مین جس کا تذکرہ پہلے حصہ (صٹ - ۹۵) مین بہت تفصیل سے ہوا ہے حضرت حسین علی بہاء موجود اور اُس رائے مشورہ مین شریک تھے۔

صحرائے بدشت کے بعد

بدشت مین رائے مشورہ ہو چلنے کے بعد جبکہ یہ بات طے پا گئی تھی کہ علی محمد باب کو مستقل صاحب شریعت نبی بنانا چاہئے اور شریعت اسلام منسوخ قرار دیجائے نیز یہ کہ مبلغین اطراف مین منتشر ہو کر تمام بابی افراد کو ماکو کی طرف روانہ ہونیکی دعوت دین۔

تمام اصحاب یک دوسرے سے جدا ہوئے اور اپنے اپنے اطراف کو روانہ ہوئے۔

حضرت بہاء اللہ نے بہت چاہا کہ جناب قرۃ العین کا اور آپ کا ساتھ نہ چھوٹے مگر افسوس آپ کے تمام خدمات اور اُن مالی قربانیون پر پانی پھر گیا۔ آپؑ اپنے وطن مالوف طہران واپس ہوا اور حضرت قرۃ العین ملا محمد علی قدوس کے ساتھ ہولین اور اس طرح کہ آخر جمع الشمس والقمر مصداق ثابت ہوا۔ اس واقعہ کی تفصیل حصۂ اوّل صفحہ ۹۶ مین ملاحظہ ہو

حضرت قدوس جناب قرۃ العین کو ساتھ لئے ہوئے بارفروش

زاد سفر اور اسباب لیکر پیادہ پا خراسان جانے کا ارادہ کرلیا اور گھر سے چل کھڑے ہوے۔ جب آپ کے بھائی صاحب کو معلوم ہوا تو کسی کو بھیجکر آپ کو واپس بلایا اور وہان جانے سے روکدیا مگر وہ خیال آپ کے ذہن مین ایسا جم گیا تھا کہ چند روز کے بعد آپ کے کچھ اعزا مازندران جارہے تھے، آپ اُنکے ساتھ مازندران چلے گئے کہ شاید وہان سے خراسان جانے کی کوئی تدبیر نکل سکے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت تک آپ کے برادر گرامی قدر مرزا حسین علی بہاء خراسان جانے پر تیار نہین تھے جب آپ مازندران جاچکے تو مرزا حسین علی نے بھی خراسان جانے کا ارادہ کردیا اور حضرت قرۃ العین کے ساتھ جو آپ ہی کے گھر مین مقیم تھین روانہ ہوگئے۔

آپ نے جناب قرۃ العین کی بڑی خدمت کی اور تمام مصارف سفر بھی آپ ہی نے برداشت کئے جو پانچ سو تومان سے زیادہ تھے۔

یہ لوگ کاشان تک پہونچ گئے تھے، جب حضرت ملا محمد علی بارفروشی ملقب بقدوس بھی مازندران کی طرف سے آئے اور کاشان مین یکجا ہوے۔

خراسان پہونچنے نہین پائے تھے کہ وہان کا منصوبہ ملا حسین باب الباب کی جلد بازی سے باطل ہوگیا۔ ان تمام لوگون کو واپس

وتصویر نیکی صورت انقطاع و
تجرد در ابر لوح فواد ش نمودند
واز نفحات انجذابات سری
وجهری منجذب و جذابش فرمودند
واز شراب کمیاب کیمیا اثری
سرمست و مؤثر در دهرش نموده
بلی ؎
گوهر پاک بباید که شود قابل فیض
ورنه هر سنگ وگلی لؤلؤ و مرجان نشود
بهرحال آنچه ظرفت قابلیت
ایشان لایق بود مملو از رزق نور
فرمودند و در رکاب همایون ترند
الی بارفروش و در بارفروش
خدمت جناب طاهره رسیده و
بامر حضرت قدوس الشان را
برداشته بجا نیکه ما مور بوده بردند
و دیگر به سبب ظاهر شرفیاب فیض

اُنکے لوح دل پر کھینچدی اور خفیہ و علانیہ
جذب و شوق کی خوشبوؤں سے انکو دل
باختہ اور دلربا بنا دیا اور کیمیا کی تاثیر
والی نایاب شراب سے اُنکو مدہوش
کر دیا سچ ہے۔ پاک جوہر ہونا چاہیئے
جو فیض حاصل کرنے کے قابل ہو
ورنہ ہر پتھر اور مٹی تو موتی مونگا نہیں
بنجاتی۔ بہرحال جتنی اُنکے ظرف کی قابلیت
مین سمائی تھی اُتنا نور کے رزق سے
مملو کر دیا۔ یہ اُنکے ہمراہ رکاب رہے
یہانتک کہ بارفروش پہونچے۔
بارفروش مین جناب طاہرہ کی
خدمت مین شرفیاب ہوئے
اور حضرت قدوس کے حکم سے
اُنکو جہان کا حکم ملا تھا وہان
لیجا کر پہونچا یا اس کے بعد سے
وہ ظاہری طور پر حضرت قدوس

مازندران کی طرف تشریف لے گئے۔ مرزا یحیٰی صبح ازل جیسا کہ اسکے
قبل ہم نے لکھا ہے مازندران گئے ہوئے تھے۔ آپ حضرت قدوس وغیرہ
کی تشریف آوری کی اطلاع سنکر بارفروش کی طرف روانہ ہوئے اور
راستہ میں آکر قدوس کی زیارت سے بہرہ مند ہوئے۔ حاجی میرزا جانی
کا بیان ہے کہ۔

حضرت قدوس ہمینکہ ایشان
را دیدند در نہایت مسرور شدہ
از میان جمعیت قدری دور شدہ
و جناب ازل را نیز ہمراہ بردہ
با ایشان اظہار ملاطفت و مہربانی
زیادی فرمودند و صحبتہا داشتند
و خطبہ انشاء فرمودہ بیان نحن
حسن خود کہ دم عیسیٰ از روح آن
اخذ روح نمودہ تا آنکہ محیی اموات
گردیدہ تغنّی می فرمودند پس تخم
محبّت خود را کہ جنت توحید بود
در مزرعہ قلب طاہرش کشتند

حضرت قدوس نے جونہی ان کو
دیکھا بہت خوش ہوئے۔ عام مجمع سے
کچھ دور لیجا کر جناب ازل کو اپنے پاس
بٹھایا۔ بہت دیر آپ کے ساتھ خاص
باتیں کرتے رہے اور ایک خاص خطبہ
اپنا اُس لہجہ میں کہ جس سے دم عیسوی
بھی فیض یاب ہو کر حیات بخش اموات
بنا تھا گا رہے تھے۔ اس طرح اپنی
محبت کا بیج جو درحقیقت توحید کا
بہشت تھا اُنکے پاک دل کی
زمین میں بو دیا اور تمام خلق سے
بے تعلقی اور مجرد ہونے کی تصویر

یہ صورت واقعہ نظر میں رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت قرۃ العین
بہاء اللہ کے گھر میں مقیم تھیں جب حضرت ازل بھی طہران میں تھے۔
خراسان کی مہم پر جانے کے لیے حضرت بہاء اللہ ازل کے جانے
کے کسی طرح روادار نہیں ہوئے۔ کچھ ایسی باتیں پیش آئیں کہ ازل کو
طہران چھوڑ دینا پڑا اور مازندران چلے گئے۔ حضرت بہاء اللہ کی کوشش
یہ تھی کہ قرۃ العین کسی طرح مجھ سے الگ ہوں اس میں وہ صحرائے
بدشت تک کامیاب ہوئے لیکن اسکے بعد پہلے سے کچھ ناگواری تھی
یا اسکے بعد کوئی صورت پیش آئی کہ قرۃ العین نے آپ کو چھوڑ دیا۔
وہ ملا محمد علی بارفروشی کے ساتھ مازندران کی سمت روانہ ہوئیں
بارفروش میں قرۃ العین کی موجودگی میں طہران سے نکلے ہوئے
ازل کو بہاء کے بجائے حضرت قرۃ العین کی مصاحبت نصیب ہو گئی
اور اس طرح کہ تن تنہا وہ آپ کو لیکر جہاں خدا کو معلوم وہاں تک
لے گئے اور برابر آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے رہے۔
حضرت قرۃ العین کی مہربانیوں نے حضرت ازل پر زیادہ ہوئی
ہی کا نتیجہ تھا کہ دیگر اصحاب بھی آپ کو بڑی قدر و منزلت سے
دیکھنے لگے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حاجی میرزا جانی ایسا شخص یہ کہتا ہے
کہ حضرت قرۃ العین کی مصاحبت سے شرفیاب ہونے کے پہلے ازل میں

حضور حضرت قدوس نشدند
ولی در ہر آن دماغ محبت ایشان
از ریاح جذبات غیبیۂ اوشان
تر بوده و دیدۂ دل مبارکش
از اشراقات انوار سرمدیہ منور
میشده چه یک از ہمان روز
ظہور آثار جمال و جلال از
طلعت ہمایونش ظاہر گردیده
که اصحاب فہمیدند خلاصہ خدمت
جناب طاہرہ مکرر می رسیدند
و آن مادر امکان ہمچو ایاکن
طفل ازلیہ را از لبن لم یتغیر
طعمہ شیر داده و در مہد آداب
حسنه و اخلاق پسندیده تربیت
نموده و بلباسہائے سلوک اہل
فطرت مستقیمہ مسلوک داشته تا آنکه
بنیۂ ایشان قوی گردیده۔

کے حضور میں شرفیاب نہیں ہوئے
لیکن ہر وقت دماغ اُنکی محبت
کا اُنکے غیبی جذبوں کی ہوا سے ترو
تازہ رہتا تھا اور دیدۂ دل اُنکا
سرمدی انوار کی روشنی سے منور
ہوتا تھا جس کا تمام اصحاب نے
اندازہ کر لیا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ
خدمت میں جناب طاہرہ کے
بہت مرتبہ شرفیاب ہوئے اور
وہ تمام عالم امکان کی مادر گرامی
قدر مثل اناؤں کے اُس طفل
ازلیت (حضرت ازل) کو اپنے دودھ
سے جس کا مزہ بدلنے والا نہیں ہے دودھ
پلاتی تھیں اور گہوارہ میں آداب
اخلاق کی تربیت کرتی تھیں اور صحیح
فطرت کے راستہ پر چلنے کی ہدایت کرتی تھی۔
یہانتک کہ اُنکا جسم قوی ہوگیا اور آپ میں طاقت

ناظرین اس کا لحاظ رکھیں کہ کہیں یہ چیزیں پیش خیمہ اُس عظیم دشمنی کا
نہ ثابت ہوں جو آیندہ حضرت بہاء اللہ اور صبح الازل میں ہونے والی
ہے اور جس کی آگ کے شعلے سطح فلک سے باتیں کرینگے

قلعۂ شیخ طبرسی کی جنگ

جب حضرت ملا محمد علی قدوس اپنے اصحاب سمیت قلعۂ شیخ طبرسی
مین محصور اور مصروف پیکار تھے اُسوقت حضرت بہاء اللہ اور حضرت
صبح ازل دونوں بھائی چند دیگر بابی اصحاب کے ساتھ جن مین حاجی
میرزا جانی مصنف نقطۃ الکاف بھی تھے حضرت قدوس کی امداد
کے لیے روانہ ہوے لیکن قلعہ کے اندر پہونچنے مین کامیاب نہین ہو سکے
"آمل" کے مقام پر گرفتار ہو گئے۔ حاجی میرزا جانی کا بیان ہے
کہ ہم لوگ سب شب کو پکڑ لئے گئے اور حضرت مرزا یحیی بوقت مخفی ہو گئے
صبح کو حضرت ازل کو گرفتار کر کے شہر مین لایا گیا۔ اہل شہر نے بازارون
اور کوچون مین انکو بہت اذیت پہونچائی آخر وہین جہان دوسرے
ساتھی تھے آپ بھی پہونچا دیئے گئے۔ ان تمام لوگون کو علمائے آمل
کے یہان لے گئے اور عقائد دریافت کئے گئے۔ بعد دریافت عقائد
مرزا حسین علی بہاء اللہ اور بعض لوگون کو بید لگائے گئے۔ حاجی مرزا جانی

وہ غیر معمولی کمالات نہ تھے جواب ہو گئے۔

ہم تو اسکو یہ سمجھتے ہین کہ انسان کے عقیدہ و خیال کا اثر اُس کے محسوسات پر بہت پڑتا ہے۔ ازل قرۃ العین سے ملاقات کے بعد بھی علمی و عملی حیثیت سے وہی ازل ہونگے جو اسکے پہلے تھے۔ مگر قرۃ العین کی حد سے زیادہ مہربانیون کی بدولت اصحاب کے نظر مین ازل کی وقعت بڑہی اور دل مین عظمت پیدا ہوئی۔ اُس عظمت کے ساتھ اخلاق آداب کمالات سب ہی بے مثل و بے نظیر معلوم ہونے لگے یہ معلوم ہونے لگا کہ ازل اب کچھ اور ہو گئے وہ ہین ہی نہین جو پہلے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایران سرزمین شیرین و فرہاد ہمیشہ سے جلوہ زار حسن و حمیت ہے۔ ازل کی عمر کا اسوقت سولوان سال تھا۔ جو دیکھتا تھا جذبہ و شوق سے مملو ہو جاتا تھا ناظرین نے دیکھا کہ قدوس ایسا مقدس بزرگ اُس نے ازل کو جو دیکھا تو تمام اصحاب کو چھوڑ دیا۔ اکیلے گوشۂ خلوت مین ازل کو لیکر پہونچ گیا اور ایسے وجد و طرب مین آیا کہ۔

داؤدی نغمون کی آواز سے فضاے صحرا مملو ہو گئی اور تاریخ کے ورق مین اُس کا تذکرہ محفوظ رہ گیا۔

پھر اگر حضرت قرۃ العین کی توجہ بھی آپ کی طرف بہاء اللہ سے زیادہ ہو تو کیا تعجب ہے۔

نظر توجہ صبح الازل کی طرف خاص طور سے پڑنے لگی تھی۔ قلعہ شیخ طبرسی کی طرف جانے کے سلسلہ مین اتفاق سے آمل و مازندران مین دونون بھائیون کا متعدد اصحاب کی معیت مین ساتھ ہو گیا اور اب مقابلۃً ایک جگہ رہ کر بھی دیکھ لیا گیا کہ اصحاب صبح الازل کی بہاء اللہ سے زیادہ عزت کرتے ہین۔ وہ اُنکی ہر نقل و حرکت کو غیر معمولی صورت سے دیکھتے اور اُس مین کچھ کرامت مضمر سمجھتے ہین چنانچہ حاجی مرزا جانی جو خود حضرت باب اور بڑے بڑے اصحاب کی آنکھین دیکھے ہوے تھے انہین بھی مرزا یحیی مین کچھ نظر آرہا تھا اور وہ اُنکے حالات کو بڑی اہمیت کی نظر سے دیکھ رہے تھے چنانچہ وہ اس واقعۂ آمل کا تذکرہ کرتے ہوے لکھتے ہین۔ الفاظ سے قلبی عقیدت کا پتہ چلانا کچھ دشوار نہین ہے۔

نقطۃ الکاف صفحہ ۲۴۲ مین ہے۔

دران شب حضرت ازل	اس شب حضرت ازل کہین
پنہان شدند و ما را در شب آمل	مخفی ہو گئے تھے اور ہم لوگون کو رات
آوردند وا موال ما را بغارت	کے وقت آمل لے جایا گیا اور ہمارا
بردند و صبح آن شب حضرت ازل	تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔
را گرفتہ بشہر آوردند و اہل شہر	صبح کو حضرت ازل کو گرفتار کر کے

اور صبح ازل اس سزا سے محفوظ رہے۔ بہت عرصہ تک یہ لوگ آمل میں مقید تھے جس کے بعد کسی نہ کسی طرح سب کو رہائی حاصل ہوئی

بہاء اللہ کی بدگمانی
اور
صبح الازل کی پریشانی

یہ تو معلوم ہے کہ بہاء اللہ اور صبح الازل باہم دونوں سگے نہیں بلکہ سوتیلے بھائی تھے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ صبح الازل بہاء اللہ سے چھوٹے تھے اور چھوٹے کے اپنے سے زیادہ فروغ کو بڑا بھائی اکثر دیکھ نہیں سکتا ہے یہ بھی ہم نے دیکھا کہ صبح ازل کو بہاء اللہ نے خراسان کی مہم پر جانے نہیں دیا اور ایسے حالات پیش آئے کہ صبح ازل طہران میں نہ رہ سکے۔ یہ بھی واقعات سے پتہ چلا کہ بعض اسباب کی بنا پر صبح الازل کی طرف اصحاب کی توجہ بہاء اللہ سے زیادہ ہو گئی تھی۔

حضرت قدوس سے ملاقات کے موقع پر قدوس کا صبح ازل کو خلوت میں لیجانا اور گھنٹوں راز کی باتیں کرنا حضرت قرۃ العین کو تنہا صبح ازل کا اپنے ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر لیجانا اور وہاں متعدد بار انکی خدمت سے شرف اندوز ہونا۔ ان امور کا نتیجہ تھا کہ اصحاب کی

منتقل اسیری بدست اعدا نبودم	بالکل مجھے خبر نہ تھی کہ مین دشمنوں
همینکہ وارد شہر شدیم مردم لعن	کے ہاتھوں مین اسیر ہون جونہی ہم
می نمودند و سنگ می زدند و	شہر مین وارد ہوئے لوگ لعنت کرتے
آب دہن می انگندند و من	تھے اور پتھر پھینکتے اور ہمارے اوپر
تماشا می کردم۔	تھوکتے تھے مگر مین اس سب کو بطور
	تماشا دیکھ رہا تھا

یہ حاجی میرزا جانی ایسے شخص کی تصنیف شدہ تھی جو بقول علامہ میرزا ابوالفضل گلپایگانی قدمائے اصحاب باب سے تھا اور بڑے بڑے لوگوں کی صحبت سے شرفیاب ہوا تھا۔ وہ جب مرزا یحیی کا نام لینا چاہتا ہے تو حضرت ازل کہتا ہے اور جب بہاء اللہ کا تذکرہ کرتا ہے تو دو اخوی الشان" یعنے حضرت ازل کے بھائی صاحب کے لفظ سے یاد کرتا ہے۔

یہ صورت حال حضرت بہاء اللہ کی طبع کو گوارا ہونا بہت مشکل تھی نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا یحیی کا وجود آپ کی آنکھوں مین خار کی طرح کھٹکنے لگا۔ وہ مرزا یحیی جو کل آپ کی بدولت طہران سے نکلکر مازندران آیا تھا آج یہی موجودگی مازندران کی بدولت مازندران سے نکلکر طہران جانے پر پھر مجبور ہو رہا ہے

اس واقعہ کو حاجی میرزا جانی نے صرف اتنی مختصر لفظوں مین تحریر کیا ہے

در بازارہا و کوچہا بسیار بآن جناب
اذیت نمودہ بودند ہنگامیکہ وارد
شدند من دیدم بسیار با سرور و
متبسم بودند احوال پرسیدم کہ
بر شما چہ گذشت فرمودند ہمینکہ
شما ہا را گرفتند من در محلی پنہان
شدم و تا صبح مرا خواب نبرد صبح
اہل آبادی مطلع شدہ مرا گرفتند
و نزد شخص طو پچی کہ کدخدای آن
دہ بود بردند رختہائے مرا بدل کردند
و پارۂ ترسانیدند و تہدید بقتل
می نمودند و آخر الامر گفت او را
باَمل ببرید و عرض راہ کہ دو فرسخ
بود تا شہر من گاہی مناجات می کردم
بلسان عربی و گاہی بفارسی اشعار
فارسی می خواندم و با محبوب خود
گرم راز و نیاز بودم بحدیکہ مطلقا

شہر میں لائے اور اہل شہر نے بازاروں
اور کوچوں میں بہت انجناب کو اذیت
پہونچائی جب وارد ہوے مینے آپ کو
دیکھا کہ بہت خوش تھے اور مسکرا رہے
تھے - مینے حالت دریافت کی کہ آپ پر
کیا گذری فرمایا جو ہی تم لوگوں کو گرفتار
کیا گیا مین ایک جگہہ پر چھپ گیا اور
صبح تک مجھے نیند نہین آئی صبح کو
بستی والوں نے مطلع ہو کر مجھے پکڑ لیا
اور اُس بستی کے رئیس کے پاس مجھ کو
لے گئے - میرے کپڑے بدلوائے گئے اور
کچھ ڈرایا دہمکایا گیا - آخر اُس نے کہا
کہ اسے آمل میں لیجاؤ - راستہ مین جو
دو فرسخ کا فاصلہ تھا اس میں مین کبھی
عربی مین مناجات پڑہتا تھا اور کبھی
فارسی کے اشعار اور برابر اپنے محبوب سے
مصروف راز و نیاز تھا یہانتک کہ

بفاصلۂ چهل روز تقریباً خبر شهادت
حضرت قدوس آن جناب سیده
شنیدم که من بعد از رسیدن خبر
شهادت سه یوم تب شدیدی آن
جناب را عارض گردیده از شدت
حرارت نار فراق و بعد از سه یوم
آثار قدوسی در هیکل مبارک
ایشان طالع گردیده و معنی رجعت
ظاهر شده و این واقعه در سنۂ پنجم
از ظهور حق بوده که آن جناب
ارض مبارکه اراده گردیدند و
حضرت ذکر بسیار مشیت ظاهر شدند
و فتنۂ شهدائے سبعه و حضرت وحید
و زنجان در این ظهور حادث گردید
و همینکه عرائض جناب ازل بحضرت
ذکر رسیده در نهایت مسرور شدند
و بنائے غروب شمس ذکریه و طلوع

کے بعد تقریباً جناب قدوس کی شہادت
کی خبر آپ کو معلوم ہوئی۔ سنا ہے کہ خبر
شہادت پہونچنے کے بعد تین روز تک
آپ آتش فراق کی گرمی سے سخت بخار
میں مبتلا رہے۔ تین دن کے بعد حضرت
قدوس کے آثار آپ میں نمایاں ہوئے
اور رجعت کے معنی ظاہر ہوئے۔ اور یہ
واقعہ پانچویں برس ظہور حق کے تھا کہ
وہ جناب ارض مبارک ارادہ فرما
پائے۔ اور حضرت علی محمد باب آسمان
مشیت پر ظاہر ہوئے سات
شہیدوں کا واقعہ اور حضرت وحید
اور زنجان کا قصہ بھی اسی ظہور میں
ہوا ہے۔ جونہی جناب ازل کے لکھے ہوئے
عریضے حضرت علی محمد باب کو پہونچے
بہت خوش ہوئے اور یہ بات قرار پائی
کہ آفتاب ذات اسما (وجود علی محمد باب

بجہت اہتمام جناب اخوی ایشان کہ می گفتند شاید تولید بلوی برپا نماید و موجب فساد در آن حدود بشوند حضرات بزرگان آنجا مرحوم مثل میرزا حسن اخوی اعتماد الدولہ مصلحت در آن دانستند کہ ایشان را روانۂ دار الخلافہ گردند۔

آپ کے بھائی صاحب کی بدگمانی کی وجہ سے کہ انہوں نے کہا تھا آپ کوئی جھنڈا بلند کریں اور ان اطراف میں فتنہ و فساد کا باعث ہوں بڑے بابی حضرات جو ان اطراف میں موجود تھے جیسے اعتماد الدولہ کے بھائی مرزا حسن انہوں نے مصلحت یہ سمجھی کہ آپ طہران روانہ ہو جائیں۔

مرزا یحیی کی مظہریت

اور

حضرت باب کی جانب سے قائم مقامی

ادھر حضرت مرزا یحیی طہران کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر قلعۂ شیخ طبرسی کی لڑائی کا خاتمہ ہوا اور حضرت ملا محمد علی قدوس قتل ہوئے۔

حاجی مرزا جانی کا نقطۃ الکاف، میں بیان ہے کہ

بعد از تشریف بردن ایشان

آپ کے تشریف لے جانے کے چالیس روز

تاریخی حیثیت نہین دیجا سکتی لیکن جہان تک واقعات کا تعلق ہے
اُسکو تاریخی حیثیت سے نظر انداز نہین کیا جا سکتا۔ اور وہ یہ کہ حضرت
علی محمد باب نے قلمدان۔ کاغذ۔ اپنے تحریرات لباس۔ انگشتری وغیرہ
یہ سب مرزا یحیٰی صبح ازل کو بھیجا تھا اور وصیت نامہ اُنہی کے نام تحریر
کیا تھا اور اُس مین اُنہین اپنا جانشین بنانے ہوے یہ وصیت کی تھی
کہ وہ کتاب البیان کو ۸ واحد اور جو باقی رہ گئے ہین لکھکر ختم کرین اور
اس طرح گویا سمّم امر باب قرار پائین

یہ حاجی میرزا جانی کا تاریخی بیان ہے۔

اس کی تائید کے لئے دوسرا بیان کونٹ ڈی گو بینو (
) کا ہے جو ۱۲۷۱ھ سے ۱۲۷۴ھ تک فرانس کی جانب سے
بطور وزیر مختار کے طہران مین مقیم تھے اُنہون نے اپنی کتاب (مذاہب
فلسفہ در ایشیاے متوسط) مین اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اُس کا خلاصہ
حسب ذیل ہے۔

اصل فرانسیسی عبارت مسٹر براؤن کے انگریزی مقدمہ مین کتاب
نقطۃ الکاف کے جو آخر مین ملحق ہے ص۳۲ پر موجود ہے اور اُس کا فارسی
ترجمہ موصوف کے فارسی مقدمہ مین جو کتاب کے شروع مین ملحق ہے
ص۳۵ پر ہے۔ ناظرین اُس کو ملاحظہ فرما سکتے ہین۔

قمر ازلیہ شدہ و لہذا بعد و واحد	غروب کرے اور ماہتاب ازلیت
از آثار ظاہر خود کہ طبق باطن	طالع ہو لہذا واحد کے عدد (۱۹) کے
بودہ باشد از قبیل قلمدان و	مطابق ایسے ظاہری آثار مین سے کہ جو
کاغذ و نوشتجات و لباس مبارک	باطن کے مطابق بنے جیسے قلمدان ۔
و خاتم شریف و امثال آن را	کاغذ تحریرات لباس مبارک انگوٹھی
بجہت حضرت ازل فرستادند	اور ایسی ہی دوسری چیزین حضرت
و وصیت نامہ نیز فرمودہ بودند	باب نے جناب ازل کو بھیجین اور وصیت
و نص بوصایت و ولایت ایشان	نامہ بھی تحریر کیا اور اُنکے وصی اور
فرمودہ و فرمائش کردہ بودند کہ	امام خلق ہونے پر نص کی اور یہ فرمائش
ہشت واحد بیان را بنویسید ۔	کی کہ آٹھ واحد بیان کے جو باقی رہ گئے ہین
	وہ آپ تحریر فرمائین ۔

جو کچھ عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے اور خیالات کے تحت مین انسان کو نظر آنے لگتا ہے ۔ مثلاً یہ کہ حضرت قدوس کے تین دن کے بعد حضرت مرزا یحیی مین کچھ غیر معمولی آثار پیدا ہو گئے اور اُن سے بالکل حضرت قدوس کے خصوصیات نظر آنے لگے اور اس طرح رجعت کے معنی ظاہر ہوئے ۔

یہ تو مصنف کی عقیدت مندی سے متعلق ہے اور اسکو کوئی

حضرت باب کا مکتوب صبح ازل کے نام

پروفیسر براؤن نے اپنے مقدمہ نقطۃ الکاف صفحہ ۳۴ میں یہ مکتوب درج کردیا ہے جو حضرت علی محمد باب نے صبح ازل کو تحریر کیا تھا اور جس سے اُن کی جانشینی پر روشنی پڑتی ہے۔

اللہ اکبر تکبیرا کبیرا

ھذا کتاب من عند اللہ المھیمن القیوم الی اللہ المھیمن القیوم قل کل من اللہ مبدأون قل کل الی اللہ یعودون ھذا کتاب من علی قبل نبیل ذکر اللہ للعالمین الی من یعدل اسمہ اسم الوحید ذکر اللہ للعالمین قل کل من نقطۃ البیان لیبدأون ان یا اسم الوحید فاحفظ ما نزل فی البیان وامر بہ فانک صراط حق عظیم۔

یہ خط خدائے مہربان قائم و دائم کی جانب سے خدائے مہربان قائم و دائم کے نام۔ کہو کہ سب خدا کی طرف سے پیدا ہوئے ہیں۔ کہو کہ سب خدا کی طرف پھر رجوع کرجائینگے۔ یہ خط ہے علی قبل نبیل (یعنی علی محمد) کی طرف سے جو خدا کی یادگار ہے تمام عالمین میں اُس شخص کی طرف جس کا نام وحید کے نام کے برابر ہے (یعنی یحییٰ) اور وہ بھی خدا کی یادگار ہے سارے جہانوں میں کہو کہ تم سب نقطۂ بیان سے پیدا ہوئے ہو۔ اے وحید نام

وزیر موصوف اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷۷ پر لکھتے ہین۔

"تھوڑا سا تردد باب کی جانشینی کے متعلق پیدا ہوا تھا لیکن آخر مین سب کو معلوم ہو گیا کہ کون ہے لیکن انتخاب عام (رائے شماری) کے ذریعہ سے نہین کیونکہ کچھ ظاہری علامات اور بعض روحانی خصوصیات ہین جو روحانی طور پر رئیس مذہب کے معین کرنے کا ذریعہ ہوتے ہین وہ بالکل جوان شخص تھا اور صرف سولہ سال کی عمر تھی اور مرزا یحیی اسکا نام ہے اور وہ میرزا بزرگ نوری کا فرزند ہے۔ مان نے اسکی بچپنے ہی مین انتقال کیا تھا۔ باب کا لقب حضرت اعلی تھا اور اس باب ثانی کا لقب حضرت ازل تھا۔ اس کو جانشینی کے لیے مقرر کیا جانا بغیر کسی سابقہ تمہید کے تھا اور بس ایک ہی مرتبہ تمام بابیون نے اس شخص کو اس عہدہ کے ساتھ پہچان لیا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تصنیف کے وقت مسلمہ طور سے مرزا یحیی صبح ازل بحیثیت جانشین حضرت باب کے بابی جماعت مین مان لیے گئے تھے۔

یہ دونون تاریخی گواہیان اسوقت کی ہین جب حضرت بہاءاللہ کے دعوے کا پتہ بھی نہین تھا۔

بہائی لوگ حضرت بہاء کے حق مین کوئی اس طرح کی شہادت پیش کر نہیں سکتے ہین

آفندی کا اپنی زبان سے اقرار بھی ملاحظہ ہو۔[۱] سفرنامہ عبدالبہا جلد اوّل
مین موجود ہے۔

روز (۷) رجب (۲۲) جون	ساتوین رجب (۲۲ جون) صبح کو یحییٰ
صبح مطالب درخصوص یحیائیها	(ازلی) جماعت کے بارے مین فرما رہے
می فرمودند که چگونه بوهم مبتلا	تھے کہ کس طرح توہمات مین گرفتار ہین
اند می گویند در اوّل توقیع حضرت	کہتے ہین کہ حضرت اعلیٰ (علی محمد باب) کے
اعلیٰ یحییٰ این عبارت است۔	خط بنام یحییٰ کے نام یہ عبارت ہے۔
"من الله العزیز المحبوب الی الله	"من الله العزیز المحبوب الی الله العزیز
العزیز المحبوب" و حال آنکه	المحبوب" حالانکہ یہ عبارت حضرت
این عبارت در بدایت توقیعات حضرت	دیان اور بعض دوسرے حضرات کے نام
دیان و سائرین نیز مسطور است	کے خطوط کے شروع مین بھی موجود ہے۔

ہماری سمجھ مین حضرت عبدالبہاء کی یہ منطق نہین آئی۔

حضرت دیان نہین اور ہزار آدمیون کے نام یہ عبارت ہو۔ بہرحال وہ فضیلت کا پتہ ضرور دیتی ہے۔ ہم کہتے ہین کہ ایک سچے نبی (جیسا کہ بہائی حضرات علی محمد باب کو ماننے پر مجبور ہین) کی طرف سے کسی ایسے شخص کے نام ایسی عبارت نہین لکھی جا سکتی جو ملعون، مطرود، مردود، گمراہ اور گمراہ کنندہ خلق ہونے والا ہو۔

واسطے بیان کئے گئے جو احکام نازل ہوئے
ہیں اُنکی حفاظت کر اور اُنکا اجرا کر
کیونکہ تو خدا کا بڑا راستہ ہے ۔

متعلقات الواح پر منصفانہ غور کیجئے اُس کے مضمون کو دیکھیئے اس کے
اولی بعض پہلوؤں کو تو ہم نے اس کتاب میں پہلے لکھا ہے اُن سے بحث نہیں
مطلب اس کلام سے ہے کہ اس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ علی محمد باب
نے مرزا یحییٰ کو وہی درجہ دیا ہے جو خود اُنکے لیئے حاصل تھا اور اُنہیں
کو اپنا ایسا ہی نائب اور اُس کے احکام کا اجرا کنندہ قرار دیا ہے جس سے
نیابت کا نتیجہ ظاہر ہے ۔

اس قسم کے اور خطوط بھی حضرت باب کی طرف سے حضرت مرزا یحییٰ
کے نام نازل ہوئے ہیں ۔ ایک خط اس سلسلہ کا ہم اپنی کتاب کے پہلے حصہ
صفحہ ۳۰ میں درج کر چکے ہیں جس کی ابتدا یہ ہے ۔

بسم الفرد المحبوب هذا	یہ خط ہے خدائے مہیمن وقیوم
كتاب من عند الله المهيمن	کی طرف سے خدائے عزیز محبوب
القيوم الى الله العزيز	کے نام آخر
المحبوب الخ	

خطوط کے متعلق سیاحت کتب کے اید حضرت عبدالبہاء عباس

وقت حضرت باب کے تعلیمات کی تبلیغ میں صرف کرتے تھے۔
روز یکشنبہ ۲۸ شوال ۱۲۶۸ھ کو تین آدمیوں نے بابیوں میں سے
ناصر الدین شاہ کے قتل کا ارادہ کیا اور قاتلانہ حملہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ حکومت کی جانب سے تقریباً ۴۰ آدمی مشہور بابیوں میں سے قید کئے گئے
اور ۲۸ آدمی جن کے نام ناسخ التواریخ و روضۃ الصفا وغیرہ میں مذکور
ہیں روز چہارشنبہ ۳۰ ذی قعدہ ۱۲۶۸ھ کو قتل کئے گئے۔
اُن لوگوں میں سے جو قتل ہوئے حاجی میرزا جانی مصنف نقطۃ الکاف
بھی تھے اور قید ہونے والوں میں حضرت مرزا حسین علی بہاء تھے۔ حضرت
صبح ازل جو اس موقع پر مقام "نور" مازندران میں تھے فوراً لباس تبدیل
کرکے بغداد کی طرف روبفرار ہوگئے۔ حکومت کو آپ کی خاص طور پر
بڑی فکر تھی یہاں تک کہ ہزار تومان انعام مقرر ہوا تھا کہ آپ کو گرفتار
کیا جائے۔ مگر باوجود اس کے حضرت ازل صوفیہ کا لباس پہنے درویشوں
کی شکل بنائے، سر پر لانبی سی ٹوپی۔ ایک ہاتھ میں عصا۔ ایک ہاتھ میں
کشکول گدائی لیئے ہوئے ایران کی سرحد سے نکل گئے اور ۱۲۶۹ھ کے شروع
میں بغداد پہونچ گئے۔ چار مہینہ کے بعد حضرت بہاء اللہ بھی قید خانہ سے
رہا ہوکر بغداد پہونچے اور دونوں بھائی یکجا ہوئے۔ رفتہ رفتہ تمام بابی
حضرات ایران کے گوشوں سے سمٹ سمٹ کر بغداد میں جمع ہونے لگے اور

اس کے علاوہ حضرت دیان کے نام ہو یا اور دوسرے اشخاص کے نام حضرت حسین علی بہاء کے نام کہین اس طرح کی بھی تحریر نہین ہے۔ اور ہم آیندہ لکھین گے کہ حضرت علی محمد باب کے زمانہ مین بہت سے اصحاب ایسے تھے جو حسین علی بہاء سے زیادہ شخصیت اور مذہبی عظمت رکھتے تھے لہذا یہ لکھنے کے کوئی معنی نہین کہ فقط ازل کو نہین لکھا تھا۔ بہت سے آدمیون کو لکھا تھا۔

بے شک یہ ابتدائی فقرات کوئی جانشینی و قائم مقامی کا خاص ثبوت نہین ہین لیکن اسکے یہ پہلے خط کے آخری الفاظ ہین جس کے مثل دوسرے لوگون کے لئے پیش نہین کئے جا سکتے۔

حضرت باب کے قتل ہونیکے بعد

سنہ ۱۲۶۵ھ مین مرزا یحیی قائم مقام و جانشین کئے گئے۔ اسوقت آپکی عمر ۱۹ سال کی تھی اس کے ایک سال بعد ۲۸ شعبان سنہ ۱۲۶۶ھ (بقول حضرات اہل بہار) کو حضرت علی محمد باب قتل ہوئے اور تمام بابی جماعت کے نزدیک مسلمہ حیثیت سے حضرت مرزا یحیی صبح الازل اُنکے قائم مقام قرار پائے اسکے بعد سے صبح ازل برابر کئی برسون مین حوالی طہران مین شمیران کے مقام پر اور جاڑون مین اپنے اصلی وطن نور مازندران مین رہتے تھے اور تمام

استمرار داشت و چنانکہ اشارہ شد
و بشنود اکثر از اصحاب پایۂ قدرش
را بہتر از ادراک خود شناختہ و
می شناختند و مشاورہ با حضرتش
را در ہر امر لازم تر از ہمہ چیز می‌شمردند

جاری تھی اور جیسا کہ اشارہ ہوا اور سنا
ہوگا اکثر اصحاب آپ کے مرتبہ کو اپنے
ادراک سے بالاتر سمجھ چکے اور سمجھتے تھے
اور اُن حضرت سے مشورہ کو ہر امر میں
ہر بات سے زیادہ ضروری خیال کرتے تھے

اس کے بعد لکھا ہے

بسیاری از مسائل واقع
می شد کہ تباین و تخالف کلی در
انظار پیدا می شد و غالبا قرة العین
را حکم کردہ جواب کتبی یا شفاہی
از او گرفتہ قانع می‌شدند نیز او ہر
چند در ابتدا استقلالاً جواب
میداد ولی بعد از تشرف
بحضور بہاء اللہ بدون مشورت
با ایشان جوابی نمی داد و اقدامی
نمی کرد۔

اکثر مسئلے ایسے آتے تھے جن میں اصحاب
کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا تھا ایسے
موقعوں پر اکثر قرة العین کو ثالث بنا کر اُنسے
تحریری یا زبانی فیصلہ حاصل کرتے تھے
وہ بھی اگرچہ شروع میں بطور خود جواب
دیتی تھیں لیکن جب سے بہاء اللہ کی خدمت
میں شرف یاب ہوئیں تب سے بغیر آپ سے
مشورہ لیئے ہوئے کوئی جواب نہ دیتی
تھیں اور نہ کوئی کام کرتی تھیں

یہ ہے بہائی حضرات کا اظہار مگر جب ہم حقیقت حال پر گہری نظر

سنہ ۱۲۷۹ تک یعنی دس سال کے قریب یہ لوگ اسی صورت سے بغداد مین مقیم تھے اور کوئی اختلاف حضرت بہاء اور صبح ازل مین نہ تھا ۔ صبح ازل بحیثیت پیشوائے روحانی مسند حیثیت کے مالک اور حضرت بہاء انکے تابع و مطیع تھے

اب اس کے بعد چونکہ حالات مین انقلاب ہونے والا ہے اور حضرت مرزا حسین علی بہاء کچھ کے کچھ ہو نگے اور بڑے دعوے کرینگے اس لیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک نظر صفحۂ ماضی پر پھر کر لی جائے اور اسکی روشنی مین مستقبل کا مطالعہ کیا جائے

حضرت بہاء اللہ کی شخصیت

علی محمد باب کے زمانہ مین

بہائی حضرات کا اظہار ہے کہ حضرت بہاء اللہ کی شخصیت مرزا علی محمد باب کے زمانہ ہی مین ممتاز حیثیت رکھتی تھی اور وہ اصحاب باب مین سب سے مافوق ہستی تسلیم کئے جاتے تھے ۔

ملاحظہ ہو کتاب کواکب دریہ جو دنیائے بہائیت کی موجودہ محل اعتماد تاریخ ہے صفحہ ۱۲ ۔

. بہاء اللہ مکاتیب شان باباب حضرت بہاء اللہ کی خط و کتابت باب کے ساتھ

حاجی مرزا جانی کا نقطۃ الکاف سنہ ۱۲۶۸ میں بیان ہے کہ شروع میں
جناب آخوند ملا حسین بشرویہ کی فضیلت ملا محمد علی بارفروشی سے بدرجہا
بلند سمجھی جاتی تھی بلکہ ملا محمد علی کی کوئی فضیلت معلوم نہ تھی سوائے اسکے
کہ وہ سفر حج میں حضرت باب کے ہمراہ تھے اسی بنا پر جب ملا حسین بشرویہ
مازندران کی طرف گئے اور بارفروش میں وارد ہوئے حاجی محمد علی بارفروشی کے
یہاں قیام کیا اور پہلے دن آخوند ملا حسین صدر محفل میں تشریف فرما ہوئے
اور جناب حاجی ملا محمد علی آپ سے مؤخر لیکن شب جو گذری تو لوگوں کو یہ
دیکھکر حیرت پیدا ہوئی کہ صورت حال بالکل برعکس ہو گئی ہے حضرت ملا
محمد علی صدر میں تشریف فرما ہیں اور آخوند ملا حسین کی حالت رعب و ہیبت
سے دگرگوں ہے۔ مثل ایک ذلیل غلام کے انکی خدمت میں کھڑے ہوئے
ہیں معلوم ہوا کہ حضرت باب جنکا تذکرہ جناب ذکرا مرزا علی محمد باب)
ہمیشہ فرمایا کرتے تھے وہ آپ ہی ہیں اور آپ نے بیس ہزار بیت دہر بیت
۵۰ حرفوں پر مشتمل ہوتی ہے) کی کتاب صرف اللہ الصمد کی شرح میں لکھی ہے۔
ان سب کے علاوہ سید یحیی دارابی ملقب بہ وحید ملا محمد علی ملقب بحجت
شیخ علی ترشیزی ملقب بجناب عظیم وغیرہ یہ تمام افرادوہ تھے کہ اگر ان میں
ایک شخص بھی موجود رہتا تو یہ حقیقت ہے کہ نہ مرزا یحیی صبح ازل کی کوئی
ہستی ہوتی اور نہ مرزا حسین علی بہاء کی۔

ڈالتے ہیں تو واقعہ ہمیں اسکے خلاف نظر آتا ہے۔

حضرت باب کے سب سے بڑھے چڑھے ہوئے افراد وہ "سابقون الاولون" تھے جنھیں آپ نے "حروف حی" کا خطاب دیا تھا اور جو آپکے مذہب اور آپ کی تحریک کے سنگ دل سمجھے جا سکتے ہیں۔

انھیں آپ نے بڑے بڑے خطابوں سے سرفراز فرمایا تھا اور انکا درجہ بڑا بلند پایہ رکھتا تھا۔

ان میں ایک ملا حسین بشروئی تھے جو سابقیت کا درجہ رکھتے تھے اور "باب الباب" کے لقب سے ملقب تھے۔ نیز قتل ہونے کے بعد حضرت باب کی بارگاہ سے "سید الشہداء" کے خطاب کے ساتھ مفتخر ہوئے۔ یہ وہ تھے جنکی نسبت خود حضرت بہاء اللہ نے اپنی کتاب "ایقان" میں لکھا ہے۔ "لولاہ ما استوی اللہ علی عرش رحمانیتہ وما استقر علی کرسی صمدانیتہ"

اگر یہ نہوتے تو خدا اپنی رحمانیت کے عرش پر متمکن اور صمدیت کی کرسی پر برقرار نہیں ہو سکتا تھا"

ملا محمد علی بارفروشی تھے جو "قدوس" کے لقب سے مفتخر تھے اور جس زمانہ میں کہ قلعۂ شیخ طبرسی کا محاصرہ تھا اور جنگ چھڑی ہوئی تھی تو آپ نبی کے درجہ پر تسلیم کر لیے گئے تھے "ملا حسین بشروئی باب الباب" ایسا شخص انکے مقابلہ میں اپنی کوئی حقیقت نہ سمجھتا تھا۔

دوسری جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قدوس نے آپ سے بعض باتین بطور پیشینگوئی کے فرمائین جس کے معنی بھی آپ کے ذہن مین نہ آئے، بعد مین جب واقعہ کا انکشاف ہوا تو خود آپ نے اظہار فرمایا کہ مجھے اس کی خبر دی گئی تھی مگر مین مطلب نہین سمجھا۔

ملاحظہ ہو نقطۃ الکاف صفحہ ۲۰۰

ازجملہ اخبارے کہ دادند این	اُن خبرون مین سے جو حضرت قدوس
بود کہ در بدشت با میرزا حسین علی	نے دی تھین ایک یہ تھی کہ بدشت مین
کہ یکے از بزرگ زادگان می باشد فرمودہ	آپ نے مرزا حسین علی سے جو ایک معزز
بودند یک فتنہ از ورائی این اصحاب	خاندان مین کے ایک شخص ہین فرمایا تھا
می باشد کہ فوقہ نار و تحتہ نار و ہوا رہ	کہ ایک فتنہ ان اصحاب کو درپیش ہے
نار و کلّہ نار۔ یک ثانی حقیر جناب میرزا	جس کے اوپر آگ ہے نیچے آگ ہے۔ ہوا
را خدمتش رسیدم ہمین نقل کردند لی	اُسکی آگ ہے اور وہ سرتاسر آگ ہی ہے
گمان ایشان آن بود کہ حضرت	ایک موقع پر جبکہ جناب میرزا حسین علی سے
ادعائی خواہند کرد کہ مردم جمیعا	ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے یہ پیشنگوئی
فرار خواہند کرد نمی دانستند کہ	بیان کی لیکن آپ کا یہ خیال تھا کہ شاید
مراد از حضرت حکایت قلعہ است	حضرت (قدوس) کوئی دعوی ایسا
کہ صورت خواہد بست کہ آتش	فرمانے والے ہین کہ سب لوگ فرار کر جائینگے

حضرت مرزا حسین علی نہ سابقون الاولون مین سے تھے، نہ حروف حیؔ کے ارکان مین سے۔ نہ حضرت علی محمد باب کی طرف سے خطاب یافتہ تھے اور نہ اُن کی جانب سے کسی توقیع شریف کے ساتھ مفتخر و ممتاز۔

آپ صرف اس بنا پر کہ حضرت ملا محمد علی قدّوس مازندران کے علاقہ کے رہنے والے یار فردشی تھے اور آپ بھی اُسی علاقہ کے رہنے والے نوری تھے اس لیئے حضرت ملا محمد علی قدوس کے ساتھ ہو گئے تھے اور اُنہی کے اصحاب مین شمار ہوتے تھے۔

ملاحظہ ہو حاجی میرزا جانی کی کتاب نقطۃ الکاف صفحہ ۱۴۲۔

خلاصہ در سبزوار ماندند تا حضرت قدوس تشریف آوردہ، شرفیاب فیض حضور گردیدند و در نہایت اخلاص داشتند و از اجلۂ اصحاب کبار بودند و در فتنۂ بدشت نیز تشریف داشتند و سیر امر محبت خود مستقیم بودند و مبلغہا نیز متضرر شدند و اعانت اصحاب را بہر جہت می فرمودند۔	مختصر یہ ہے کہ مرزا حسین علی سبزوار میں رہے یہاں تک کہ حضرت قدوس تشریف لائے آپ اُنکی خدمت مین شرفیاب ہوئے اور بہت خلوص رکھتے تھے اور بڑے اصحاب مین شمار ہوتے تھے اور بدشت کے فتنہ مین بھی موجود تھے اور آپ محبت و وفاداری کی بات پر قائم رہے اور بہت نقصان بھی اُٹھائے اور اصحاب کی ہر طرح سے امداد کی

وہ کوئی بالکل غیر معمولی شخصیت رکھنے والا یا کسی عہدہ و منصب کا مالک ہے۔
"کونٹ ڈی گوبینو" نے کتاب "مذاہب و فلسفہ در ایشیائے متوسط"
مین صبح ازل کی جانشینی کے تذکرہ مین بہاء اللہ کا ذکر کیا ہے لیکن بالکل
اس طرح کہ معلوم ہوتا ہے وہ انکو بالکل پہچانتے نہین ہین اور صرف مرزا
یحیی کے حالات کے ذیل مین ضمنی طور سے انکا ذکر سنا ہے اس سے وہ اُنکے
بیان اوصاف مین وہ ہر گز بھی کہا رہے ہین۔

مرزا یحیی کے حالات مین تحریر ہے۔

مادرش در طفولیت وے
فوت شد و زن یکی از رؤسائے
بابیہ کہ یکے از حروف واحد و ملقب
است بجناب بہا رو بعالم رؤیا
از پریشانی حال آن طفل جلیل القدر
مطلع گردیدہ آن طفل را نزد
خود آورد تا سن پنج سالگی اورا
توجہ و تربیت نمود۔

ماں اُنکی بچپنے مین انتقال کر گئی
بعض بابی مذہب کے سرگروہون
مین سے ایک شخص جو حروف واحد
مین سے اور جناب بہا کے لقب سے
ملقب ہین اُنکی بیوی کو خواب مین
اُس جلیل القدر بچہ کی پریشانی کا
حال معلوم ہوا۔ وہ اُس بچہ کو اپنے
پاس لے آئین اور پانچ سال کی عمر
تک اُسکی تربیت کی۔

یہ وہی واقعہ ہے جو حاجی میرزا جانی کی کتاب سے ہم اس کے

صرف بود۔	یہ نہیں معلوم تھا کہ حضرت کا مقصود قلعہ کا واقعہ ہے جو ہونیوالا تھا اور سرتاسر آگ کی صورت رکھتا تھا۔

یہ تھی حضرت بہاء کی حیثیت جن کے متعلق بہائی تاریخ کو ایک دریہ ہین ہے کہ خود اصحاب آپ کے درجہ کو حدود ادراک سے بلند سمجھتے تھے۔

نقطۃ الکاف مین جہان آپ کا ذکر بڑی تعریف و توصیف کے ساتھ ہے وہان بھی صرف اس حیثیت سے کہ آپ حضرت مرزا یحیی صبح ازل کے بڑے بھائی ہین

ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳۹ حضرت مرزا یحیی کے متعلق والدۂ بہاء اللہ کا خواب جو اس کے پہلے درج کیا جا چکا ہے لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہین۔

این حکایت را اخوی حضرت ازل کہ ولد ہمان مرحومہ باشد ذکر نمودند وایشان نیز آدمی ہستند باکمال وور علم توحید در نہایت مسلط وصاحب اخلاق حمیدہ وصفات پسندیدہ ملقب بلقب بہاء۔	اس واقعہ کو مجھ سے حضرت ازل کے بھائی نے جو انہی مرحومہ کے بطن سے ہین مجھ سے بیان کیا اور وہ بھی باکمال شخص ہین اور علم توحید مین بہت بڑا درجہ اخلاق اور پسندیدہ صفات رکھتے ہین اور بہاء کے لقب کے ساتھ ملقب ہین۔

تعریف کے الفاظ سے کسی طرح ثابت نہین ہوتا کہ جس کی تعریف ہو رہی ہے

ر بانزد تھے کہ غیر متعلق اور اجنبی اشخاص تک وہ پہونچنے ضرور تھے اور
حضرت بہاء اللہ کا نام صرف ضمنی طور پہ مرزا یحیٰی کے تذکرہ کے ذیل مین اُن
تک پہونچتا تھا اور وہ اُن سے کسی مخصوص حیثیت سے واقف نہ ہوتے تھے۔
اس سب کے بعد ہم کسی طرح نہین سمجھ سکتے کہ بہاء اللہ کو حضرت
باب کے زمانہ مین کوئی خاص اہمیت حاصل تھی۔
آپ تو اُس زمانہ مین دو بہاء اللہ،، کے لقب سے بھی موسوم نہ تھے بلکہ صرف
دو بہاء،، کہے جاتے تھے جس کے اوپر اُس زمانہ کی تحریرین گواہ ہین۔ اُس کے
متعلق بھی یہ ثبوت نہین ہے کہ خاص علی محمد باب کا دیا ہوا لقب تھا یا
قدوس وغیرہ کے ایما سے تھا۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے خود یہ لقب اختیار
کر لیا ہو اور وہ مشہور ہو گیا ہو۔
حضرت باب کے قدما کے اصحاب اور بڑے درجہ کے لوگ سب اُنہی
کی زندگی مین ختم ہو گئے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت باب الباب اور
حضرت قدوس کے قتل ہونے نے حضرت باب کو بہت شکستہ خاطر کر دیا تھا اور آپ
سمجھتے تھے کہ آپ کی تحریک کا باقی رکھنے والا اب کوئی شخص نہین ہے۔
اس زمانہ مین آپ کو مرزا یحیٰی صبح ازل کے لکھے ہوے عرائض جو پہونچے تو
جیسا کہ نقطۃ الکاف صفحہ ۲۴۳ پر ہے۔

از شدت سرور چندین مرتبہ خوشی کے جوش مین آپ جسد مبارک

پہلے درج کر چکے ہین - اُسے کونٹ دی گوبنیو نے صرف سماعی حیثیت سے درج کیا ہے لہذا اُس مین چند غلطیان ہو گئی ہین -

پہلے یہ کہ جناب بہاء کو "حروف واحد" مین سے لکھا ہے یہ غلط ہے اور اسی لیے پروفیسر براؤن نے بھی اس عبارت پر نیچے حاشیہ لکھدیا ہے کہ "سہو است چہ بہاء اللہ از حروف واحد نبود احیا عا"

دوسرے یہ کہ حضرت مرزا یحیی کی تربیت اور اُس خواب کو جو اس کے متعلق تھا حضرت بہاء کی بیوی کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ وہ اُنکی والدہ سے متعلق تھا - تیسرے یہ کہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت بہاء مرزا یحیی سے کوئی تعلق نہین رکھتے تھے اور بالکل اجنبی تھے - صرف اس خواب کی بنا پر آپ کی اہلیہ اُنکو لے آئین حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت بہاء مرزا یحیی کے بڑے بھائی تھے اور پہلے سے آپ کی والدہ ہی اُن کی تربیت مین مصروف تھین -

ان غلطیون سے صاف ظاہر ہے کہ مورخ مذکور کو یہ واقعہ صرف افواہی طور پر اور لوگون کی زبان سے معلوم ہوا ہے جس مین اُس کو یاد رہنے مین غلطی ہوی -

لیکن اس سے یہ نتیجہ یقینی طور پر نمایان ہے کہ حضرت مرزا یحیی کی جانشینی - آپ کے حالات اور خصوصیات زندگی بابی جماعت مین اطرح

حقیقت ہے کہ باوجود ہزار گونہ تعصبات کے بہائی مورخین بھی اس کا انکار نہیں کرسکتے اور وہ اس کو پیچ در پیچ تاویلات اور بہانوں کے پردوں میں چھپانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

ملاحظہ ہو کتاب مقالہ سیاح جو اسوقت بہائی دنیا کی مقبول ومشہور کتاب ہے اور حقیقۃً حضرت عبدالبہاء عباس آفندی کی نتیجہ قلم ہے صفحہ ۸ تا صفحہ ۹۔

(بهاءالله) در سر مخابره و
ارتباط با باب داشت و واسطهٔ
این مخابره ملا عبدالکریم قزوینی
شهیر بود که رکن عظیم و شخص امین
باب بود و چون از برای بهاءالله
در طهران شهرت عظیم حاصل و
قلوب ناس باو مائل با ملا عبدالکریم
در این خصوص مصلحت دیدند
که با وجود هیجان علماء و تعرض حزب
اعظم ایران و قوهٔ قاهره امیر
نظام باب و بهاءالله هر دو در

بہاءاللہ خفیہ طور پر حضرت باب
کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ رکھتے
تھے اور اس خط وکتابت کا ذریعہ ملا
عبدالکریم قزوینی تھے کہ جو حضرت باب
کے بہت بڑے رکن رکین اور معتمد شخص
تھے۔ چونکہ بہاءاللہ کے لئے طہران میں
بہت بڑی شہرت حاصل تھی اور لوگوں
کے دل انکی جانب مائل تھے اس لیے
ملا عبدالکریم کے ساتھ اس بارہ میں
مشورہ ہو کر یہ رائے قائم ہوئی کہ علماء
کے اس جوش وخروش اور ایران کی

برخواستند ونشستند وشکر حضرت   کھڑے ہوئے اور بیٹھے اور حضرت معبود
معبود را بتقدیم رسانیدند۔   کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد آپ نے بہت جلد مرزا یحیی کو اپنا جانشین کر دیا اور تمام بابی حضرات نے اس کو "آمنا وصدقنا" کہکر تسلیم کر لیا

حضرت مرزا حسین علی بہار کو مرزا یحیی کے ساتھ انکی رفتار عمل اور نفسانی کیفیت کو دیکھتے ہوئے جو سابقہ واقعات سے ظاہر ہے۔ یہ امر کتنا ناگوار ہوا ہوگا اس کا اندازہ قلم کی زبان سے مشکل ہے۔

مگر چارۂ کار کوئی نہ تھا۔ جانشینی مسلم ہو چکی تھی اور سب نے تسلیم کر لی تھی۔ بمجبوری آپ کو بھی خاموش ہونا پڑا اور ایک عرصہ تک آپ نے اس کو برداشت کیا۔

گذشتہ واقعات پر نگاہ بہائی تاریخ کی روشنی میں

ہم جس وقت خاص الخاص بہائی تاریخ کے بیانات کو دیکھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا یحیی کی جانشینی اور عام وخاص سب کی نگاہ میں عہدہ ومنصب کے ساتھ نامزدگی ایک ایسی روشن اور ناقابل انکار

که بهاء الله باوجود آنکه معروف
ومشهور بود محفوظ ومصون ماند
این پرده سبب شد که کسی از
خارج تفرس ننمود ونخیال تعرض
نیفتاد تا آنکه بهاء الله باذن
پادشاهی خارج از طهران باذن
سفر عتبات عالیات شد۔

نظروں سے پوشیدہ اور انکا نام لوگوں
کے زبان ودہن مین مشہور ہوگیا - اور
اس بڑی تدبیر کا عجیب اثر ہوا کہ بہاء اللہ
باوجود اسکے کہ بہت مشہور ومعروف
شخص تھے پھر بھی محفوظ رہے اور یہ پردہ
سبب ہوا کہ کوئی بیرونی شخص کچھ نہ سمجھ سکا
اور انکے درپے آزار نہین ہوا - یہان تک
کہ بہاء اللہ بادشاہ کی اجازت سے طہران سے
باہر گئے اور عتبات عالیات کے سفر کی
اجازت حاصل ہوئی۔

اب ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ جہان تک واقعات کا تعلق ہے مذکورہ عبارت
سے تمام اُن حالات کی تصدیق ہورہی ہے جو ہم نے سابق مین تحریر کیے ہین
بیشک اُس مین یہ تاویل کیجارہی ہے کہ درپردہ یہ خود حضرت بہاء اللہ
کی کارستانی تھی کہ مرزا یحیی کو اُنہون نے بحیثیت ایک غیر معمولی ہستی کے
مشہور ہوجانے دیا ورنہ درحقیقت کچھ تھا نہین ۔
اہل عقل خیال فرماسکتے ہین کہ ایک غیر متعلق شخص جب رائے قائم
کرنے بیٹھے گا تو وہ اُنھی حالات پر نظر ڈالے گا جن کا تاریخی وواقعاتی حیثیت سے

مخاطرۂ عظیمہ و تحت سیاست شدیدہ
اندیس چارۂ باید نمود کہ افکار
متوجہ شخص غایبی بود باین وسیلہ
بہاء اللہ محفوظ از تعرض نا من
ماند و چون نظر ببعضی ملاحظات
شخصی خارجی را مصلحت ندانستند
قرعۂ این فال را بنام برادر بہاء اللہ
مرزا یحیی زدند باری بتائید و تعلیم
بہاء اللہ او را مشہور و در لسان
آشنا و بیگانہ معروف نمودند
و از لسان او نوشتجاتی بحسب
ظاہر بباب مرقوم نمودند و چون
مخابرات سریہ در میان بود این
رای را باب بنہایت پسند نمود
باری یحیی مخفی و پنہان شد
و اسمی از او در السن و افواہ بود
و این توریۂ عظیم تاثیر عجیب کرد

بڑی جماعت کے اختلاف اور شاہی طاقت
و اقتدار کے ہوتے ہوے باب و بہاء اللہ
دونوں بڑے خطرے میں ہیں۔ کوئی تدبیر
ایسی ہونا چاہیئے۔ کہ لوگوں کی نظریں
کسی غائب شخص کی طرف متوجہ ہوں
اور اس طرح بہاء اللہ لوگوں کے حملہ سے
محفوظ رہ جائیں۔ چونکہ بعض مصالح کی
بنا پر کسی باہر کے شخص کا ہونا مناسب
نہیں خیال کیا گیا اس لئے قرعۂ انتخاب
بہاء اللہ کے بھائی مرزا یحیی کے نام آیا
چنانچہ بہاء اللہ کی تائید اور تعلیم سے وہ
مشہور اور ہر اپنے پرائے کی زبان پر معروف
ہو گئے اور اُنکے نام سے بعض خطوط ظاہری
طور پر حضرت باب کے نام لکھے گئے اور
چونکہ خفیہ مراسلت درمیان میں قائم
تھی اس رائے کو حضرت باب نے بھی
نہایت پسند کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مرزا یحیی

کو اتنے بڑے عہدہ کے ذمہ دار اور ایسی غیر معمولی ہستی کے طور پر پیش کر دیا حالانکہ وہ مرزا یحییٰ اس کے بعد بدترین گمراہ، گمراہ کنندہ شجرہ نفی، منبع کفر و انکار اور شیطان دجال ابلیس الا بالسہ بننے والا تھا یہ سب وہ القاب ہیں جو بہاء اللہ اور اولاد بہاء اللہ نے صبح ازل کو دیئے ہیں اور اُن سے یاد کرتے ہیں)

اس سب کے علاوہ ایک نبی پیغمبر کے لیئے یہ روا ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لیے ایک دوسرے شخص کو بحیثیت نبی، حجت خدا اور مفترض الطاعۃ ہستی کے پیش کر دے؟

"تقیہ" حق ضرور ہے لیکن کیا ایسا تقیہ جو اصل دین پر ضرب لگائے اسکی وجہ سے کبھی کسی رسول، نبی کی سچائی پر اعتماد ہی نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اصل رسول روپوش ہو اور اُس نے اپنی جان بچانے کے لیئے ایک دوسرے شخص کو بطور نبی رسول معصوم وغیرہ پیش کر دیا ہو اور یہ شخص ممکن ہے کہ حقیقتہً بالکل جابر، گنہگار اور آخر میں کافر، مشرک ضال و مضل وغیرہ سب کچھ ہو نیوالا ہو (جیسا کہ مرزا یحییٰ کے واقعہ میں بقول حضرات بہائیہ واقع ہوا) اس صورت میں کبھی نبی و رسول کے شخصی تعین پر ایمان نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کیا معلوم جب حضرت بہاء اللہ نے کھلی ہوئی لفظوں میں اپنے متعلق دعویٰ کیا کہ میں ہی دن ظہور خداوندی

کوئی ثبوت مل سکے۔ اس قسم کے دعاوی پر کہ اس بین یہ ایک مخفی تدبیر تھی
اس کے ساتھ یہ خفیہ گفتگو ہوئی تھی اور یہ مخصوص سازش کارفرما تھی جب
تک شواہد و قرائن سے انکا کوئی ثبوت پیش نہ کیا جائے توجہ نہیں کیجاسکتی

حضرت مرزا حسین علی بہاء کو مرزا یحییٰ پر اتنا کامل اعتماد کس طرح
پیدا ہو گیا کہ وہ اُسے امام مفترض الطاعۃ ما فوق طاقت بشری ہستی۔
موعود منتظر، حجت خلق وغیرہ سب کی حیثیت سے پیش کر دیں اور یہ اندیشہ
نہ کریں کہ یہ کہیں اس سے فائدہ نہ اُٹھائے اور خود حقیقی حامل ان تمام
مناصب کا اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔

کوئی غیر شخص کس لئے نہ منتخب کیا گیا؟ اسی لیئے نہ کہ اُس پر اعتماد
اور بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔

پھر مرزا یحییٰ پر اعتماد کیونکر کر لیا گیا۔ حضرت بہاء اللہ ایسی ما فوق
الانسانیت ہستی کی جانب سے جو بقول خود اس کی مدعی کہ علمنی ربی
علوم الاولین والآخرین "خدا نے مجھ کو علوم اولین و آخرین کی تعلیم
دی ہے" اور جو کسی شخص کے آباؤ و اجداد کی مخلوق اول تک فہرست
بتا دینے کا دعویدار ہو اور پھر اُسکے ساتھ حضرت علی محمد باب کی ضمانت کیا
جو اُس زمانہ کے (بقول بہائیہ) حجت حق اور مبعوث من اللہ تھے؟ اس
سب کے ساتھ یہ دونوں آدمی ایسے بھولے، بیخبر، اور بے شعور بنے کہ مرزا یحییٰ

آپ اُس عہدہ سے برطرف ہوئے یا آخر کیا۔

اور اگر آپ کی شہرت صرف آپ کے کارہائے نمایاں اور فضل و کمال یا تبلیغ مذہب باب کی وجہ سے تھی تو ایک اور فرد کا جو روپوش ہے اور سامنے نہیں ہے لوگوں میں مشہور کر دینا آپ سے اُن خصوصیات کے سلب ہونے کا باعث نہیں ہے جو آپ کی شہرت اور آپ کے معرض خطر میں ہونے کا باعث تھیں۔

اس طرح مرزا یحییٰ کی بالکل بے حقیقت امامت و نبوت کا ڈھونگ بنانے سے فائدہ کیا تھا۔

آخر اور نمایاں افراد جو مذہب باب کے تھے وہ قتل کیے گئے یا نہیں جیسے قرۃ العین۔ مرزا جانی مصنف نقطۃ الکاف۔ مرزا علی خال باب وغیرہ وغیرہ۔

مرزا یحییٰ کی مفروضہ غائب ہستی نے ان لوگوں کی جان بچالی پھر وہ حضرت حسین علی بہار کی جان بچانے کا باعث کیونکر ہوگئی۔

اس صورت میں یا تو باوجود اُس شہرت اور کار تبلیغ بابیت میں عظیم مصروفیت کے آپ کی جان کا بچنا ایک راز الٰہی اور اسرار خداوندی میں سے تھا چونکہ اُسے آپ کو باقی رکھنا منظور تھا۔ تو اس صورت میں بھی مرزا یحییٰ کی اُس ملمع سازِ نبوت کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور یا یہ کہ

تو اُس وقت بھی اصل ظہور کوئی اور نہین تھا کہ جس نے بمصلحت اُنکو بنا کر پیش کیا ہو اور نتیجہ یہ سب ایک جعلسازی و فریب کاری کا طلسم ہی ہو جس کے تحت مین کچھ ہو ہی نہ۔

"تقیہ" کے حدود و مراتب ہین اور کلیہ کی صورت مین اُس کو ہمیشہ درست نہین سمجھا جا سکتا۔

کیا یہ ممکن نہین تھا جیسا کہ (انبیا و مرسلین کی سنت مین اس کی نظیر موجود ہے) کہ حضرت بہاء اللہ تقیۃً خود روپوش ہو جاتے اور آپ کے کام آپ کی ہدایت سے نیابتہً کوئی اور انجام دیتا اس صورت مین بھی آپ کی جان اُسی طرح محفوظ رہ جاتی جس طرح مرزا یحیی صبح ازل کی محفوظ رہی۔ اس صورت مین آپ کو اس کی ضرورت نہ پڑتی کہ ایک غیر نبی کو نبی بنا کر پیش فرمائین جو بعد مین ایک عظیم فتنہ کا پیش خیمہ ہو۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی ذات کی شہرت بہت ہو گئی تھی اس لیئے آپ کی جان خطرہ مین تھی۔ یہ امر ذرا تشریح طلب ہے۔ یعنے آپ کی ذات کی شہرت بطور "من یظہرہ اللہ" "منصوص بعد الباب" اور ظہور خداوندی کے ہو گئی تھی تو اولاً واقعات سے اس کا کوئی ثبوت نہین ملتا۔ ثانیاً اس شہرت ہو جانے کے بعد پھر مرزا یحیی کو ان تمام خصوصیات کے ساتھ روشناس کرنے کی کیا صورت تھی یعنی یہ کہا گیا کہ آپ منزول ہوئے

بھی مرزا یحیی کی طرف سے آپ کی خاطر داری اور عزت لازم - بغداد پہونچنے
کے بعد کچھ صورتیں ایسی پیش آئین کہ حضرت بہاء اللہ خفیہ طور سے بغیر
کسی شخص کو بھی خبر کیے ہوے ایک دم بغداد سے روانہ ہو گئے اور مفقود الخبر
دو برس تک آپ گم رہے اور جیسا کہ بعد معلوم ہوا علاقۂ کردستان کے
حدود سلیمانیہ مین اور کوہ سرکلو پر جہان علی اللّٰہیون اور صوفیون کی
آبادی ہے بسر کی۔

اس غیر متوقع غیبت کے اسباب اور سابق و لاحق واقعات جو اُسکا
باعث ہوے کیا تھے ؟ اس بارے مین بہائی دنیا بالکل خاموش نظر آتی
ہے۔ پھر وہان سے آپ کی واپسی کیونکر ہوی۔ اصحاب کو کیونکر اطلاع ہوئی
کہ آپ وہان ہین - اس مین بھی خود بہائی بیانات متحد نہین ہین۔

"مقالۂ سیاح" مین جو خود حضرت عبد البہاء کا نتیجۂ قلم اور بہائیت
کی بارگاہ مین مقبول ہے۔ صا۹ پر لکھا ہے۔

بعد از یک سال توقف	بغداد مین ایک سال قیام کرنے کے بعد تمام
در بغداد دست از جمیع شئون	حیثیتون سے ہاتھ اٹھا کر اور عزیزون کو چھوڑ کر بغیر
گسستہ و اقرباء و تعلقات را ترک	تابعین کو خبر دیئے ہوے تنہا بغیر کسی ہمراہی
نمودہ بدون اطلاع اتباع تنہا	کے آپ عراق سے روانہ ہو گئے اور دو سال
منفردہ بیہمراہ و معین و انیس و رفیق	تک کردستان کے عثمانی علاقہ مین آبادی سے

آپ کی ہستی حقیقتہً کوئی خاص اہمیت و شہرت امر باب مین رکھتی ہی نہ تھی
اور اس لیے خاص خاص بڑے بڑے افراد کو قتل کرکے سمجھ لیا گیا کہ اب بابی
مذہب مین زندگی کے آثار باقی نہین رہ سکتے لہذا مرزا حسین علی بہا وغیرہ
کو صرف کچھ دن قید رکھنے پر اکتفا کی گئی۔ حقیقت واقعہ یہی ہے۔ اور
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا یحییٰ صبح ازل کی شہرت اور مسلمہ جانشینی و
قائم مقامی کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے وہ واقعیت سے کوئی لگاؤ
نہین رکھتی۔

حضرت بہاء اللہ کی پُر اسرار مفقود الخبری

اور

دو سال تک بادیہ گردی و صحرا نوردی

یہ یقینی ہے کہ بغداد پہونچنے کے بعد بھی حقیقتہً یا مصلحتہً صورت حال
وہی قائم تھی جو ایران مین تھی یعنی مرزا یحییٰ کی شخصیت بحیثیت عہدہ
و منصب کے ایک مسلمہ حیثیت رکھتی تھی اور حضرت حسین علی بہاء
ایک کارندۂ خاص اور مدار المہام کی حیثیت سے کام انجام دیتے
تھے اور پھر بڑے بھائی تھے اتنے بڑے کہ گویا باپ کے برابر لہذا اسلیے

بخارید اہل سنّت بودہ است پیدا
شدہ واہل آن دیار در ستائش
او زبان کشودہ اند از این خبر مسموع
معلوم شد کہ آن شخص بہاء اللہ
معہود است لہذا چند نفر بآنجا
شتافتند و تضرّع وزاری آغاز
نمودند کثرت تضرّع جمیع سبب
رجوع گردید۔

ظاہر ہوا ہے اور تمام اس ملک کے
رہنے والے اس شخص کی تعریف مین
رطب اللسان ہین اس سنی ہوئی خبر
سے یقین ہوا کہ وہ شخص یقیناً بہاء اللہ
ہین لہذا چند آدمی وہان گئے اور رو
خوشامد کرنا شروع کی بہت زیادہ
لوگون کی گریہ وزاری کے سبب سے
آپ نے مراجعت فرمائی۔

اس عبارت مین یہ تو کچھ بتایا نہین گیا ہے کہ مہاجرت کا سبب کیا
تھا لیکن واپسی کی کیفیت اس طرح ہے کہ سلیمانیہ کے حدود مین علماء و
فضلا کو آپ کے حالات کی اطلاع ہوگئی۔ مشکل مسائل کو دریافت کرنے
کے لیئے آپ کے پاس ہجوم کرنے لگے رفتہ رفتہ اس کا شہرہ ہوا اور دور
دور پہونچا بغداد مین بھی چرچے ہونے لگے کہ ایک ایرانی شخص اتنی بڑی
حیرت انگیز قابلیت کا سلیمانیہ کے حدود مین ظاہر ہوا ہے۔
یہ سنکر اصحاب کو یقین ہوا کہ ہو نہو وہ عظیم القدر انسان حضرت
بہاء اللہ کی ہستی ہے۔ اس لیئے اصحاب گئے اور منت سماجت کر کے
آپ کو واپس لائے۔

از عراق سفر نمود و قریب دو سال
در کردستان عثمانی اکثر اوقات در
محلی دور از آبادی در کوه مسمی السرکلو
منزل داشت گاه گاهی نادراً
بسلیمانیہ تردد داشت چند ی
نگذشت کہ افاضل علمائے آن
صفحات بوی از اطوار و احوال
او بردہ در حل بعضی مسائل مشکلہ
از معضلات مسائل الٰہیہ با او
محاورہ می نمودند چون آثار کافیہ
و بیانات شافیہ از او مشاہدہ
نمودند نہایت احترام و رعایت را
مجری داشتند بناء علیہ شہرت عظیمہ
و صیت غریبی در آن صفحات حاصل
نمود و خبر او باطراف و اکناف شیوع
یافت کہ شخص غریبی ایرانی در صفحات
سلیمانیہ کہ از قدیم منشاء علمای

علیحدہ ایک مقام پر سرکلو پہاڑ کے
اوپر قیام رکھا اور کبھی کبھی سلیمانیہ
مین آمد و رفت ہو جاتی تھی چند ہی
روز نہ گذرے تھے کہ بڑے بڑے
علماء نے اُس اطراف کے آپ کے
حالات کا اندازہ کر لیا اور توحید کے
بعض مشکل مسائل کے حل کرانے
مین آپ سے گفتگو کی۔ چونکہ کافی
آثار اور تسکین دہ بیانات کا آپ سے
مشاہدہ کیا بہت اعزاز اور احترام
آپ کا بجا لانے لگے اس لیے بڑی
شہرت اور عجیب آوازہ آپ کا اُن
اطراف مین ہو گیا اور آپ کی خبر تمام
اطراف مین شائع ہوی کہ ایک
عجیب ایرانی شخص سلیمانیہ کے اطراف
مین جو ہمیشہ سے بڑے بڑے علمائے
اہل سنت کا محل قیام رہا ہے

و هستی آقا ابوالقاسم را بدرویش
محمد برسانید بعد او میرسد دیگونگ
احباب می خورد (فرمودند) از
قرائن ما فهمیدیم که چون آقا ابوالقاسم
همدانی سابق در ساحت اقدس
بوده در غیبت جمال الهی اتهم
مسافر شده لذا یقین است که مراد
از درویش محمد جمال مبارک است
و باید در حدود سلیمانیه تشریف داشته
باشند آن بود که احباب را با عرائض
تضرع و ابتهال فرستادیم در جواب
مسألت در مراجعت جمال قدم
ببغداد نمودیم۔

اموال اور اُنکی لاش کو درویش محمد
کے پاس (سلیمانیہ میں) پہونچا دیا جائے
یہ خبر بغداد میں پہونچی اور بابی حضرات
کو معلوم ہوی۔ فرماتے تھے کہ قرینہ سے
ہم سمجھے کہ چونکہ آقا ابوالقاسم ہمدانی
سابق میں حضرت بہاء اللہ کے ساتھ تھے
اور آپ کی غیبت کے بعد ہی یہ بھی روانہ
ہو گئے تھے تو یقین ہے کہ اُنکا مقصود
درویش محمد سے حضرت بہاء اللہ ہیں اور
یقیناً آپ حدود سلیمانیہ میں تشریف رکھتے
ہونگے پس یہ سبب تھا کہ ہم نے احباب
کو منت اور سماجت کے عریضوں کے
ساتھ روانہ کیا اور خواہش کی کہ حضرت
بغداد کی طرف مراجعت فرمائیں۔

یہاں پر حضرت بہاء اللہ کے وجود مقدس کا ان اطراف میں کوئی شہرہ
تھا نہ آوازہ بلکہ نشانیے اطلاع یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی بزرگ تھے حضرت
بہاء اللہ کے معتقدان خاص میں سے اور ہر وقت کے حاضر باش رہنے والے [illegible]

لیکن شاید میری یاد غلطی کرتی ہے۔ اصل مثل یوں ہوگی کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد"

اسی لئے مذکورہ بالا صورت واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا حضرت عبد البہاء کا ایک اور بیان ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے سفر یورپ میں اپنے اصحاب سے زبانی ارشاد کیا ہے۔ اس میں حضرت بہاء اللہ کے موجودگی سلیمانیہ پر اطلاع کا ذریعہ کچھ اور ہی لکھا ہے اور وہ اس سے بہت مختلف ہے۔

ملاحظہ ہو سفر نامہ عبد البہاء مرتبہ ملا محمود زرقانی جلد ۱ صفحہ ۳۲۲۔

۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۸ / ۲۳ اکتوبر شب	۲۱ ذی قعدہ مطابق ۲۳ اکتوبر شب کو
نطق مبارک مفصل در خصوص	آپ کی تقریر تھی کہ بتفصیل طور سے آپ
غیبوبت جمال مبارک و پریشانی	نے جمال مبارک (بہاء اللہ) کی غیبت
احبا و تفصیل حال آقا ابوالقاسم	اور احباب کی پریشانی اور آقا ابو القاسم
ہمدانی بود کہ چون در راہ سوار	ہمدانی کے حالات کو بیان فرمایا کہ جب
ہائے کہ برائے حفاظت ہمراہ	راستہ میں ان سواروں نے جو حفاظت
ایشان بودہ اند او را زخمی کردہ	کے لیے انکے ساتھ تھے انکو زخمی کر کے
اموالش را بردند این شہرت	انکے اموال پر قبضہ کیا تو وہ ادھر سے آ
و خبر وصیت او کہ باید اموال	رہے کہ انہوں نے وصیت کی [illegible]

بغیر ہادی و راہنما چھوڑ کر آپ کے باہر نکلجانے کا سبب کیا؟ اور پھر اگر آپ صرف تزکیۂ نفس کے لیئے تنہائی مین عبادت خدا کے لیئے گئے ہوئے تھے تو صرف اصحاب کے اصرار اور چند عرائضون کی بنا پر واپس آنے کے کیا معنی؟

یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ جیسے روٹھے ہوئے تھے جو منا لیئے گئے اور کسی وقتی جذبہ کے تحت مین شہر چھوڑ کر نکلے تھے کہ پھر راضی کر کے بلا لیئے گئے۔ بہرحال یہ مسئلہ ابھی تک عقدۂ لاینحل بنا ہوا ہے اور عقل کہتی ہے کہ اس مین کچھ نہ کچھ "راز درون پردہ" ہے جس کا ابھی تک انکشاف نہین ہوا۔

اس کی "پردہ کشائی" پروفیسر براؤن کے موشگاف قلم سے ملاحظہ کیجئے جس کو غیر جانبدارانہ طور پر دیکھنے سے عقل بول اٹھتی ہے کہ بیشک واقعہ یہی تھا جس کی "پردہ داری" ہے۔

اس واقعہ مین پروفیسر موصوف کا ماخذ کتاب "ہشت بہشت" ہے جو حاجی شیخ احمد کرمانی ملقب بروحی مقتول سنہ ۱۳۱۴ھ کی تصنیف ہے اور سنہ ۱۹۰۵ء مین کلکتہ مین طبع ہوئی ہے۔

موصوف "مقدمۂ نقطۃ الکاف" فارسی صفحہ ۳۹ - ۴۰ مین رقمطراز ہین

در اواخر اوقات اقامت ... بغداد مین ... بابی جماعت کے

اور شاید مخصوص راز دار جن کا نام تھا آقا ابوالقاسم ہمدانی حضرت بہاء اللہ کے مفقود الخبر ہونے کے بعد وہ بھی یونہی بلا اطلاع روانہ ہوگئے۔ راستہ مین اُنہی سوارون نے کہ اُن کے ساتھ تھے اُنکو زخمی کرکے اُنکے اموال کو لوٹ لیا۔ زخمی ہو چکنے کے بعد زخمون کی شدت سے بظاہر جان بر ہونے سے نا امید ہونے کے بعد اُنھون نے کچھ لوگون سے جو اُن کی خبر گیری کر رہے تھے یہ وصیت کی کہ میری لاش اور میرے باقی ماندہ اموال حدود سلیمانیہ مین درویش محمد نامی شخص کے پاس پہونچا دینا۔ یہ کہنے کے بعد اُنکا انتقال ہو گیا۔

یہ خبر کہ اس طرح وہ زخمی ہوے اور اُنھون نے یہ وصیت کی بغداد پہونچی اُسوقت یہ خیال پیدا ہوا کہ بظاہر آقا ابو القاسم کو حضرت بہاء اللہ کے محل قیام کی اطلاع تھی اور یقیناً درویش محمد سے مراد آپ ہی ہین۔ بس اس قرینہ کی بنا پر سراغ رسی ہوی اور حدود سلیمانیہ مین آپ کے نام عرائض بھیجے گئے۔

ان دونون واقعون کی نوعیت مین جتنا اختلاف ہے۔ اُس کو ہم سمجھنے والون کے ذہن پر چھوڑتے ہین لیکن آپ کے بغداد سے مہاجرت اور اس طرح یکہ و تنہا دادی مسافرت مین قدم زن ہو جانے کا سبب پھر بھی پردہ خفا مین ہے۔ آخر ایران آوردہ تبعین کی جماعت کو اسطرح

نوشتہ از او خواہش نمود کہ بغداد	بغداد واپس آئین۔ جس پر
باز گردد او نیز اطاعت کردہ	اُنھون نے اطاعت کی اور واپس
مراجعت نمود۔	آئے۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت بہاء اللہ کی مہاجرت کا سبب کیا تھا؟ بغداد آنے کے بعد مقررہ نظام کے مطابق حضرت مرزا یحییٰ صبح الازل امام الکل اور بہاء اللہ اُن کے کارکن خصوصی تھے۔ بہاء اللہ کی طبیعت پر یہ کتنا گران تھا؟ اس کا اندازہ ہماری کتاب کے گذشتہ واقعات سے ہو سکتا ہے۔

چند سال تک آپ نے کسی نہ کسی طرح اس صورت حال کو نباہا اور قائم رکھا۔ آخر مین رفتہ رفتہ آپ کے حالات مین تبدیلی ہونا شروع ہوئی اور صبح الازل کی اطاعت مین تساہل ہونے لگا۔ قدیم زمانہ کے بابی حضرات جو جدید الایمان لوگون کی نسبت واقعات سے زیادہ واقف تھے اُنھون نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا اور بہاء اللہ کے حالات سے اُنکے کسی مخفی ارادہ کو بھانپ لیا کہ اُنھون نے بہاء اللہ کو تنبیہ کی اور سختی کرنا شروع کی۔ بہاء اللہ کچھ نہین تو صبح الازل کے بڑے بھائی تھے اس لیے صبح ازل کے لیے بھی واجب الاحترام تھے بابی حضرات کی اس ترجیح کو برداشت نہین کرسکے۔ اور ناراض ہوکر جدا ہوگئے

حضرات در ابتدا هم کم کم بعضی آثار
تجدّد و مسامحه در حرکات احوال
بهاء الله مشهود گردید بعضی
از قدمای بابیه از قبیل ملا محمد جعفر
نراقی و ملا رجبعلی قاهر و حاجی
سید محمد اصفهانی و حاجی سید جواد
کربلائی و حاجی میرزا احمد کاتب و
متولی باشی قمی و حاجی میرزا محمد رضا
و غیرهم از مشاهدهٔ این احوال مضطر
گشته بهاء الله را تهدید نمودند و بدرجه
ای سخت گرفتند که وی قهر کرده
از بغداد بیرون رفت و قریب
دو سال در کوههای اطراف
سلیمانیه بسر برد و در این مدّت
مقرّ وی معلوم بابیان بغداد
نبود و چون بالاخره فهمیدند
کجا است صبح ازل نامهٔ بوی

قیام کے زمانہ کے آخری حدود مین ذرا
ذرا رنگ بدلنے اور بے پرواہی کرنے
کے آثار بہاء اللہ کے حالات مین نظر آئے
بعض قدیم بابی حضرات جیسے ملا محمد جعفر
نراقی ملا رجب علی قاہر۔ حاجی سید
محمد اصفہانی۔ حاجی سید جواد کربلائی
حاجی میرزا احمد کاتب۔ متولی باشی
قمی۔ حاجی میرزا محمد رضا وغیرہ ان
حالات کے دیکھنے سے پریشان ہوے
اور انھون نے بہاء اللہ کو تنبیہ کی اور اتنی
سختی کی کہ وہ خفا ہوکر بغداد سے باہر
نکل گئے اور دو برس کے قریب سلیمانیہ
کے اطراف میں پہاڑ دن پر بسر کی اور اس
مدّت مین انکی جائے قیام کا علم بغداد
کے بابیون کو نہین تھا۔ جب آخر مین
معلوم ہوا کہ وہ کہان ہین تو صبح ازل
نے انکو خط لکھا اور خواہش کی کہ وہ

تحت مین کوئی بات بنوئی اور خلاف واقعہ نہین معلوم ہوتی۔

لیکن اس کو کافی نہ سمجھتے ہوے ہم نے حضرت بہاء اللہ کے کلمات کی جستجو کی کہ اُن کے کلام مین اس مہاجرت کے متعلق کوئی واضح بیان ملتا ہے یا نہین۔ اس مین ہم کو کامیابی ہوی اور کتاب ایقان مین ہم کو آپ کا بیان اس کے متعلق دستیاب ہوا اور ہم کو یہ دیکھکر انتہائی تعجب لیکن اپنی سابقہ رائے کی صحت سے اطمینان حاصل ہوا کہ آپ کے بیان سے حرف بحرف اس واقعہ کی تصدیق وتائید ہوتی ہے جو ہم نے پروفیسر براؤن کی کتاب سے اور اُنھون نے کتاب ''ہشت بہشت'' سے نقل کیا ہے۔

ملاحظہ ہو کتاب مستطاب ''ایقان'' مطبوعہ نولکشور پریس لمیٹڈ لاہور باہتمام لالہ کاشی رام مینیجر سنہ ۱۹۱۴ع ۱۳۳۲ھ (ص۲۴۵-۲۵۲)۔

مقابل مین جو ترجمہ درج ہے وہ بھی وہی ہے جو اس کتاب مین فارسی صفحون کے مقابل مستقل صفحات پر موجود ہے۔

امیدواریم کہ اہل بیان تربیت	ہم امیدوار ہین کہ اہل بیان
شوند و در ہوای روح طیران	تربیت پاکر فضائے روح مین بلند پرواز
نمایند و در فضائے روح ساکن	ہونگے اور اُسکی بارگاہ مین جگہ پکڑینگے
شوند حق را از غیر تمیز دہند و تلبیس	سچ کو جھوٹ سے الگ کرینگے اور جھوٹی
باطل را بدیدۂ بصیرت بشناسند	بناوٹ کو چشم بصیرت سے پہچانین گے

روٹھ کر۔ یا بددل ہو کر۔ مایوس ہو کر یا انتہائی غم و غصّہ سے از خود رفتہ ہو کر بغداد سے نکل کھڑے ہوئے اور مفقود الخبر ہو گئے۔ دو برس تک آپ کی کوئی اطلاع ؟ ابی سفرات کو نہ ملی۔ دو برس بادیہ گردی کے مشکلات اُٹھانے کے بعد یقیناً ایک طرف آپ خود اپنی موجودہ زندگی سے تنگ آئے ہونگے۔ دوسری طرف صبح الازل کو آپ کی عدم موجودگی سے انتظامی معاملات مین دقتین پیش آئی ہونگی۔ اور پھر یہ خیال بھی پیدا ہو گا کہ اب اتنے عرصہ کی زحمتون اور مشقتون کے برداشت کرنے کے بعد ممکن ہے بہاء اللہ کے خیالات کی اصلاح ہو گئی ہو۔ پھر آپ صبح الازل کے بڑے بھائی بھی تھے۔ مذہبی حیثیت سے صبح الازل کو کتنی ہی آپ پر سیادت حاصل ہو مگر بھائی ہونے کے اعتبار سے صبح الازل چھوٹے تھے اور آپ کے فرزند کے برابر تھے۔ یہ کچھ اچھا نہین تھا کہ آپ طویل عرصہ تک اس طرح دربدر پھرتے رہین اور صبح الازل ایک معمولی تحریک بھی آپ کی واپسی کی نہ کرین۔

اس کا نتیجہ تھا کہ صبح الازل نے آپ کو خط لکھا اور اُس مین تحریر کیا کہ آپ بغداد واپس آئیے۔ اور آپ نے اس کو غنیمت سمجھ کر فوراً اس خط پر عمل کیا اور بغداد واپس تشریف لے آئے۔

اس روایت مین میرے خیال مین عقل اور اصول درایت کے

انقلاب اصحاب نگردم و سبب
ضرر احدی نشوم و علت حزن
قلبی نگردم غیر از آنچه ذکر شد خیالی
نبود و امری منظور نه اگرچه هر نفسی
محملی بست و بهوائے خود خیالی نمود
باری تا آنکه از مصدر امر حکم رجوع
صادر شد و لابد تسلیم نمودم و راجع
شدم دیگر قلم عاجز است از ذکر
آنچه بعد از رجوع ملاحظه شد
حال دو سنه میگذرد که اعداء در
اہلاک این عبد فانی بنهایت سعی
و اهتمام دارند چنانچه جمیع مطلع شده
اند مع ذلک نفسی از احباب
نصرت نموده بہیچ وجه اعانتے
منظور نداشته بلکه از عوض نصر
حزنها که متوالی و متواتر قولا
و فعلا مثل غیث هاطل وارد

احباب کے اختلاف کا باعث نہ ہوں
اور اصحاب کے انقلاب کا مصدر
نہ ہوں۔ کسی کو دکھ دینے کا باعث
اور کسی کے دل دکھنے کا سبب نہ ہوں
اس کے سوا نہ تو کچھ خیال تھا اور
نہ ہی کچھ مد نظر تھا مگر تو بھی ہر شخص
نے اپنے نفس کے مطابق رائے قائم
کی۔ اور اپنی ہوا کے موافق خیال
کیا۔ آخر کار مصدر امر سے واپس آنے
کا حکم صادر ہوا اور بلا پس و پیش
واپس آنا پڑا جو کچھ میں نے واپس
آکر دیکھا قلم اس کے لکھنے سے عاجز
ہے۔ دو سال سے دشمن اس فانی
بندے کی ہلاکت کے لیئے نہایت سعی
و کوشش میں ہیں اور اگرچہ یہ سب
پر روشن ہے تو بھی احباب میں سے
کسی نے بھی ہماری مدد نہیں کی اور

نداد و چه ایام که جسد راحت
نیافت و با این بلایائے نازله
و در زایاے متواتره فواللّٰه ی
نفسی بیده که کمال سرور موجود
بود و نهایت فرح مشهود زیراکه
از ضرر و نفع و صحت و سقم نفسے
اطلاع نبود و بجود مشغول بودم
و از ماسوا غافل و غافل از
اینکه کمند قضای الٰهی اوسع
از خیال است و تیر تقدیر او
مقدس از تدبیر سر را از کمندش
نجات نه و اراده اش را جز
رضا چارهٔ نه قسم بخدا که این
مهاجرتم را خیال مراجعت نبود
و مسافرتم را امید مواصلت
نه و مقصود جز این نبود که تحمل
اختلاف احباب نشوم و مصدر

گذرے کہ جسم کو ایک گھڑی بھر راحت
نصیب نہ ہوئی مگر باوجود ان اُترتی
ہوئی بلاؤں اور لگاتار مصیبتوں کے
اُسی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری
روح ہے۔ میں کمال فرحت اور ازحد
سرور سے رہتا تھا۔ کیونکہ مجھ کو کسی
کے رنج و راحت و ضرر و نفع کی خبر
نہ ہوتی تھی۔ اپنے سے ہی شاغل
ماسویٰ سے فارغ رہتا تھا۔ لیکن
قضائے الٰہی کی کمند خیال سے وسیع
اور اُسکی تقدیر کا تیر تدبیر سے بالا ہے
سر کو اُس کی کمند سے چھٹکارا اور اُسکے
ارادہ میں بجز رضا کچھ چارہ نہیں۔
خدا کی قسم مجھے اس مہاجرت سے
مراجعت کا خیال اور اس مسافرت
سے مواصلت کی کوئی امید نہ تھی
اس سے سوا اسکے کچھ مراد نہ تھی کہ میں

سے واپس ہونے کے تقریباً دو سال کے بعد تحریر فرمائی ہے۔

سنہ ۱۲۶۶ھ میں علی محمد باب قتل ہوئے تھے سنہ ۱۲۶۸ھ میں ناصر الدین شاہ پر حملہ ہوا تھا اور اسی سال بابی حضرات ایران سے منتقل ہو کر بغداد میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ بہائی حضرات کا بیان یہ ہے کہ سنہ ۱۲۶۹ھ میں حضرت حسین علی بہاء نے اپنے دعوے کا اظہار کر دیا تھا اسی کو وہ علی محمد باب کی کتاب البیان کلمۂ (بعد حین) کے مطابق قرار دیتے ہیں اس لئے کہ "حین" کے عدد ۶۸ ہیں تو گویا مقصود یہ تھا کہ اسکے بعد یعنی سنہ ۱۲۶۹ میں ظہور ہو گا۔

اسکے معنی یہ ہیں کہ بغداد پہونچنے کے بعد سے حضرت بہاء اللہ پیشوائے کل تھے اور سب آپ کے مطیع و منقاد تھے اور مرزا یحیی صبح الازل یا کسی اور شخص کا کوئی اسم و رسم نہ تھا۔ اس کے بعد مرزا یحیی نے علم بغاوت بلند کیا "مقالہ سیاح" سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا یحیی کی مخالفت کا ظہور بغداد میں ہوا ہی نہیں بلکہ بغداد سے اڈریا نوپل کی طرف جلا وطنی کے بعد ہوا جو سنہ ۱۲۸۰ھ کا واقعہ ہے۔

کتاب ایقان سنہ ۱۲۷۸ھ میں تصنیف ہوئی ہے اور آپ کی واپسی حدود سلیمانیہ سے بغداد کی طرف اسکے دو سال قبل سنہ ۱۲۷۶ھ میں اور آپ کی مسافرت یعنی بغداد سے روانگی اور مفقود الخبری اس سے دو سال

می شود و این عبد در کمال
رضا بان برکت حاضرم که
شاید از عنایت الٰہی و فضل
سبحانی این حرف مذکور مشہور
در سبیل نقطہ و کلمہ علیا قربان شود
و جان در باز د و اگر این خیال
نبود قو اللہ الذی نطق الروح
یامرہ آنی در این بلد توقف
نمی کردم و کفی باللہ شہیدا
اختم القول بلا حول ولا قوۃ
الا باللہ و انا للہ و انا الیہ
راجعون۔

اعانت منظور نہیں رکھی بلکہ امداد تو درکنار
رنج و غم متواتر و لگاتار قولاً و فعلاً موسلا
دھار بارش کی طرح ہر جانب سے برسائے
جا رہے ہیں جس حال کہ بندہ کمال رضا سے
جان تسلیمی پر پہلے حاضر ہے کہ شاید عنایت
الٰہی و فضل سبحانی سے یہ مشہور و مذکور حرف
نقطہ و کلمہ علیا کی راہ میں فدا و قربان ہو
اگر یہ خیال نہ ہوتا تو اسی کی قسم جو روح کو
گویا کرتا ہے میں ایک لمحہ بھی اس شہر میں
نہ ٹھہرتا و کفی باللہ شہیدا اس بات کا خدا
کافی گواہ ہے اختم القول بلا حول ولا قوۃ
الا باللہ و انا للہ و انا الیہ راجعون ہم
اس بات کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ سوائے
خدا کے کوئی طاقت یا قوت نہیں اور ہم سب
خدا کی طرف سے ہیں اور اسی کی طرف
لوٹنے والے ہیں۔

اب اس عبارت میں غور فرمائیے حضرت بہاء اللہ نے یہ کتاب حدود سلیمانیہ

پہلے ابنی ۱۲۶۷ھ کا واقعہ قرار پاتی ہے۔

بہر حال بہائی بیانات کے مطابق اس وقت آپ امامت عظمی اور پیشوائی مطلق کے درجہ پر فائز تھے اور تمام بابی حضرات آپ کو اس درجہ پر مانتے تھے اور آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔

اس صورت کے لحاظ سے اگر بابی حضرات میں کچھ لوگ آپ کی مخالفت پر آمادہ ہوتے تو آپ کو اپنے درجہ اور منصب کے لحاظ سے اپنی پیشوائی اور حقیقی ریاست عامہ اور مفترض الطاعۃ ہونے کا پتہ دیتے ہوئے اُن کے ضال و مضل، کافر، جاحد، معاند، خارج از دین و آئین ہونے کا حکم دیتے ہوئے اُنکے جماعت سے خارج کئے کا محل تھا اور آپ اگر اُنکی ہدایت کے لیئے کوئی کتاب بھی لکھتے تو اُس میں اپنے حجیت قول و عمل۔ وجوب اتباع۔ لزوم اطاعت اور حقیقی عہدہ و منصب کا پتہ دیتے ہوئے اُنکو ایمان و اطاعت کی دعوت دیتے اور کفر و معصیت سے ڈرانے کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے تھا۔

اس صورت میں ایک تو اسکے معنی پیدا ہی نہیں ہوتے کہ آپ گھبرا کر اور اُن سے خفا ہو کر جنگلوں ہی میں نکل جائیں اور ایک طرف خود طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں۔ دوسری طرف اُنکو من مانی کارروائیاں کرنے دیں۔ اور اگر آپ بفرض تنبیہ یہ صورت اختیار فرماتے بھی تو اس کے بعد

مجھ کو حکم ہوا کہ واپس آجاؤ- میں نے اطاعت لازم سمجھی اور مجبوراً واپس آ گیا- یہاں آکر بھی لوگوں کی مخالفت مجھ سے کم نہیں ہوئی اور روزانہ تیر و تبر اپنے لئے طیار دیکھتا ہوں خدا کی قسم مجھ کو خدمت مذہب کا شوق ہے اور چاہتا ہوں کہ میری جان "نقطہ و کلمۂ علیا" یعنے امام زمانہ پر سے نثار ہو جائے - اس لیئے میں ٹھہرا ہوا ہوں ورنہ میں ایک لحظہ اس شہر میں توقف نہ کرتا-

اس عبارت سے حسب ذیل نتیجے برآمد ہوتے ہیں-

(۱) بغداد میں آنے کے بعد کچھ صورتیں ایسی پیش آئی تھیں کہ بابی جماعت میں عام طور پر آپ سے مخالفت پیدا ہو گئی تھی اور وہ آپ پر طرح طرح سے سختیاں کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ کے قتل پر بھی آمادہ ہو گئے تھے-

(۲) انہی مخالفتوں سے آزردہ ہو کر آپ نکل گئے تھے اور دو برس تک جنگلوں میں پھرتے رہے -

(۳) کسی مفترض الطاعۃ ہستی کی طرف سے آپ کو واپسی کا حکم ہوا جس سے آپ مجبور ہو گئے -

(۴) آپ اپنے زمانہ میں اپنے علاوہ کسی "نقطۂ و کلمۂ علیا" کے وجود کے قائل ہیں جس پر آپ اپنی جان نثار کرنا چاہتے تھے یہ تمام بابی و بہائی

اب دور دور بابیت تھا۔ اس دور مین اس نبوت کی تبلیغ و تلقین اور اثبات و تصحیح کی ضرورت تھی اور ہونی چاہیے تھی جیسا کہ تمام انبیاء کا طریقہ رہا ہے

جیسا آپ نے اپنی مخالفت کا تذکرہ کیا ہے تو وہ ان الفاظ مین کہ جو ابھی نذر ناظرین ہوے ۔

اس مین یہ ہے کہ افسوس ہے ۔ بہت لوگ میرے مخالف ہوگئے اور مجھے طرح طرح سے ایذائین پہونچائین ۔ یہان تک کہ کفار یعنی منکرین حضرت باب سے جو تکلیفین پہونچین وہ اُن تکلیفون کے مقابلہ مین گرد ہوگئین جو ... اپنے ہم مذہبون کے ہاتھون سے مجھ کو حاصل ہوئین حالانکہ مین نے کسی پر برتری نہین چاہی اور کسی کو اپنے سے کم خیال نہین کیا ۔ نہ اپنے لیئے کسی امتیاز و تفوق کا مدعی ہوا اور یہ افسوس ہے کہ کوئی شخص احباب یعنی بابی جماعت مین سے میری نصرت و تائید کے لیئے بھی تیار نہین ہوا ۔

مین اس خیال سے کہ احباب یعنی بابی جماعت مین تفرقہ نہ پیدا ہو شہر سے نکل ... دو برس تک جنگلون مین چھپا رہا اور طرح طرح کی تکلیفین ... برداشت کین اور ارادہ یہ تھا کہ اب کبھی واپس نہین ہونگا ... امر یعنی مفترض الطاعۃ ہستی کی طرف سے

طرف سے ایک شخص کے ہاتھ فروخت ہوا جس کا نام حاجی محمد حسین تھا
قانونی حیثیت سے حکومت کے دفتر میں بھی یہ مکان اسی شخص کے نام
رجسٹری ہو گیا۔ حاجی محمد حسین نے انتقال کیا تو یہ مکان بطور میراث انکی
بہن کو پہونچا جو شیخ حبیب نامے ایک شخص کی زوجہ تھیں۔ جنگ عظیم
کے ابتدائی دور میں جبکہ عراق میں عثمانی حکومت کی بنیادیں متزلزل تھیں
اور ملکی نظم و نسق میں انتشار و اختلال تھا بہائی جماعت کو اس مکان پر قبضہ
کی فکر ہوئی اور حکومت عثمانیہ کے زوال اور مملکت عربیہ کی بنیاد و قائم ہوتے
ہوتے اس خیال سے کہ ابھی امور مملکت منتظم نہیں ہوئے ہیں اور اضطراب و
انتشار کے باعث انصاف و عدالت کی جنس گران ہو گی۔ اس وقت ایک عورت
کے مقابلہ میں اپنے مقصد کو حاصل کر لینا آسان ہو گا ان لوگوں نے مذکورہ بالا
مکان پر قبضہ کر لیا اور قرار پایا کہ مکۂ معظمہ کے بجائے اس مکان کو خانۂ کعبہ
بنایا جائے اور اس عبادت گاہ کا طواف و حج مذہبی فریضہ کے طور پر بجا
لایا جائے اس لیئے کہ مرزا حسین علی بہاء نے یہاں قیام کیا ہے۔ مکان کی
مالکہ نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور اثنائے مقدمہ میں ان لوگوں نے
اس مکان کی تعمیر اعلیٰ پیمانہ پر اس طرح کر دی کہ وہ عبادت گاہ عمومی سمجھا جاتا
مقدمہ تمام کچہریوں سے گذرتا گیا اور اس دوران میں مالکۂ مکان کا انتقال
ہو گیا اور [illegible] کی لیبورہ وارث چھوڑے یہ دونوں شخص

مذہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اس مذہب کی اصطلاح میں "نقطہ" امام کو کہتے ہیں اور وہی "کلمۃ اللہ" ہوتا ہے۔

ان تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ صورت واقعہ وہی تھی جو پروفیسر براؤن نے تحریر کی ہے اور حضرت بہاء اللہ کے بیانات سے وہی مستفاد ہو رہی ہے اور کچھ نہیں۔

بغداد کا مکان

حضرت بہاء اللہ کا اپنے زمانۂ قیام بغداد میں چند مکانوں میں قیام رہا تھا جن میں سے ایک محلہ "شیخ بشار" میں تھا۔

بغداد کے محل وقوع کے لحاظ سے دجلہ وسط شہر سے ہو کر گذرتا ہے جس کے باعث وہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک دریا کا مغربی پہلو جس کا نام "جانب الکرخ" ہے۔ دوسرا مشرقی پہلو جس کا نام "جانب الرصافہ" ہے۔ یہ محلہ شیخ بشار اسی جانب کرخ کے محلوں میں سے ہے۔

اس مکان کا مالک ایک شخص تھا جس کی سکونت "محلہ فضل" میں تھی۔ مکان خالی تھا اور کرایہ پر چلتا تھا چنانچہ حسین علی بہا نے بھی اپنے زمانۂ قیام عراق کے کسی حصہ میں اس کو کرایہ پر لیا تھا۔ جب بہاء اللہ کو قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا گیا، مکان اس کے مالک کی

ایّام مین مسلسل جاری رہا کئے ہین۔

بہائی جماعت کو اس مقدمہ مین شکست کے بعد سے خواب وخور حرام ہوگیا۔ جد وجہد اور جانفشانی وکوشش کا سلسلہ قائم ہوا اور آخر یہ مسئلہ مجلس اقوام تک پہونچ گیا۔

حسین بک افنان حکومت عراقیہ کی طرف سے مفوّض (وکیل) کی صورت سے لندن مین مقیم اور فرقۂ بہائیہ کے پرجوش کارکن ہین اُنکو مجلس اقوام کے اجلاس مین عراقی وبرطانوی روابط کے استحکام کے لیے جنیوا جانے کا موقع ملا۔

جس مین موصوف نے اپنے بہائی مذہب کی تحریک متعلق مکان کے متعلق بھی وقیع خدمت انجام دی۔

مجلس اقوام کے انیسوین اجلاس مین جو ۱۹۳۰ء مین جنیوا مین ہوا بہائی فرقہ کے مسئلہ کو پوری اہمیت دی گئی چنانچہ مسٹر اورلش نے عراقی برطانوی انتداب کے سلسلہ مین اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مین اس مجلس کی توجہ اقلیتون کے مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہون اس مین شک نہین کہ انتداب کا زمانہ ختم ہونے کے ساتھ اقلیتون سے متعلق بلا امتیاز مذہب وملت بہت بڑا اندیشہ ہے اور ان مین سے بعض ایسی قومین ہین جو مجلس اقوام تک اپنی عرضداشتین بھی نہین بھیج سکتین

جواد ابن حبیب اور اُس کی بہن اس مکان کے واقعی حقدار اور مقدمہ کے
مدعی قرار پائے جن کے مقابلہ میں مدعا علیہ محمد نامی ایک شخص فرقہ
بہائیہ کے بانی اشخاص میں سے تھا۔ نتیجۃً مقدمہ بحق مدعی فیصل ہوا
اور اُس مکان کی ملکیت جواد اور اُس کی بہن کے نام قرار پا گئی۔
اور مقدمہ کا آخری تصفیہ "محکمۂ استیناف" کے حکم قطعی سے جاتا
رہا۔ مکان وارثوں کے سپرد ہوا اور محمد مدعا علیہ بہائی پر آٹھ ہزار روپیہ
کے قریب خرچہ مقدمہ کا بار ڈالا گیا جس کے باعث وہ مفرور اور نتیجۃً [illegible] ہو گیا
اس مقدمہ کے فیصلے سے اطمینان اور تمام جھگڑے ختم ہونے کے
بعد مالکان مکان نے [illegible] مکان کو وقف کر دیا اور تمام افراد مسلمین
کے لیے ایک مسجد ہونے کی حیثیت سے اُس کو واگذار کر دیا چنانچہ "محکمہ
شرعیہ" کی طرف سے اُس کی وقفیت کا اعلان ہوا اور حکومت کے
"ادارۂ طابو" میں اُس کی رجسٹری ہو گئی اور تمام ادارات حکومت میں
وہ ملکیت کے سلسلے سے نکال کر موقوفات میں داخل کر دیا گیا اُس
وقت سے اب تک آٹھ سال سے زائد عرصہ ہوتا ہے یہ مکان ایک عام
وقف کی حیثیت رکھتا ہے جس میں ہر قسم کے اسلامی عبادات۔ نماز
یومیہ۔ قرائت دعا۔ تلاوت قرآن۔ عزائے حضرت سید الشہداؑ
مجالس موعظہ و ارشاد۔ تعلیم احکام شرعیہ وغیرہ ماہ رمضان اور دیگر

اثر ڈالا گیا۔ اخباروں میں شایع ہوا کہ حکومت عراق نے ارادہ کیا ہے کہ وہ مکان کو بحق حکومت ضبط کرے اور اس کو مدرسہ یا پارک کی صورت میں تعمیر کرے۔

اس خبر نے عراق کے اسلامی حلقوں میں سخت سنسنی پھیلا دی۔ نجف اشرف کہ جو قبۃ الاسلام اور علمی و مذہبی روحانیت کا گہوارہ ہے وہ اس واقعہ سے تاثر میں سب سے آگے تھا۔ علماء، اشراف، اعیان، تجار تمام طبقات کی طرف سے متعدد احتجاج اور عرضداشتیں، اعلیحضرت ملک فیصل رئیس الوزراء۔ وزیر داخلیہ۔ وزیر عدلیہ وغیرہ کے نام سیکڑوں معزز اشخاص کے دستخط سے بھیجی گئیں جن میں لو بہت طور پر اس مذہبی شعار اور مسجد عمومی کی حفاظت اور احترام کی نگہداشت کا مطالبہ کیا گیا۔ میں اس زمانہ میں نجف اشرف ہی میں تھا۔ خدا اعلی علیین میں درجات کو عالی فرمائے۔ مرحوم و مغفور آیۃ اللہ شیخ محمد جواد بلاغی طاب ثراہ ان مظاہرات کے بڑے روح رواں تھے۔ مرحوم ہی کے تحریک پر جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں سے بعض میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا۔ کربلائے معلی۔ کاظمین۔ حلہ تمام مقامات پر اسی طرح جلسے ہوئے اور عرضداشتیں گئیں۔ ان مظاہرات کا اثر ہوا اور حکومت عراقیہ کو بھی افراد قوم کا ہیجان مجلس اقوام کے سامنے اپنے طرز عمل کے

اس لئے کہ ایک طرف تو انہیں اپنے مطالبہ کی شنوائی کی توقع نہیں ہے
دوسری طرف انہیں خوف ہے عنصر غالب کے دل میں عناد و جذبہ انتقام کے
زیادہ ہونے کا خوف ہے - انکا سکوت خود اس امر کی دلیل ہے کہ وہ سخت
خوف و دہشت کے شکنجہ میں گرفتار ہیں - ممالک عالم کی رواداری کو دیکھتے
ہوئے عراق کی یہ حالت اچھی نہیں ہے -

اس تقریر کے دوران میں مسٹر ادرلش نے سوال کیا کہ بہائی فرقہ کے
مسئلہ کو حل کرنے کا جس صورت سے ارادہ کیا گیا ہے وہ کیا اس جماعت کی
مرضی کے مطابق ہوگا ؟ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُن کی املاک کو مدرسہ یا دواخانہ
یا پارک کی صورت میں تبدیل کرکے اُنکو جو معاوضہ دیا جائیگا وہ کیونکر
اُس نقصان کی تلافی کردیگا جو اُنہیں انصاف و عدالت کے قحط کی
وجہ سے برداشت کرنا پڑ رہا ہے ؟ میں اس امر کو پورے طور پر واضح
کردینا چاہتا ہوں کہ مجلس انتداب عراقی کسی طرح اس چھوٹے سے
فرقہ کے بارے میں کوتاہی نہ کریگی جب تک کہ اُن کو پورا معاوضہ جس
کے وہ مستحق ہیں مل نہ جائے -

مسٹر رابارے مذکورہ بالا تقریر کی تائید کی اور کہا کہ عراقی اقلیتوں
کے بارے میں مسٹر ادرلش نے جو خیال ظاہر کیا اُس سے میں متفق ہوں -
مجلس اقوام کو اس کارروائی کے ماتحت حکومت عراق پر کچھ نہ کچھ

ضرور یہ اسے ثابت کرنے کا مستند قرار پایا۔

آخر کو مجلس اقوام کی وہ تمام کارروائی زیبِ طاقِ نسیاں ہوئی۔ انتدابِ برطانیہ کا دور ختم بھی ہو گیا اور عراق خود مجلس اقوام کا ممبر ہو گیا وہ مکان اُسی طرح شیعوں کے قبضہ میں رہا اور وقف اسلامی کی صورت میں قائم رہا۔ میں اپنے ہندوستان آنے کے کچھ پہلے اس زمانہ میں جب معجزات کاظمین کی تحقیقات کے سلسلہ میں کاظمین میں مقیم تھا تو چند مرتبہ بغداد میں اُس مکان میں گیا جو دار امام زادہ کے نام سے مشہور ہے اور اُس کا مشاہدہ کیا ہے۔ بے شک اس کی خوب آرائش ہوئی ہے اور ساز و سامان سے آراستہ ہے۔

بہرحال بہائی جماعت اُس مکان سے غافل نہیں ہے اور وہ برابر اس کے اوپر قبضہ کرنے کی فکر میں رہتی ہے۔ مگر اُس کا مطالبہ اس مکان کی نسبت انتہائی کمزور ہے اور حق و انصاف کی رو سے کسی طرح قابل پذیرائی نہیں ہے۔

من یظہرہ اللہ ہونے کی دعاوی

علی محمد باب خود اُن تمام پیشینگوئیوں کے مصداق بنے تھے جو مہدی موعود کے ظہور کے متعلق تھیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرزا یحییٰ مازندرانی صبح الازل "من یظہرہ اللہ" خلیفہ و جانشین
حضرت باب بنے اور تسلیم کر لیے گئے تو انہیں بھی ایسے ہی دعاوی کا
شوق ہونے لگا چنانچہ حضرت علی محمد باب کے آخری دو برس اور اُن کے
بعد ایران سے عراق کی طرف مہاجرت کرنے کے پہلے ہی اصحاب کبار حضرت باب میں
مرزا یحییٰ صبح الازل کے علاوہ چند ظہورات پیدا ہوئے اور بابی جماعت ایسی
سادہ لوح کہ اُس نے کسی نہ کسی طرح تاویلات و توجیہات کے ساتھ اُن سب کے
دعاوی کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور اُنہیں مان لیا۔
اُن میں سے ایک جناب ذبیح تھے جو ایک شیرینی فروش بزرگ تھے اور
جیسا کہ نقطۃ الکاف میں ہے علم و فضل ظاہری سے بالکل عاری تھے۔
سترہ یا اٹھارہ سال کی آپ کی عمر تھی۔ آپ نے ظہور فرمایا اور اس طرح کہ
آپ کی زبان پر جاری ہو گیا انّنی انا اللہ لا الہ الا انا (میں خدا ہوں
سوائے میرے اور کوئی خدا نہیں ہے)۔
اسوقت بیچارے علی محمد باب زندہ تھے۔ آپ سے اس شخص کے
متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے اُس سے بالکل ناواقفیت کا اظہار
فرمایا اور کہا "من او را نمی شناسم"
لیکن ذوق تسلیم رکھنے والی جماعت باب اُس کا اصول یہ تھا کہ
جو کوئی دعویٰ کرے اُس کو مان لو چنانچہ حضرت باب کے اس اظہار

وصیت نامہ مین لکھا تھا کہ اگر تمھارے زمانہ مین من یظہرہ اللہ کا ظہور ہو جائے تو تم اُس کی اطاعت کرنا اور شریعت بیان کی تبلیغ کو ترک کر دینا - اس سے کم از کم اس کا پتہ چلتا ہے کہ ان دونون آدمیون سے کوئی "من یظہرہ اللہ" نہ تھا لیکن یہ واقعہ ہے کہ بہاء اللہ کے دعوے سے بہت پہلے خود صبح الازل کے متعلق اُن کے ماننے والون کا عقیدہ یہی قائم ہوا کہ من یظہرہ اللہ" جنکی پیشینگوئی تھی وہ یہی ہین - چنانچہ حاجی میرزا جانی نے کتاب نقطۃ الکاف مین جو حضرت بہاء اللہ وغیرہ کی ایران سے جلاوطنی اور بغداد کی طرف مہاجرت سے پہلے کی تصنیف ہے صاف صاف اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے -

ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۴ بعد ذکر وصیت نامۂ حضرت باب -

وہ مراد از من یظہرہ اللہ من بعد از ایشان خود حضرت ازل می باشد لا غیرہ زیرا کہ دو نقطہ در یک زمان نشاید -	من یظہرہ اللہ سے مراد آپ کے بعد خود حضرت ازل ہین - کوئی اور نہین اس لئے کہ دو نقطے (امام مفترض الطاعۃ) ایک وقت مین نہین ہو سکتے -

دوسرے لوگون نے جب حضرت علی محمد شیرازی کو دیکھا کہ وہ باب نقطۂ اعلی قائم منتظر اور مہدی موعود بنے اور مان لئے گئے -

توحید و مصداق ابدالک
مثلی در کل شئی می باشد
هر کس عبودیت خالص نموده
لسان ربوبیت آن مفتوح
گردد و هر کس محتجب است
در مرض خود مبتلی می باشد
(ع) تو خود حجاب
خودی حافظ از میان
برخیزد لهذا ادعائی کند
و ما دوست می داریم
اهل ادعا را۔

کہ قاعدہ کا تقاضا ظہور کے زمانہ میں ہے
کہ ہر شخص "انی انا اللہ" میں خدا ہوں"
کا دعوی کرے اسلئے کہ توحید کی نشانی
اور ابدالک مثلی (میں تجھ کو اپنے مثل
بنادوں) کا مصداق ہر شئے میں ظاہر
ہوتا ہے جس نے بھی کچھ عبودیت ادا
کی ہے اسکی زبان ربوبیت کے دعوی
کے ساتھ کھلے گی اور جو شخص پردہ میں
ہے اور اپنے مرض میں مبتلا ہے وہ ایسا
دعوی نہ کریگا۔ اور ہم اُن لوگوں کو
دوست رکھتے ہیں جو اس قسم کے
دعوے کریں۔

حضرت ازل سے پوچھا گیا انہوں نے بھی کہا "من ورائی شئ اسم"
یہ پہلا ظہور تھا جو آخر زمانہ حضرت باب ہی میں ظاہر ہوگیا تھا
دوسرا ظہور سید نابینا ہندی کا تھا جنکو حضرت ازل نے "ذنابت [illegible]"
کا لقب دیا تھا۔
یہ کوئی ہندوستان کے رہنے والے نابینا بزرگ تھے نقطہ [illegible]

واقعیت کہ عرفانی معانی پونائے گئے تاکہ اُن سے حضرت ذبیح کے دعوے کا غلط ہونا ثابت ہو۔

حاجی میرزا جانی نقطۃ الکاف صفحہ ۲۴۳ مین لکھتے ہین۔

یعنی غیر از من حق نیست منادیهم
حق منم و هر کجا ندای حق بلند شود
منم منادی از جهت آنکه غیر
خود را نمی بینم لهذا می گویم اورا
نمی شناسم چونکه در اوّل ظهور
در توقیع مبارک فرموده بودند
لا تقتلوا منی شیئاً لانه
محرّم علیکم یعنی در دورهٔ ظهور
من باشد و دیدهٔ حق بین گشوده
هر کجا که حق ظاهر گردید ساجد شوید
و معنی هو الظاهر فی کل الظهور را
بفهمید و بدانید که اصل در
ظهور ادعای انی انا الله است
از برای هر نفس زیرا که آیت

حضرت باب نے جو یہ فرمایا کہ مین
انھیں سے جانتا اس کے معنی یہ ہین
کہ حق تمام دنیا مین ہون اور جہان
کہین حق کی آواز بلند ہو اُس آواز کا بلند
کرنے والا مین ہون اور چونکہ مین سوائے
اپنے کسی کو نہین دیکھتا اس لیے کہتا ہون
کہ مین اُسے نہین پہچانتا۔ چونکہ اپنے ظہور
کے شروع مین آپ نے ایک خط مین تحریر
فرمایا تھا کہ مجھ سے کوئی بات کبھی دریافت
نہ کرنا۔ یہ تمھارے لیے حرام ہے۔ اس کے
معنی یہ تھے کہ یہ ظہور کا دور ہے چشم حق
بین کو کھولے ہوئے جہان کہین حق ظاہر
ہو فوراً سجدہ مین جھک جاؤ اور معنی
ہو الظاہر فی کل الظہور کے سمجھو اور جانو

چیزیکه سبب عزّ شما هست در نزد
حضرت نقطه دو چیز شده است
یکی آنکه مدّعی مقام عبودیت و قرب
بآن حضرت هستید دوم آنکه
مدّعی ظهور آثار حقیقهٔ شمس ربوبیّت
آنجناب در مرآت عبودیت
نفس خود می باشید و هر دو
ادعای شما حق می باشد و نص
ظاهری نیز دارید من هم همین ادّعا
را دارم و این میزان هم حق
می باشد ولی مرا گمان آنست
که عبودیت و فنای خود را در
جنب جلال آن شمس از عزّت
زیاده می دانم و لهذا آثار
ربوبیت از لسان که آیات
فطریست در لسان من جاری گردید
که اعظم آیات است ۔

جناب بصیر فرماتے تھے کہ تم سچ کہتے ہو
لیکن جو چیز حضرت نقطہ کی سرکار میں
تمہاری عزت کا سبب ہے وہ دو ہی
باتیں ہیں ایک یہ کہ تم عبودیت اور
اُن جناب کی بارگاہ میں قربت کا دعویٰ
رکھتے ہو دوسرے یہ کہ اُن کے آفتاب
ربوبیت کے اپنی عبودیت کے آئینہ
میں ظاہر ہونے کے مدّعی ہو اور نص ظاہری
بھی رکھتے ہو لیکن میں بھی یہی دعویٰ
رکھتا ہوں اور یہ معیار بھی بہت درست
ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری عبودیت
اور فنا فی اللہ ہونے کا درجہ تم سے
زیادہ ہے اسی لیئے ربوبیت کے
آثار جو فطری آیات ہیں میری
زبان پر جاری ہوئے ہیں جو
بہت بڑی نشانی ہے ۔

ص۲۵۸ مین ہے کہ آپ نے "رجعت حسنی" کا دعویٰ فرمایا اور آپ کے دعوے کی دلیل وہی "آیات اور خطب اور مناجات" تھی۔ حضرت صبح الازل اور بہاء اللہ کے پاس آپ نے اپنے ظہور کی اطلاع کا خط تحریر کیا جس پر صبح الازل نے ایک خط آپ کی سرفرازی مین تحریر کیا اور اُس کی ابتدا تھی (بسمہ الابصر الابصر) اور اُس مین ایک جگہ فرمایا تھا ان یا حبیب انا قد اصطفیناک بین الناس "اے میرے دوست ہمنے تجھکو تمام لوگون مین برگزیدہ و منتخب کیا ہے"

ایک بزرگ تھے جناب عظیم اُن کا دعویٰ تھا کہ مین اسوقت ظہور اعظم ہون اور سب پر میری اطاعت لازم ہے ان مین اور جناب بصیر مین خوب تُخ چلی۔ اس اختلاف کا تذکرہ نقطۃ الکاف ص۲۵۹ مین بایں الفاظ ہے

جناب عظیم می فرمودند کہ من باب	جناب عظیم فرماتے تھے کہ مین دونون
حضرتین و حبیب ثمرۃ الازلیۃ و سلطان	سرکارون کا دروازہ اور حبیب ثمرۂ
منصور می باشم بنصوص عدیدہ و لہذا	ازلیہ اور سلطان منصور ہون متعدد
مطاع بر شما و جمیع اصحاب می باشم و بر	نصوص کی بنا پر لہذا مین تم پر اور
کل فی الکل فرض می باشد کہ در نزد طلعت	تمام باقی جماعت پر مفترض الطاعۃ
عزّ من خاضع بودہ باشند جناب بصیر می	ہون اور سب پر فرض ہے کہ میری
فرمودند شما صدق و حق می فرمائید ولی آن	عزت کے سامنے سرنیاز خم کرین۔

منصب پر فائز ہونے کے لیے بیتاب ہوں گا مگر صورت حال نے آپ کو بڑے شکنجہ میں مبتلا کر رکھا تھا۔ شروع میں حضرت علی محمد باب نے مرزا یحییٰ صبح الازل کو جانشین اور آپ کو وکیل و نائب قرار دیا۔ آپ نے اس نیابت و وکالت کو قبول بھی کر لیا اور آپ ایک مدت تک اسی حالت میں رہے لیکن یہ دیکھا کہ مرزا یحییٰ مظہر من الله مستقل امام ہوئے اور آپ ان کے کارپرداز کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے۔ لیکن یہ امر ہمیشہ کا کھٹکا دل سے اٹھا کر پھینکنا بہت مشکل تھا اور اس میں کامیابی کی امید کم تھی۔

بے شک آپ کی طبیعت پر مرزا یحییٰ کی اطاعت انتہائی گراں تھی اور آپ کا دل و دماغ مستقل امام کے درجہ پر فائز ہونے کے خیالات سے خالی نہیں تھا۔

اس اضطراب فکری کا اثر آپ کے اعمال و افعال پر نہ یحییٰ حیثیت سے نمایاں ہوتا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بابی حضرات کو آپ سے بدگمانی پیدا ہو گئی اور بقول آپ کے آپ کے قتل پر تیار ہو گئے یہاں تک کہ آپ کو دو سال تک کے لیے بغداد چھوڑ دینا پڑا اور صحرانوردی میں بسر کی۔

کچھ تو پہلے ہی سے یہ شوق و ذوق دل میں پایا جاتا تھا۔ اب حضرت بہاء اللہ کے اس طرز عمل سے اور دوسرے لوگوں کی ہوس میں

حضرت باب سے جناب بصیر کی شکایت ہوئی تو آپ نے جناب بصیر کو ایک تہدید آمیز خط لکھا جس میں اُن کے دعاوی کو غلط بتلایا تھا اس بنا کے خلاف خود بابی جماعت میں شورش پیدا ہو گئی اور آخر حضرت باب اور دیگر ذمہ داران کو کسی طرح اُسکی اصلاح کرنا پڑی اور شورش کو فرو کیا۔

اس کے علاوہ بھی اور لوگوں نے اسی قسم کے دعاوی کئے چنانچہ حاجی میرزا جانی لکھتے ہیں۔

ظہورات بسیار دیگر ظہیر شدہ	اور بہت کثرت سے ظہور ہوئے ہیں۔
است یکی در ارض تا دیگے در ارض فا	ایک سرزمین تا (تبریز) میں ایک سرزمین
یکی در بغداد کہ سید علو میگویند و یکی	فا (فارس) میں ایک بغداد میں جنکو سید علو کہا
ہم آقا محمد کرادی وامثال الشان	جاتا تھا۔ ایک آقا محمد کرادی اور دیگر
کہ ہر یک صاحب آیات و جذبات	حضرات جن میں سے ہر ایک صاحب آیات
بودہ اند۔	وجذبات تھا۔

اب وہ زمانہ آیا کہ جب بابی حضرات سب کے سب ایران سے عراق آئے اور بغداد میں مجتمع ہوئے۔ کچھ عرصہ پریشانی اور تشویش میں گذرا اور اطمینان حاصل نہیں ہوا۔ اسکے بعد کچھ یکسوئی حاصل ہوئی اور اطمینان پیدا ہوا۔ حضرت بہاء اللہ کا دل یقیناً بہت دنوں سے کسی عظیم الشان

بامدادان از خواب بنشین بر سجات — صبح کو سو کر اٹھتا تھا اپنے جسم کو
تن را بلباس این دعوی می — اس دعوی کے لباس سے آراستہ
آراست — کر لیتا تھا۔

حضرت بہاء اللہ بیچارے کو ایک تو گذشتہ صورت حال کی بنا پر ایک مرتبہ یہ دعوی کر لینا کچھ بن نہ پڑتا تھا۔ اب اس ہٹربونگ اور ان دعاوی کی کثرت کی وجہ سے آپ کے ذہنی خیال کا مقام عمل میں آنا اور پیچھے ہٹ گیا۔

یہاں تک کہ یہ واقعہ ہے کہ بغداد کے زمانۂ قیام میں بالکل صریح طور پر آپ سے کسی ایسے دعوی کا ظہور نہیں ہوا جو آپ کے مستقل طور سے کسی منصب پر فائز ہونے سے تعلق رکھتا ہو۔

عراق سے اڈریانوپل

بابی حضرات کے قیام کو بغداد میں بارہ برس ہو گئے اس مدت میں ایک طرف خود ان حضرات میں جھگڑے نزاع اور فساد برابر ہوتے رہے دوسری طرف ان میں اور دوسرے مسلمانوں میں کشاکش کی صورت پیدا ہوتی تھی۔ آخر ایک طرف علمائے عراق نے انکے قیام عراق کے متعلق حکومت سے احتجاج کیا۔ دوسری طرف خود حکومت ان جھگڑوں

اضافہ ہوا اور میرزا اسد اللہ تبریزی ملقب بدیان نے کہ جنہیں حضرت باب نے صبح الازل کے لیئے دو کاتب آیات الٰہی کے عہدہ پر مقرر کیا تھا اور وہ عبرانی و سریانی زبانون سے بھی خوب واقف تھے انہون نے "من یظہرہ اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس زمانہ تک حضرت بہاء اللہ اپنے دو سال کی سیاحت کے بعد واپس بھی آچکے تھے آپ نے انکے ساتھ بہت بحث مباحثہ کیا۔ آخر مین وہ بابی حضرات کے ہاتھون سے قتل ہوئے۔ بقول کونٹ دو گوبینو کے ایک پتھر انکے پاؤن مین باندھ کر شط العرب مین پھینکدیا گیا اور وہ غرق ہو گئے۔

اسی طرح میرزا عبد اللہ غوغا۔ حسین میلانی معروف بحسین جان سید حسین ہندیانی۔ میرزا محمد زرندی معروف بنبیل اور بہت سے لوگون نے ایسے ہی دعاوی کیئے۔

یہ میرزا محمد زرندی وہ ہین جو حضرت بہاء اللہ کے دعوے کے بعد آپ کے اتباع مین سے ہو گئے تھے اور آپ کی بارگاہ کے مخصوص شاعر تھے۔

جیسا کہ پروفیسر براؤن مقدمۂ فارسی کتاب نقطۃ الکاف صفحہ ۳۰ مین لکھتے ہین "ہشت بہشت" مین لکھا ہے۔

"کار بجائے رسید کہ ہر کس — نوبت یہان تک پہونچی کہ جو شخص

یہ بھی تذکرہ کیا جا چکا۔ "بغداد" میں بابی جماعت منظم طریقہ پہ موجود تھی۔ عراق سے قریب تھا۔ قدماء اصحاب بابیہ اس کو گوارا نہیں کرسکتے تھے کہ ایک فرد حضرت بہاء اللہ وکالت و نیابت کے درجہ سے ترقی کرکے حجت "من یظہرہ اللہ" بنجائیں۔ اب اس جلا وطنی سے حالات میں اضطراب پیدا ہوا۔ مرکزیت میں تزلزل ہوا۔ بہت سے بابی حضرات چھپ چھپا کر بغداد ہی میں رہ گئے۔ بہت سے ایران چلے گئے تھوڑے وہ تھے کہ جو یہاں "ادرنہ" تک آئے۔

ایک نئی فضا۔ نئی دنیا۔ نیا ماحول ہے۔ یہاں کے لوگ خود نئے آدمی اور حالات سے بے خبر ہیں۔ اب اگر آپ کوئی دعوی کریں تو یہاں کے لوگوں میں ممکن ہے بہت سے افراد اس کی پذیرائی کریں۔ پرانے لوگوں میں سے جو ساتھ آئے ہیں بہت سے پہلے سے آپ کے ہمدرد خاص اور رفیق کار ہونگے۔ بہت سے کمزور اعتقاد والے ہاں میں ہاں ملانے والے ہونگے۔ کچھ لوگ مخالفت بھی کریں گے تو اچھا انکی مخالفت کا مقابلہ کرلیا جائیگا۔ آقا میرزا جان کاشی جو بعد میں آپ کے "کاتب آیات" اور "جناب خادم اللہ" کے لقب سے ملقب ہوئے وہ سب سے زیادہ آپ کے اس خیال کو تقویت دینے والے بزرگ سمجھے جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ تھا کہ آپ نے بردہ اپنے

اور فسادوں سے عاجز آ گئی۔ حکومت ایران نے بھی اپنے بڑے سفیر مرزا حسین خان مشیر الدولہ کے ذریعہ سے جو قسطنطنیہ میں مقیم تھے سلطنت عثمانی سے خواہش کی کہ وہ ان لوگوں کو بغداد سے کسی اور مقام پر منتقل کر دے چنانچہ سلطنت عثمانی نے بھی روز انہ کے فسادات کو کم کرنے کے لیے یہی صورت مناسب خیال کی اور تمام بابی جماعت کو بغداد سے استامبول کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ چار مہینہ تک استامبول میں رکھے جانے کے بعد یہ لوگ ماہ رجب ۱۲۸۰ھ میں ادرنہ (اڈریانوپل) بھیج دیئے گئے جسے بابی حضرات "ارض السر" سے تعبیر کرتے ہیں اسلئے کہ "ادرنہ" اور "سر" کے ایک ہی عدد ہیں (۲۶۱)۔

جمال قدم کا ظہور

یعنی

حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ

حضرت مرزا حسین علی بہاء اللہ کتنے عرصہ سے ریاست عامہ امامت مطلقہ کے متمنی تھے یہ سابق میں بیان ہو چکا ہے۔ کیا اسباب ایسے تھے کہ آپ کو اتنے عرصہ تک اپنے دعوے کے اظہار کا موقع نہیں ملا؟

لہذا پچاس سال کی عمر آپ کی سنہ ۱۲۸۰ھ میں ہوتی ہے اور یہی آپ
کے دعواے من یظہرہ اللہی کی تاریخ ہے۔

مرزا یحییٰ صبح الازل جو اب تک بحیثیت امام منتظر قابل اطاعت
کے تسلیم کئے جارہے تھے اور مرزا حسین علی بہاء اللہ انکے زیر اطاعت
تھے اب اس نئی صورت کو کہاں گوارا کرسکتے تھے نتیجہ اختلافات
کی صورت میں رونما ہوا۔ بہت سے پرانے اتباع النقطہ بابی
اشخاص صبح الازل کی طرف ہوگئے اور بہت سے بہاء اللہ کی
طرف، حاجی سید محمد اصفہانی ایک بہت بڑے بابی فاضل تھے
جنھوں نے مرزا یحییٰ کا ساتھ دیا اور آخر وقت تک اس سے
باز نہ رہے۔ آخر بہائیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے جسکی تفصیلی تذکرہ
عنقریب نذر ناظرین ہوگا

بہائی حضرات بھی اس اختلاف کی ابتدا ۱۲۸۰ھ ہی سے بتلاتے
ہیں لیکن اسکی ذمہ داری مرزا یحییٰ صبح الازل پر عائد کرتے ہیں
ملاحظہ ہو مقالہ سیاح صفحہ ۱۳۶ ۱۳۷ ۔

چون بہاء اللہ با علماء و فضلا	چونکہ بہاء اللہ تمام فضلا اور
و بزرگان و ارکان ملاقات مینمود	دوسرے بڑے اشخاص سے ملاقات
و صیت و شہرتی در روملی حاصل	کرتے تھے اور انکی شہرت اس شہر میں

و کم تجربگی مفتون اقوال او شد
و مجنون احوال او این طفل رضیع
شد و آن شدی عزیز گشت باری
بعضی از رفقاء این طائفه
آنچه نصیحت نوشتند دلالت
بر طریق نصیحت نمودند که سالهای
سال پرورده آغوش برادری
و در بستر راحت آرمیده و سر را
چه ظنون است که از نتایج جنون نشسته
تو باین اسم بے رسم که نظر بحال غلط
و مصلحت وضع شده است
مقرر در مشو و در نزد عموم
خویش را شد سوم مخوان پایهٔ
و پایهٔ تو منوط بکلمه و علو
و سموت نظر ما فضله و ملاحظه
باری آنچه نصیحت بیشتر نمودند
تا تغیر کمتر یافت و هرچه دلالت

دھوکا کھا گیا۔ یہ دودھ پیتا ہوا
بچہ بنا اور وہ اس کا دودھ دینے
والا پستان قرار پایا۔ بعض نام
آور افراد نے جماعت کے نصیحت
کے خط لکھے اور ہدایت کرنا چاہی
کہ برسوں تم نے اپنے بھائی کی گود
میں پرورش پائی ہے اور راحت
کے بستر پر آرام کیا ہے۔ یہ کیا
خیالات تمھارے سر میں سمائے
ہیں جو دیوانہ پن کا نتیجہ ہیں۔ تم
اس نام کی وجہ سے جس کی حقیقت
کچھ نہیں ہے اور صرف حکمت
اور مصلحت کے لحاظ سے قرار
دیا گیا ہے دھوکا نہ کھاؤ اور
اپنے تئیں تمام لوگوں سے بڑا
نہ کہلواؤ تمھارا درجہ اور مرتبہ
حضرت مبارک کی نظر توجہ سے

نمود خلاصہ اسباب آسایش
فراہم شد و خوف و خشیتی باقی
نماند در مہد راحت آرمیدند
و اوقات با آسودگی میگذرانیدند
کہ سید محمد نامی اصفہانی یکی از
اتباع با میرزا یحیی طرح آمیزش
و الفتی ریخت و اسباب صداع
و کلفتی گشت یعنی راز نہفتہ
آغاز نمود باغوای مرزا یحیی
قیام کہ ذکر این طائفہ در جہان
بلند و نام شان ارجمند گشتہ
خوف و خطری باقی نماند و بیم
و حذری در میان نہ از تابعی
بگذر تا متبوع جہان گردی از
تحت الشعاع خارج شو تا
مشہور آفاق شوی و مرزا یحیی نیز
از قلت تامل و تفکر در عقب

بہت ہو گئی تھی اور راحت کے
سامان مہیا ہو گئے تھے اور کوئی
خوف باقی نہ رہا تھا اور اطمینان
کے ساتھ زمانہ گذر رہا تھا کہ سید
محمد اصفہانی ایک شخص نے جو تابع
دیا بیر، مین سے تھا میرزا یحیی کے
ساتھ ساز باز کی اور اس کی وجہ سے
تکلیف کا باعث ہوا یعنی اُس نے
چھپے ہوئے راز کو ظاہر کرنا شروع کیا
اور مرزا یحیی کو ورغلایا کہ اس جماعت
کا ذکر اب زمانہ مین بلند اور نام مشہور
ہو گیا ہے اور اب کوئی خوف باقی
نہین ہے تابع ہونے کو ترک کرو
تاکہ زمانہ بھر کے متبوع ہو اور تحت الشعاع
ہونے سے باہر آؤ تاکہ دنیا بھر مین
مشہور ہو مرزا یحیی بھی سادہ لوح
اور کم تجربہ کاری سے اُس کے قول سے

و در اسلامبول نیز بعضی روایات
خود سرانه نمود از جمله گفته آن
شخص شهیر که از عراق آمده
است میرزا یحیی است
بعضی ملاحظه نمودند که این
خوب اسباب فسادیست و
وسیلهٔ ظهور عناد بظاهر تقویت
او نمودند و آفرین گفتند و تشویق
و تحریص کردند که شما خود رکن
اعظمید و دولی مسلّم با استقلال
حرکت کنید فیض و برکت
آشکار گردد و دریای بی موج
صیت ندارد و ابر بی رعد بارا[ن]
ندارد باری یا نیّر گفتار
آن بیچاره گرفتار رفتار
خویش در ترهاتی برزبان
راند که سبب تشویش

کی فکر میں استانبول گیا اور اس طرح پہلے
مانگنے کا دروازہ کھولا - یہ بات حضرت
اکبر (یعنی حضرت بہاء اللہ کے رنج) کا سبب
ہوئی اور آپ نے بالکل تعلقات ترک
کر دیئے - استانبول میں اور بھی سرکشی
کی باتیں کیں مثلاً یہ کہا کہ وہ مشہور
آدمی جو عراق سے آیا ہے مرزا یحیی ہے
بعض لوگوں نے خیال کیا کہ یہ بڑا اچھا
فساد کا ذریعہ ہے اور عناد کے ظاہر
ہونے کا وسیلہ اسلئے ظاہر میں اسکو
تقویت دی اور شاباشی کی اور
ترغیب دی کہ آپ خود رکن اعظم ہیں
مستقل طور سے حرکت کیجیے تا فیض
اور برکت ظاہر ہو - بے موج کا دریا
آواز نہیں رکھتا اور بے گرج کا بادل
برسنے والا نہیں ہوتا - اس قسم کی
باتوں سے مرزا یحیی بیچارہ اپنی رفتار میں

کردند مخالفت را عین منفعت
شمردو بعد آتش حرص وطمع
افروختہ شد با وجود آنکہ ہیچ جہ
احتیاج نبود و در رفاہیت حال
در نہایت کمال در فکر معاش
و شہریہ افتادند و بعضی از
متعلقات مرزا یحیی بسرایہ
رفتند و استدعائے اعانت
و عاطفت نمودند و چون
بہاء اللہ این گونہ ادا اطوار
احوال از آن مشاہدہ کرد
ہر دو را از خویش دور و مہجور
نمود پس سید محمد جہت اخذ
شہریہ باسلامبول توجہ نمود
و باب تکذیب باز از قرار مذکور
این فقرہ سبب حزن اکبر
شد و سلطنت قطع مرادہ

وابستہ اور خدا کی مرضی سے متعلق
ہے مگر جتنی زیادہ نصیحت کی گئی
اُتنا ہی کم اثر دیکھا گیا اور جتنی ہدایت
کی گئی اُس نے مخالفت کو اپنی عین
منفعت خیال کیا۔ اور حرص و
طمع کی آگ شدید ہوئی حالانکہ
بالکل ضرورت نہیں تھی اور راحت
و آرام پورے طور سے حاصل تھا
مگر یہ لوگ ماہوار تنخواہ اور وظیفہ
کی فکر میں ہوئے اور مرزا یحیی
کے یہاں کی بعض عورتیں کوتوالی
گئیں اور اعانت و مہربانی
کی درخواست پیش کی چونکہ
بہاء اللہ نے ان حالات کو دیکھا
لہذا (میرزا یحیی اور سید محمد
اصفہانی) دونوں آدمیوں کو
باہر نکال دیا۔ سید محمد ماہوار تنخواہ

حضرت بہاء اللہ کی طرف اور ترک قیام کے موقع پر کوئی جدید دعوی
منسوب نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ بنابراں روایت کے آپ تو پہلے ہی
سے مظہر خداوندی اور امام مفترض الطاعت تسلیم کئے جا رہے تھے
اگر جدید دعوے کا اظہار منسوب کیا جا سکتا ہے تو مرزا یحییٰ کی طرف
کہ انہوں نے اپنی امامت کا دعوی کر لیا اس لیے اختلاف کی بنیاد پڑی
اب اگر ہم کو خود بہائی تحریرات میں پہلے قول کی تائید نظر آ جائے
کہ حقیقتہً اڈریانوپل میں حضرت بہاء اللہ نے کسی خاص دعوی کا اظہار
کیا تو اب تو پتہ چلے گا کہ درحقیقت اختلاف پیدا ہونے کا منشا آپ
ہی کی طرف سے ظہور پذیر ہوا تھا اور مرزا یحییٰ نے کوئی نیا شگوفہ نہیں
کھلایا تھا۔

ہم حضرت بہاء اللہ کے مخصوص شاعر مرزا نبیل زرندی
کی رباعی سے پیش کر چکے کہ آپ نے پچاس سال کی عمر میں جو ۱۲۸۳ھ
کے مطابق قرار پاتی ہے۔ اپنی حقیقت سے خرق حجاب کیا اور
دعوے کا اظہار فرمایا۔ پھر اس روایت کو کیونکر تسلیم کریں جیسے
"مقالہ سیاح" میں لکھ کر لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی
کوشش کی گئی ہے۔

افکار گشت۔

گرفتار ہوا اور ایسی بیہودہ باتین زبان سے کہنے لگا جو فکرون کے پریشان ہونے کا سبب قرار پائین۔

اور نہ تباکر مخالفت کا سلسلہ شروع ہوا، مسلّم اور متفق علیہ۔ مرزا یحیی صبح الازل مسلم حیثیت سے امام خلق کا درجہ رکھتے تھے۔ مرزا حسین علی بہاء اب تک کارکن اور نائب و وکیل کی حیثیت رکھتے تھے۔ اب اُنھون نے تابعیت سے متبوعیت کے درجہ پر قدم رکھا اور بنائے مخاصمت قائم ہوئی۔

حضرت بہاء اللہ شروع سے امام خلق۔ مظہر الٰہی اور ظہور خداوندی تھے مرزا یحیی آپ کے بالکل تابع و مطیع تھے اور کوئی درجہ نہ رکھتے تھے لیکن اور نہ آکر اُنھون نے مخالفت کی ابتدا کی اور تابعیت سے متبوعیت کی طرف منتقل ہوے یہ بنائے مخاصمت قرار پائی۔

یہ دو متضاد روایتین ہین انمین محاکمہ کیونکر ہو؟ ستر برس کے قریب کی بات واقعہ ہمارے حدود مشاہدہ سے باہر لیکن عقل ضرور رکھتے ہین۔ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری صورت مین یعنی جبکہ بہائی روایت صحیح ہو جو مقالۂ سیاح مین ہے اور اختلاف پیدا ہونے کی ذمہ داری مرزا یحیی صبح الازل کی طرف عائد ہوتی ہو تو

حکومت کی جاسوسی کا فرض انجام دیا کرین اور ایران یا دوسرے ممالک سے
جو لوگ بہاء اللہ یا صبح الازل کی ملاقات کو آئین انکے نقل و حرکت
اور دیگر واقعات کی اطلاع حکومت کو دیتے رہین۔

بہائی جماعت کی امن دوستی

بہائی حضرات مدعی ہین کہ وہ دنیا مین امن وامان کے علمبردار بنکر
آئے ہین۔ یہان تک کہ بیچارے بابی حضرات کی ابتدائی مجاہدانہ سرگرمیان
جو جن مین اُن مین سے ہزارون کی جانین تلف ہوئین وہ صرف
احکام مذہبی سے ناواقفیت کا نتیجہ بتلاتے ہین لیکن خود ان بابی
حضرات نے اپنے مخالفین کے ساتھ جس جس طرح کا متشددانہ سلوک
کیا ہے وہ ایسا نہین ہے کہ تاریخ کے ورقون مین محفوظ نہو اور
بہائی جماعت کی امن پسندی کے دعاوی کو سرنگون نہ کردے۔
یہ حقیقت ہے اور انکار کرنے سے چھپ نہین سکتی کہ وہ چارون
ازلی اشخاص جو حکم سلطنت کے بموجب عکہ مین چھوڑے گئے تھے
اس طرح سے فنا کیے گئے کہ اُن مین سے ایک کا بھی وجود باقی نہ رہا
مرزا نصر اللہ تفرشی تو اورنہ ہی مین زہر دیکر مارے گئے اور تین آدمی
دوسرے یعنی حاجی سید محمد اصفہانی۔ آقا جان کاشانی

اڈریانوپل سے عکا

اس جدید انقلاب کے بعد بابیوں میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا کچھ لوگ حضرت بہاء اللہ کی طرف ہو گئے کچھ لوگوں نے مرزا یحییٰ صبح الازل کا ساتھ دیا۔ حالت یہ تھی کہ قہوہ خانوں میں اور گذرگاہوں میں ان دونوں جماعتوں کے درمیان جھگڑے ہونے اور دست و گریبان ہونے تک نوبت پہونچی۔

اس صورت حال سے حکومت عثمانی پریشان ہو گئی اور اس نے یہ طے کیا کہ ان دونوں آدمیوں کا ایک جگہ رہنا ٹھیک نہیں اس لئے ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ میں تمام بابیوں کو اڈریانوپل سے چلے جانے کا حکم ہوا بہاء اللہ اور ان کے اتباع عکا بھیجے گئے اور صبح ازل اور اُنکے اتباع جزیرہ قبرص۔ حکومت عثمانی نے یہ بھی حکم جاری کیا کہ چار آدمی بہائی جماعت میں سے مشکین قلم خراسانی۔ مرزا علی سیاح۔ محمد باقر اصفہانی اور عبد الغفار صبح الازل کے ہمراہ قبرص جائیں اور چار آدمی ازلی جماعت میں سے حاجی سید محمد اصفہانی۔ آقا جان بیگ کاشانی۔ مرزا رضا قلی تفرشی اور انکے بھائی میرزا نصر اللہ تفرشی بہاء اللہ کے ساتھ عکہ میں رہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ یہ مخالف جماعت کے لوگ دونوں طرف

چنانچہ نقطۃ الکاف کے علاوہ متعدد کتابین اور مجموعے آپ کے اس مذہب کے تاریخی اور مذہبی معلومات کے متعلق شائع ہوئے ہین ان مین سے ایک مجموعہ ہے جس کا نام ہے۔

Materials for the study of the Babi Religion

اور ۱۹۱۸ء مین کیمبرج یونیورسٹی پریس مین طبع ہوا ہے اس مین متعدد کتابین بہائی اور ازلی مذہب کے متعلق مندرج ہین جنھین پروفیسر براؤن نے اصل مصنفین کی کتابون سے انگریزی مین ترجمہ کر کے شایع کیا ہے۔

اُن مین سب سے پہلی کتاب جو اصلا عربی زبان مین تھی اور حضرت بہاء اللہ کے مکمل حالات واقعات اور بعض تعلیمات پر مشتمل ہے مرزا محمد جواد قزوینی کی تصنیف ہے۔

یہ بزرگ حضرت بہاء اللہ کے خاص اتباع مین سے تھے بغداد مین جبکہ حضرت بہاء اللہ ابھی قسطنطنیہ کی طرف بھیجے نہین گئے تھے آپ اُنکے ساتھ تھے۔ پھر اڈریانوپل مین آپ مہاجرین کی جماعت کے ساتھ موجود تھے۔ اس کے بعد جب حضرت بہاء اللہ اور نہ سے عکا بھیجے جا رہے تھے۔ آپ اُس جہاز مین جو بہاء اللہ کو عکا تک

مرزا رضا قلی تو شتی، ملکہ پور پہنچنے کے بعد ایک ہی دن میں بابیوں کے ہاتھ سے قتل ہوگئے۔

ملاحظہ ہو مقدمہ نقطۃ الکاف بہ فارسی ص۳۲۔

پروفیسر براؤن کو بابی مذہب سے گونہ ہی متعصب سمجھیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ غیر جانبدارانہ حیثیت رکھتے ہیں اور بہت آزادی کے ساتھ رائے قائم کرتے ہیں اور کسی الزام کے عائد کرنے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہیں چنانچہ انہوں نے یہ لکھنے کے بعد "بابیان کشتہ شدند" اس مقام پر یہ تحریر کر دیا ہے کہ۔

اینکہ از لیان قتل ایشان	یہ جو ازلی لوگ ان حضرات کے
را بامر حاجی، اقاسی دانند	قتل کو حاجی آقاسی کے حکم سے خیال کرتے
ثبوتش نیز صعب است	ہیں پایۂ ثبوت تک نہیں پہونچا ہے۔

بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن ہمکو صورت حالات اور ان حضرات کے قتل کے واقعہ پر ذرا تفصیل سے نظر ڈالنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی روشنی میں کوئی صحیح رائے قائم کیجائے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ پروفیسر براؤن کو بابی و بہائی مذاہب کے معلومات حاصل کرنے اور پھر اُنکو شایع کرنے کا ایک خاص شغف تھا

شروع شروع حضرت بہاء اللہ پر اس حد کی شورش ہوئی اور بابی جماعت میں آپ سے اس قدر برگشتگی پیدا ہوئی کہ آپ کو اپنا خاص گھر جسے وہ بیت امر اللہ سے موسوم کیا تھا چھوڑ دینا پڑا اور آپ اپنے ایک مخصوص عقیدت مند رضا بے کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ بالکل لوگوں سے ملاقات اور گفتگو کا دروازہ بند کر دیا۔

سید محمد اصفہانی موقع پا کر قسطنطنیہ بھی گئے اور آقا جان ملقب بکجکلاہ کے اتحاد عمل سے جو وہاں کے ایک معزز ایرانی شخص تھے سفیر ایران مرزا حسین خان قزوینی سے اور بعض ترکی حکام سے ملاقات میں کامیاب ہوئے اور آپ نے مرزا حسین علی بہاء اور صبح ازل کے مسئلہ کو بہت حسن و خوبی کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے واضح کیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان عبدالعزیز کی جانب سے فرمان جاری ہوا جس میں ایک طرف حضرت بہاء اللہ کو اڈریانوپل خارج کیا گیا اور عکہ بھیجا گیا دوسری جانب مصلحت سید محمد اصفہانی اور آقا جان کو حکم ہوا کہ وہ بھی انکے ساتھ عکہ جائیں۔

عکہ پہونچکر شروع شروع حضرت بہاء اللہ اور یہ دو تو آدمی قوجی چھاؤنی کے ان مکانات میں رکھے گئے جو سپاہیوں کے قیام کے لیے

پہونچا رہا تھا اُنکے ساتھ سوار تھے - اور خاص عکہ مین اُس موقع پر موجود تھے جب جنوری ۱۸۷۲ء مین سید محمد اصفہانی اور اُنکے دوسرے ساتھی بہائی جماعت کے ہاتھون قتل ہوئے ہین - اس لئے آپ جو کچھ لکھتے ہین اپنے چشم دید واقعات ہوتے ہین اور تمام جزئیات پر حاوی اور تفصیل سے مذکور ہوتے ہین -

اس کتاب مین صفحہ ۱۵ سے ۵۰ تک سید محمد اصفہانی کے حالات اور حادثۂ قتل کا تذکرہ ہے جس مین سے ضروری امور اہم درج کرین گے -

سید محمد اصفہانی بابی حضرات مین بڑے مقرب تھے جب بہاء اللہ وغیرہ بغداد سے اڈریانوپل روانہ کئے گئے ہین یہ بھی ساتھ ساتھ تھے اور اڈریانوپل مین خاص اُس مکان مین کہ جہان مرزا حسین علی بہا مقیم تھے یہ باہر کے دیوانخانہ مین مقیم تھے اس لئے حضرت بہاء اللہ کے داخلی حالات و واقعات سے پورے طور پر مطلع تھے جب آپ مین اور مرزا یحییٰ صبح الازل مین اختلاف کی صورت رونما ہوئی سید محمد اصفہانی نے مرزا یحییٰ کا ساتھ دیا اور حضرت بہاء اللہ کے خلاف اُن واقعات کا اظہار کیا جنہین بہائی حضرات "بہتان اور اتہام" سے تعبیر کرتے ہین -

عکہ روانہ ہوا اس بات کا بیڑا اُٹھا کر کہ مذکورہ جماعت کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے۔ اُس نے عکہ وارد ہوکر اپنے تمام خیالات اور پیش نظر مقصد کو حضرت بہاء اللہ کے سامنے پیش کیا آپ نے اُس شخص کو بلوا بھیجا اور بہت تاکید کی کہ ایسا قدم اٹھانا ٹھیک نہیں اس طرح آپ نے اُس کو اس اقدام سے منع کیا اور آپ نے اُسکے نام ایک مخصوص لوح بھی تحریر فرمائی۔

یہ لوح چونکہ بہت اہمیت رکھتی ہے اس لئے ہم دو عین عبارت جو پروفیسر براون کے قلم سے اس لوح کے انگریزی ترجمہ کی ہے ایک طرف درج کرکے اُس کا اردو ترجمہ دوسری طرف ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

هوالمعین

He is the Helper. I	مین گواہی دیتا ہون کہ تو نے
bear witness that thou	نصرت کی ہے اپنے مالک کی اور
hast helped thy Lord,	تو ہے مدد کرنیوالون مین سے میرے
and art one of the helpers.	بیان کی سچائی کے لیے ہر چیز شہادت
To (the truth of) my words	دیتی ہے۔ یہ ہے یقیناً اصل جو ہر
among all things testify.	حقیقت اگر ہو تو جاننے والون
This indeed is the root	مین سے۔ جو کچھ تو کرتا ہے اُسکے
of the matter, if thou	حکم اور خوشنودی کی بنا پر نقشاً

بنائے جاتے ہیں۔

کچھ دن کے بعد ان لوگوں کی درخواست پر کہ ان لوگوں کو شہر میں قیام کرنے کی اجازت دی جائے یہ لوگ وہاں سے اندرون شہر عکہ منتقل کر دیے گئے۔

حضرت بہاء اللہ کے حیفا کی تین شہر کی طرف منتقل ہونیکے پہلے ہی آپ کے اتباع میں سے مرزا رضا قلی تفرشی آپ کے خلاف ہو گئے اور سید محمد اصفہانی کے شریک ہوئے۔

احباب یعنی بہائی اصحاب کو ان لوگوں کی کوششوں سے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ خدا نخواستہ حضرت بہاء اللہ کو (نصیب دشمنان) کوئی تسبب نہ پہونچ جائے اس لیئے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ وہ (بزعم خود) اس شریر جماعت کا خاتمہ کر دیں اور اس کے لیئے خفیہ طور سے تدبیریں سوچی جانے لگیں

لیکن بقول خوش عقیدہ واقعہ نگار کے چونکہ ان لوگوں کو اندیشہ تھا کہ اس طرح کا اقدام حضرت بہاء اللہ کے مرضی کے خلاف ہوگا اس لیئے جرأت نہ ہوتی تھی۔

اتفاق سے ایک شخص جماعت میں سے جو عرب بغداد کا رہنے والا ناصر نام اور حاجی عباس کے نام سے مشہور تھا اس موقع پر بیروت میں تھی۔ اس کو چونکہ مذکورۂ سابق حالات کی اطلاع ہوئی وہ فوراً

نتیجہ وہ تھا کہ جو سید محمد اصفہانی وغیرہ کے قتل ہو جانے کی صورت میں ظاہر ہوا اور یہ تحریر بطور پیش بندی کے صرف اس لیئے لکھدی گئی تھی کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

لوح کے الفاظ بھی زیادہ معنی خیز ہیں اور انتہائی غور سے دیکھنے کے مستحق ہیں۔

(Go hence) "چلا جا یہاں سے" اور واپس جا اپنی جگہ پر

(Return to thy Place) کے الفاظ کو نکال ڈالا جائے تو اس خط میں شروع سے آخر تک اُس قصد اور ہمت کی تعریف ہے جو مکتوب الیہ نے اپنے دل میں قرار دیا ہے اور اُس مقصد کے لیئے ہمت افزائی ہے جس کا اُس نے ارادہ کیا ہے۔

لوح کے الفاظ سے شروع سے آخر تک ظاہر ہے کہ مقصد نہایت مبارک ہے اور یہی کہ جو پیش نظر ہے وہ فی سبیل اللہ ہے اور نصرت خداوند عالم کی حیثیت رکھتی ہے جس کا بجا لانا اُسکی مرضی وخوشنودی کا باعث ہوگا۔

لیکن اس کے ضمن میں مصلحت یہ الفاظ بھی داخل کر دیئے گئے ہیں کہ وہ یہاں سے چلا جا۔ ایسا اقدام نہ کر جس میں کوئی مضرت پیدا ہو جائے

جلسہ مین موجود تھا اور اِن لوگون کی رائے سے متفق تھا۔

ایک روز مین اپنے ولی نعمت حضرت بہاء اللہ کی خدمت مین حاضر ہوا۔

اُس وقت اُس جماعت مین سے ایک شخص آقا محمد ابراہیم کاشانی بھی بیٹھے تھے۔

مین نے تفصیل سے حضرت بہاء اللہ کی خدمت مین اُس جلسہ کی کارروائی اور پیش نظر مقصد کو بیان کیا۔ لیکن حضرت بہاء اللہ نے مجھے اس کام مین شرکت سے منع کیا اور حکم دیا کہ مین جاکر اپنے گھر مین بیٹھون اور کسی ایسے نازک معاملہ مین نہ پڑون۔

یہ سننے کے بعد آقا محمد ابراہیم کاشانی نے حضرت بہاء اللہ کی خدمت مین عرض کیا کہ "حضور۔ ہم لوگون کی خاموشی اور ہمارا صبر و تحمل مخالفین کی ہمت افزائی اور اُن کی جراتون کے بڑھانے کا باعث ہو رہا ہے"

یہ سننا تھا کہ حضرت بہاء اللہ نے حاضرین مین سے ایک شخص سے فرمایا کہ اِس شخص کو گردن مین ہاتھ دیکر یہان سے نکالدیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ شخص نکالدیا گیا اور واقعہ نگار اپنے گھر مین جاکر چھپ کر بیٹھ رہا اور پھر مذکورۂ بالا جماعت سے کوئی تعلق

یعنی اس اقدام مین بجائے خود کوئی خرابی نہین ہے۔ مگر ایسا نہو کہ اُس کا نتیجہ اپنے لیئے کسی مضرت کی صورت مین رونما ہو لہذا اس ارادہ سے باز رہنا چاہیئے۔

منجملی بلیستین کبھی اس طرح کے منع کرنے سے باز نہین رہ سکتین آپ کو اگر منع ہی کرنا تھا تو تاکیدی طریقہ پر تہدید و تخویف کے ساتھ اور اپنی ناراضگی اور غضب الٰہی کے وعید کے ساتھ منع کرتے تو شاید خوش عقیدہ اور پرجوش مریدون پر کوئی اثر بھی ہوتا۔

اگر مذکورہ بالا شخص یعنے مکتوب الیہ آپ کے حکم کی لاج رکھنے کے لیئے "جیسا چاہیان سے" کے حکم کا امتثال بھی کرے تو دوسرے اشخاص کو ہمت ضرور پیدا ہوگی کہ وہ اس نصرت دین خدا کے فرض کو انجام دین اس طرح کر کوئی ضرر اور نقصان حضرت بہاء اللہ پر وارد نہو چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

واقعہ نگار یعنی مرزا محمد جواد قزوینی کا بیان ہے کہ جب مکتوب الیہ یعنی ناصر حضرت بہاجی عباس نے یہ فرمان پڑھا تو اُس نے اپنا ارادہ بالکل ترک کر دیا اور وہ بیروت جہان سے آیا تھا وہین واپس گیا لیکن کچھ اور لوگون نے بہائی جماعت مین سے ایک خفیہ جلسہ کیا جس مین طے کیا کہ اس مہم کو سر کیا جائے۔ واقعہ نگار کا بیان ہے کہ مین خود اس

کاشانی نے نہایت لجاجت اور منتہائے عقیدت سے یہ کہا کہ حضور، ہم لوگون کا صبر و تحمل ان مخالفین کی جرا تون کے بڑھنے کا سبب ہو رہا ہے" تو اس کے جواب مین آپ عوض اس کے کہ کچھ اُس شخص کے جذبۂ دیانی کی تعریف و توصیف کرین اور اُس کی محبت و عقیدت کی قدر کرین اور اسکے ساتھ اُس کو صبر و سکون کے ساتھ سمجھا دین کہ تمھارا ایسا کرنا باعث مضرت و نقصان ہے اور اس مین بہت مفاسد مترتب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس سب کے عوض آپ کے غیظ و غضب کا پارا ایک مرتبہ اتنا بلند ہو گیا کہ بغیر کچھ کہے سنے ہوئے اُس شخص کو گردن مین ہاتھ دیکے اُس مجلس سے نکالدیے جانے کا حکم دیدیا اور ایسا کر بھی دیا گیا۔ اس سے صاف تصنع اور بناوٹ آشکار ہے اور معلوم ہے کہ اس مین اصلیت نہین ہے بلکہ صرف حضرت بہاء اللہ کی طرف سے بعد مین صفائی پیش کئے جانے کے لیئے یہ حالات ظاہر ہو رہے ہین۔

چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ بعد مین سید محمد اصفہانی وغیرہ قتل کئے گئے اور یہ شخص کہ جس کو اس وقت باین ذلت و خواری "با دست و گر و دست بدست دگرے" کی صورت نکالا گیا تھا وہ پھر اُس جماعت مین موجود تھا کہ جو اُس قتل کی مرتکب تھی۔

نہین رکھا"

غور کرنے کی ضرورت ہے غیر حقیقی واقعات مین یہ خصوصیت ہوا کرتی ہے کہ اُن مین توازن وتناسب نہین ہوتا۔ ایک جزو دوسرے کے ساتھ سمویا ہوا نہین ہوتا اور چولین ٹھیک سے بیٹھتی نہین۔ اُن مین بنوٹ اور تصنع بہت نمایان ہوتا ہے اور خود انہین دیکھکر انسان کا دل اصل حقیقت کے ساتھ بولنے لگتا ہے۔

کجا وہ لب ولہجہ اور طرز کلام جو سید ناصر عرب کے ساتھ اختیار کیا گیا تھا اُس لوح مین جو اُن کے نام لکھی گئی تھی۔ اُس سے صاف ظاہر تھا کہ پیش نظر اقدام نصرت دین الٰہی کی حیثیت رکھتا ہے اور بہت مطلوب ومحبوب ہے مگر کسی مضرت کے اندیشہ کی وجہ سے اُس کو روکا جاتا ہے اس کے بعد خود واقعہ نگار مرزا محمد جواد قزوینی نے جب واقعات بیان کئے اور اُن منصوبون کی تشریح کی جو مخالف جماعت کے مقابلہ کے لئے۔ قرار دیے جاتے ہین تو حضرت بہاء اللہ نے صرف واقعہ نگار کو منع کر دیا کہ تم اس مین شرکت نہ کرنا لیکن اس کے ساتھ کچھ اس اقدام پر تہدید وتخویف کی ہو۔ اُس کو غضب الٰہی کا باعث اور سبب قہر و عذاب قرار دیا ہو۔ ایسا نہین ہے۔ لیکن جب آقا محمد ابراہیم

مرزا جعفر یزدی۔ آقا حسین کاشانی طباخ۔

ان لوگوں نے اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے سید محمد اصفہانی اور انکی جماعت کے ساتھ تعلقات محبت و ہمدردی پیدا کئے اور ان کے ساتھ میل جول کا سلسلہ قائم کیا اور کچھ عرصہ تک اس صورت پر رہ کے انکے حالات و اسرار پر مطلع ہوئے۔

جب پورے طور سے اعتبار قائم کر لیا اور حالات سے مطلع ہونے لگے تو ایک روز سہ پہر کے وقت جبکہ سید محمد اصفہانی اور آقا جان کجکلاہ اور رضا قلی تفرشی تینوں آدمی ایک مکان میں جو متصرف (کمشنر) عکہ کے مکان کے سامنے واقع تھا مجتمع تھے یہ لوگ اس میں جا کر ان لوگوں پر ٹوٹ پڑے اور تینوں آدمیوں کو قتل کر دیا۔

یہ واقعہ ۱۲ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۹ھ میں واقع ہوا جو ۲۲ جنوری سنہ ۱۸۷۲ء کے مطابق تھی۔

حکومت مقامی نے واقعہ سے مطلع ہو کر ان ساتوں آدمیوں کو اور نیز تمامی بابی حضرات کو جو عکہ میں مقیم تھے گرفتار کرالیا۔ اور ان سب کو انتظاماً گورنمنٹ ہاؤس میں مجتمع کیا۔ نیز حضرت بہاء اللہ۔ انکے دونوں صاحبزادے عباس آفندی اور محمد علی آفندی۔ مرزا محمد قلی اور آقا جان کاشانی ملقب بجناب خادم اللہ بھی طلب کئے گئے اور گورنمنٹ ہاؤس

بہت کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر وہ شخص درحقیقت حضرت بہاءاللہ کا انتہائی مخلص و عقیدت مند مرید تھا تو وہ آپ کے اس حقیقی غضب و جلال کو دیکھکر اس حرکت کا ارتکاب نہ کرتا اور اگر وہ منافق اور کمزور عقیدہ والا ہوتا تو وہ اس کی اخلاقی اور توہین و حقارت کے سلوک کے بعد جو اس کے ساتھ ہو چکا آپ کے خلاف دشنام دہی پر آمادہ ہوتا اور آپ کا سخت مخالف ہو جاتا حالانکہ واقعہ بتاتا ہے کہ وہ پھر بھی آپ ہی کی جماعت میں داخل رہا۔ آپ کا مرید رہا اور آپ کی حمایت و نصرت کے لیئے قتل سید محمد کے سلسلہ میں سخت سزاؤں کو بھی اُس نے برداشت کیا اور پھر بھی مستقل و ثابت قدم رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ جلال و غضب جاہ و جلال سب نمائشی اور بمصلحت تھا اور خود جس پر اس غضب کا نزول ہوا تھا وہ بھی جانتا تھا کہ یہ مصلحت وقت ہی سے ہے اسی لیئے اُس نے نہ کچھ اس سے اثر لیا اور نہ کچھ اُس میں مخالفت کا جذبہ پیدا ہوا۔

وہ لوگ جو مذکورۂ بالا سازش میں شریک تھے حسب ذیل اشخاص تھے۔ استاد عبدالکریم صراف۔ استاد محمد علی اصفہانی حجام استاد احمد اور اُنکے بھانجے مرزا حسین کاشانی نجار۔ آقا محمد ابراہیم کاشانی

وہ ساتون آدمی جو خود قتل کے مرتکب تھے اُن کو سات برس اور
بعض کو پندرہ برس قید کی سزا دی گئی۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت بہاء اللہ کی صفائی کیلئے
کتنی بھی پیشبندیان کی گئی ہون لیکن آپ محمد اصفہانی وغیرہ کے قتل سے
بالکل بے تعلق نہین تسلیم کئے گئے ورنہ آپ کو چھ مہینہ تک جیلخانہ
مین مقید نہ رہنا پڑتا۔

یہی تین آدمی نہین تھے جن کا خون بہائی جماعت کے ہاتھون
بہایا گیا ہو بلکہ بعض دیگر قدیمی اور ممتاز مذہب باب کے اشخاص
جنھون نے صبح ازل کے ساتھ وفاداری سے کام لیا اور اپنی خاص
حضرت باب کے مصاحبین یہان تک کہ بعض "حروف حی" کے حضرات
بھی اسی طرح ایک ایک کرکے قتل کئے گئے۔ مثلاً آقا سید علی عرب جو
"حروف حی" مین سے تھے تبریز مین قتل ہوئے۔ ملا رجب علی جو بھی
حروف حی مین سے تھے کربلا مین قتل ہوئے۔ اُنکے بھائی آقا محمد علی
اصفہانی اور حاجی میرزا احمد کاشانی جو حاجی میرزا جانی مصنف
نقطۃ الکاف کے بھائی تھے بغداد مین۔ حاجی میرزا محمد رضا۔ حاجی
ابراہیم۔ حاجی جعفر۔ حسین علی۔ آقا ابو القاسم کاشانی۔ میرزا بزرگ
کرمانشاہی دوسرے مختلف مقامات پر یہ تمام حضرات وہ ہین جو بہائیت

مین ٹھہرائے گئے چار گھنٹہ رات گذرے حضرت بہاء اللہ، اُنکے دونون
بیٹے "غصن اکبر اور غصن اعظم" اور "مرزا محمد قلی" گورنمنٹ ہاؤس سے
منتقل کئے گئے حضرت بہاء اللہ اور اُنکے بیٹے محمد علی آفندی کو ایک مکان
مین جو بندرگاہ عکا کے پیچھے مقام "شاہ وردی خان" مین واقع تھا
ٹھہرایا اور عباس آفندی دوسرے صاحبزادے کو خود بندرگاہ کی عمارت
مین اور مرزا محمد قلی کو ایک تیسری جگہ۔

دیگر بابی حضرات بشمول جناب خادم اللہ بھی تھے گورنمنٹ ہاؤس
مین مقید اور پابزنجیر رکھے گئے تیسرے روز سہ پہر کے وقت حضرت بہاء اللہ
وغیرہ پھر گورنمنٹ ہاؤس مین بلوائے گئے اور آپ کا بیان بھی لیا گیا
جو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی صفائی مین کافی نہین ثابت ہوا۔
نتیجتہً تمام اصحاب ۶ روز تک تو گورنمنٹ ہاؤس مین مقید رہے
اسکے بعد وہ ساتون آدمی کہ جو براہ راست قائل تھے بندرگاہ عکا کی
ساحلی عمارت مین بھیجدیئے گئے اور بقیہ حضرات شاہ وردی خان
کی عمارت مین جو اُس کی پشت پر واقع تھی اور یہان کو لابارڈٹ وغیرہ
رکھی جاتی تھی منتقل کئے گئے۔

چھ مہینہ چھ دن تک یہ تمام لوگ جیلخانہ مین قید رکھے جانے کے
بعد رہا کئے گئے اور اپنے اپنے گھرون پر پہونچے۔

اُتنے ہی ہے کہ جتنے آپ کے ساتھ بغداد سے آئے تھے۔ انگلستان۔
امریکا۔ ہندوستان اور یورپ میں آپ کے مذہب کے نشر واشاعت کی
کوئی بنیاد قائم نہیں ہوئی۔

یورپ کے لوگوں میں صرف ایک پروفیسر براؤن تھے جنہوں نے
آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا لیکن اُنکے اوپر آپ کی روحانیت
کا بس کچھ ایسا اثر پڑا کہ انہوں نے اپنے مصنفات سے حقیقت یہ ہے
کہ بہائیت کی بنیادیں ہمیشہ کے لیے متزلزل کر دی ہیں۔

اس زمانہ کی آپ کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ ایسا نہیں ہے جسے
تاریخ میں کوئی اہمیت دیجا سکے۔

بہاء اللہ کی علالت اور وفات

۱۲ شوال ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۸۹۲ء یہ وہ دن تھا کہ جب حضرت
بہاء اللہ کو بخار آیا۔ یہ بخار دو دن رہ کر اتر گیا۔ اس کے چند روز
کے بعد پھر آپ مبتلائے تپ ہوئے اور یہ تپ آپ کو ۱۹ دن تک رہی
آخر اسی مرض نے آپ کے رشتہ زندگی کو قطع کیا اور آپ نے (بہائی
حضرات کے الفاظ میں) صعود فرمایا دنیا سے انتقال کیا۔
آپ کے انتقال کے بعد ایک نیا اختلاف [illegible] میں اکبر اور

[illegible] طالمان ہوئے

پھر بھی [illegible] کے افراد کا اپنے وطن میں امن و امان

کے بعد پایا گیا۔ دعوے کا [illegible] حق قرار دینا اور بوالعجبی نہیں تو کیا ہے۔

حضرت بہاء اللہ کے آخری دن

مخالف جماعت کے ان افراد کا جو عکہ میں موجود تھے خاتمہ کر دیے جانے کے بعد حضرت بہاء اللہ کو ذرا سکون و اطمینان حاصل ہوا۔ آپ نے کچھ خطوط بادشاہان دنیا کے نام تحریر کیے۔ ایک خط ناصر الدین شاہ کے نام لکھا۔

یہ امر مشکوک ہے کہ یہ خطوط بھیجے بھی گئے تھے۔ یا انہیں فقط لکھ ہی گئے تھے۔ اور لکھے گئے تھے [illegible] با لب و لہجہ [illegible] کے لب و لہجے کے متعلق [illegible] کے لب و لہجہ سے ملتا جلتا ہے [illegible] تعداد کی بحث کے سلسلہ میں تبصرہ کریں گے۔

حضرت بہاء اللہ کو عکہ میں آنے کے بعد مذہبی دائرہ کی توسیع میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ عکہ میں آپ کے ماننے والے بس

غصن اعظم یعنی مرزا عباس آفندی اور دوسرے بھائی مرزا محمد علی کا پیدا ہوا جس میں بہت افسوسناک صورتیں پیدا ہوئیں۔

یہ اور اس کے بعد کے واقعات جو حضرت بہاء اللہ کے بعد کی بہائی تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

انشاء اللہ تیسرے حصہ میں بیان کئے جائیں گے جسے کچھ دور نہ سمجھنا چاہیئے۔

لکھنؤ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ

علی نقی النقوی عفی عنہ

امامیہ مشن کے تبلیغی رسالے

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	[illegible]	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	/۴	۱/	۱۸	مجاہدۂ کربلا	/۲
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	/۶	۱/	۱۹	کربلا کا المیہ (ہندی)	/۳
۳	مولود کعبہ	/۱	-/	۲۰	دی مارٹرڈم آف حسینؑ (انگریزی)	/۲
۴	وجود حجت	/۴	۱/	۲۱	اسوۂ حسینی	/۲
۵	اصول دین اور قرآن	/۴	۱/	۲۲	جنگ صفین	/۳
۶	اتحاد الفریقین (حصہ اول)	/۴	۱/	۲۳	تذکرۂ حفاظ شیعہ (حصہ اول)	/۶
۷	حسینؑ اور اسلام اردو	۱/	-/	۲۴	" " (حصہ دوم)	/۵
۸	" " ہندی	۱/	-/	۲۵	نقش کعبہ	/۱
۹	" " انگریزی	/۲	-/	۲۶	مذہب بابیہ و بہائیہ (حصہ دوم)	/۸
۱۰	متعہ اور اسلام	/۸	۱/	۲۷	مذہب اور سائنس	/۱
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	/۱۰	-/	۲۸	معرکۂ کربلا	/۲
۱۲	تجارت اور اسلام	/۳	-/	۲۹	کربلا کا بھابلوڈ (ہندی)	/۲
۱۳	اتحاد الفریقین (حصہ اول)	/۴	۱/	۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا (انگریزی)	/۲
۱۴	علی اور کعبہ	/۱	-/	۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	زیر طبع
۱۵	رجال بخاری (حصہ اول)	/۶	۱/	۳۲	دور استبداد	
۱۶	مذہب بابیہ و بہائیہ (حصہ اول)	/۵	۱/	۳۳	حقیقت بدا	/۲
۱۷	نور روز غدیر	/۱	-/	۳۴	خطبۂ آل محمد	زیر طبع

ملنے کا پتہ :- آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

(پرنٹر سید محمد [illegible])